

U. 7829

۱۹۲۱ء
جسٹریٹ ایل منبہ ۹۰۸
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْقَاۡمِلِیۡنَ
رِسَالۃ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک یونیورسٹی انگریزی مجسٹریٹ مسجد و وکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ
قیمت پانچ روپیہ سالانہ مالک غیر کلمہ

نہماہ روزنامہ خدیواری بنام منیر رسالہ اشاعت اسلام
عزیز منزل برائے رتھ روڈ لاہور (پنجاب)

۱۹۶۳

عزیز منزل
برائے رتھ روڈ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب تلخ اسلام امام شاہجہان مجدد کنگ

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۲	ام الائمہ معروف بہ زندہ و کمال زبان بلا جلد	۱۲	توحید فی الاسلام
۱۲	برابین نیزہ بلا جلد ۱۲	۱۲	سک مرطوبہ بحکمۃ اللہ اوس لکچر کا مجموعہ بلا جلد
۸	پیام اسلام	۱۲	ینابج السیحت بلا جلد ۱۲
۱۲	مقصد مذہب	۱۲	ضرورت الہام بلا جلد ۱۲
۱۲	خطبات غریبہ بلا جلد ۱۲	۱۲	رازیات یا انجیل علی بلا جلد ۱۲
۱۲	ایثار یار دہانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲	۱۲	مکالمات لئیہ بلا جلد ۱۲
۶	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۱۲	مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲
۱۲	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر نظر	۱۲	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
۱۲	اسلام اور علیم جدیدہ	۱۲	لمعات اذکار محمدیہ بلا جلد ۶
۱۲	صلوات نصرت باہل بہت	۱۲	مذہب محبت
۱۲	حیات بنی المیت	۱۲	ذہاب عالم کا مذہب
۱۲	رحمہ للبقا	۱۲	اسلام حسنہ معروف بہ زندہ و کمال نبی بلا جلد

دیگر مصنفین

۱۲	سیرت نبوی قیمت صرف	۱۲	جمع قرآن
۲	نندک میں جلوسہ لودہ نسبی صلعم	۱۲	قرآن شریف ترمیم شدہ رفیع الدین صاحب ث دہلی جلد
۳	قرآن اور جنگ - قیمت صرف	۱۲	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد
۱۲	پادری صہاجان کے لیے حل طلب جمعہ	۱۲	اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف
۱۲	سیرت خیر البشر جلد ۱۲	۱۲	تفسیر سیرہ فاتحہ قیمت
۱۲	تصادیر نو مسلمان یورپ فی درجن ۱۲	۱۲	اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب
۱۲	تصادیر غار عید بن مسجد دو کنگ قیمت فی درجن	۱۲	اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراض صرف

درخواستیں بنام ہنیچو مسلم بک سوسائٹی - عزیز منبر ل براندہ روضہ لاہور پنجاب، آئی جاہلیں -

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت ششم

نمبر	باب	صفحہ
۱۷	باب فی فروی ۳۱	۱۷
۱۸	باب فی ۹۳	۱۸
۱۹	باب فی ۲۹	۱۹
۲۰	باب فی ۳۱	۲۰
۲۱	باب فی ۳۱	۲۱
۲۲	باب فی ۳۱	۲۲
۲۳	باب فی ۳۱	۲۳
۲۴	باب فی ۳۱	۲۴
۲۵	باب فی ۳۱	۲۵
۲۶	باب فی ۳۱	۲۶
۲۷	باب فی ۳۱	۲۷
۲۸	باب فی ۳۱	۲۸
۲۹	باب فی ۳۱	۲۹
۳۰	باب فی ۳۱	۳۰
۳۱	باب فی ۳۱	۳۱
۳۲	باب فی ۳۱	۳۲
۳۳	باب فی ۳۱	۳۳
۳۴	باب فی ۳۱	۳۴
۳۵	باب فی ۳۱	۳۵
۳۶	باب فی ۳۱	۳۶
۳۷	باب فی ۳۱	۳۷
۳۸	باب فی ۳۱	۳۸
۳۹	باب فی ۳۱	۳۹
۴۰	باب فی ۳۱	۴۰
۴۱	باب فی ۳۱	۴۱
۴۲	باب فی ۳۱	۴۲
۴۳	باب فی ۳۱	۴۳
۴۴	باب فی ۳۱	۴۴
۴۵	باب فی ۳۱	۴۵
۴۶	باب فی ۳۱	۴۶
۴۷	باب فی ۳۱	۴۷
۴۸	باب فی ۳۱	۴۸
۴۹	باب فی ۳۱	۴۹
۵۰	باب فی ۳۱	۵۰
۵۱	باب فی ۳۱	۵۱
۵۲	باب فی ۳۱	۵۲
۵۳	باب فی ۳۱	۵۳
۵۴	باب فی ۳۱	۵۴
۵۵	باب فی ۳۱	۵۵
۵۶	باب فی ۳۱	۵۶
۵۷	باب فی ۳۱	۵۷
۵۸	باب فی ۳۱	۵۸
۵۹	باب فی ۳۱	۵۹
۶۰	باب فی ۳۱	۶۰
۶۱	باب فی ۳۱	۶۱
۶۲	باب فی ۳۱	۶۲
۶۳	باب فی ۳۱	۶۳
۶۴	باب فی ۳۱	۶۴
۶۵	باب فی ۳۱	۶۵
۶۶	باب فی ۳۱	۶۶
۶۷	باب فی ۳۱	۶۷
۶۸	باب فی ۳۱	۶۸
۶۹	باب فی ۳۱	۶۹
۷۰	باب فی ۳۱	۷۰
۷۱	باب فی ۳۱	۷۱
۷۲	باب فی ۳۱	۷۲
۷۳	باب فی ۳۱	۷۳
۷۴	باب فی ۳۱	۷۴
۷۵	باب فی ۳۱	۷۵
۷۶	باب فی ۳۱	۷۶
۷۷	باب فی ۳۱	۷۷
۷۸	باب فی ۳۱	۷۸
۷۹	باب فی ۳۱	۷۹
۸۰	باب فی ۳۱	۸۰
۸۱	باب فی ۳۱	۸۱
۸۲	باب فی ۳۱	۸۲
۸۳	باب فی ۳۱	۸۳
۸۴	باب فی ۳۱	۸۴
۸۵	باب فی ۳۱	۸۵
۸۶	باب فی ۳۱	۸۶
۸۷	باب فی ۳۱	۸۷
۸۸	باب فی ۳۱	۸۸
۸۹	باب فی ۳۱	۸۹
۹۰	باب فی ۳۱	۹۰
۹۱	باب فی ۳۱	۹۱
۹۲	باب فی ۳۱	۹۲
۹۳	باب فی ۳۱	۹۳
۹۴	باب فی ۳۱	۹۴
۹۵	باب فی ۳۱	۹۵
۹۶	باب فی ۳۱	۹۶
۹۷	باب فی ۳۱	۹۷
۹۸	باب فی ۳۱	۹۸
۹۹	باب فی ۳۱	۹۹
۱۰۰	باب فی ۳۱	۱۰۰

تنقید اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری ۱۹۳۱ء

نمبر ۲

جلد ۱۰

شذرات

ادارہ تبلیغ و وکنگ میں ایک قیمتی ضمیمہ | ۱۶ ماہ جنوری ۱۹۳۱ء کو مولوی آفتاب الدین صاحب نے

میں بردوان۔ تبلیغ اسلام ہو کر وکنگ کو روانہ ہوئے۔ نہایت احترام کے ساتھ ریلوے سٹیشن لاہور پر انکی شائستگی آپ ۳۱ جنوری کے ہزار دلو جہاں میں میٹری میں غیر انگلستان روانہ ہوئے۔ لی۔ اے کی تعلیم کے بعد تین چار سال آپ نے عروج و زینت کی تحصیل میں صرف کئے۔ کسی سرکاری ملازمت کی بجائے آپ نے آسمان کی فریلانگ اسلام کش لائے مسلمان چاروں طرف اپنے فرائض و فائل میں آسمان میں ایک قادیان عیسائیوں کی پیدا ہوئی ہے۔ ان کا ناپا حصہ وہی چھوٹ ہیں۔ جو ہندو مذہب سے تنگ آکر اپنی نجات کسی ایسی جماعت میں دیکھتے ہیں جہاں مساوات کا رنگ ہو۔ یہ تیزی نشان تو اسلام کا شعار ہے۔ اگرچہ جناب مسیح نے بھی امیر غریب کی تمیز اڑائی لیکن یہودیوں سے باہر لوگ انھیں دائرہ انسانی میں بھی نظر نہ آتے تھے۔ یہ تو اسلام کی برکت ہے جس نے مساوات انسانی کی روح۔ اولاد آدم میں پیدا کی اسلام کی اس خوبی کی نقل وقل عیسائیوں نے کی۔ اور کج برادران طعن کر رہے ہیں۔ لیکن مساوات کے جس بلند مقام پر اسلام انسان کو لیکھا ہے وہ عیسائیت کو نصیب ہے۔ اور نہ ہندو مذہب کی مذمت تک نصیب ہی تعلیم مساوات کی ہی برکت تھی کہ مشرقی بنگال میں آج ہر طرف مسلمان نظر آتے ہیں۔ اگر گذشتہ دو صدیوں کے مسلمان شکار غفلت ہو جاتے۔ تو آسمان کا ایک کثیر حصہ بھی آج مسلمان ہوتا مان واقعات نے ہمارے سامنے کے دل میں ایک ایسے مشن کی ضرورت محسوس کرائی۔ آسمان میں فریلانگ میں قائم ہو گیا۔ وہ اب بھی موجود ہے۔ لیکن فریلانگ کے مقابل میں آپ کی خدمت کی یاد ضرورت تھی کہ فریلانگ ایک طرح آپ کا وطن ہی تھا لیکن جذبہ اسلام آپ کو وطن کو سامنے ہزار میل پر بھی رہا ہے۔ خدا آپ کے اس ارادہ کو ہماری لئے بابرکت کلمے حالات تو اس قسم کے خوشگوار مستقبل کو سامنے لایے ہیں کہ اگر نصف درجن اور مشنری ہاں چلے جائیں تو تھوڑے میں لیکن مالی اخراجات کا ہے۔ اگر مسلم کوۃ کی تقسیم میں اشاعت اسلام کو مقدم رکھا جائے اور شاخ و زبان بھی ہی ہو تو وقت آسانی حاصل ہو سکتی ہے۔

انسداد از جماعت

مسیحی نظام دنیات میں بعض اصول ایسے بھی ہیں جو کل ہی کو کسی مسلمان کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ پادری اسی لئے میری وید نے حال ہی میں انکی ایک مثال بھی مہیا کر دی ہے۔ مرنسوف نے ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کی اتوار کے دن دو آدمیوں اور ایک عورت کو تین سال کے لئے خارج از جماعت عیسوی قرار دیا۔ اگرچہ میں آنے سے روک دیا۔ شب آتے دوہم نے اس تحدید کو مکمل قرار دیا، کیونکہ کلیسیا انگلستان میں صرف شب ہی کسی شخص کو خارج از جماعت قرار دے سکتا ہے لیکن میں محالہ کے اس پہلو سے چنداں سروکار بھی نہیں۔ بہر کیف اخراج نامہ کے الفاظ میں یہ فقرہ بھی مندرج ہے کہ جبکہ مسیحی نفوس اور کلیسیا میں خارج کردہ اشخاص کے ساتھ گفتار اور بیرونوں کا ساملو کریں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ اصول جو پادریوں کے ہاتھ میں اس قدر طاقت دیتا ہے، بڑا پہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ پادریوں کو اختیار حاصل ہے کہ جس شخص کے متعلق مناسب سمجھیں اُسے مسیح کی قائم کردہ کلیسیا خارج کر دیں (دیکھو متی ۱۷ وغیرہ) اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص اگرچہ کی عبادتوں اور محو میں شرکت نہیں کر سکتا۔

خارج از جماعت کرنے کی دباہ یہودیوں کی بدولت مسیحی کلیسیا میں رائج ہوئی۔ اور اس رسم کا ماخذ غالباً یہ ہوگا کہ ابتدائی زمانہ میں کسی شخص کو جرائم سے باز رکھنے کی صرف یہی ایک صورت ہوگی کہ اُسے خارج از جماعت کرنے کی دھمکی دی جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس بیسویں صدی میں ان قدیم باتوں کو نہ ہٹے کیا علاقہ ہے؟ کلیسیا نے یہ اختیارات اس زمانہ میں حاصل کئے اور استعمال بھی کئے جبکہ لوگ اُسے جنت اور دوزخ کا اجارہ دار سمجھتے تھے۔ اور ان کی بناء پر زمانہ وسطے میں محکمہ احتساب بھی قائم کیا گیا لیکن موجودہ زمانہ میں یہ نظام نہ کسی خدا تعالیٰ کا ایک ہنایت مجدد و تصور پیش کرتا ہے سوال یہ ہے کہ انسان کلیسیا کا محتاج ہی کیوں ہو؟ کیا وہ کسی دوسری جگہ خدا کی عبادت نہیں کر سکتا؟ کیا خدا کسی خاص گرجہ یا فرقہ میں محدود ہے؟ کیا کسی مسند یا مسجد یا گرجہ میں جانا خدا ضروری ہے؟ خدا تو

ہر جگہ موجود ہے لیکن اس رسم کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ اگر جہ میں جائنا حجت حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے۔ لیکن وہ زمانہ جبکہ لوگ اخراج از اجتماع کی دھمکی میں آجایا کرتے تھے اب گزر چکا ہے +

ہمیں کوئی تعجب نہیں۔ اگر بشپ صاحب نے بجائے اس رسم کو مذہب قرار دینے کے صفت پادری صاحب کو تنبیہ کرنی مناسب سمجھی سبب یہ ہے۔ کہ ان کے ماتحت نے ان کے حقوق و اختیارات میں مداخلت بجا کار تکاب کیا ہے۔ ہاں تعجب ہے تو اس بات پر کہ میسویں میں بھی پادریوں کی جڑاٹ ہے کہ اس قسم کے اچھے ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں +

بشپ صاحب نے اپنے مخاطب شین ڈیلی میل ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں تحریر فرمایا ہے:-
 ”جناب من! میں نے معلوم کیا ہے کہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو اپنے اپنے طبقہ اثر میں تین فرماں کو خارج از اجتماع کر دیا ہے۔ آپ کا یہ طرز عمل کلیسیائی نظام کے منافی ہے۔ لہذا میں بحیثیت آپ کے فسر علی کے آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ ۱۹۔ اکتوبر کو آپ گرجی میں اعلان کریں۔ کہ وہ کم منسوخ سمجھا جائے۔ اور آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے اس حکم کی کوئی حقیقت نہیں ہے +
 آپ کا وفادار

ہر برٹ ڈنلم

اس کے بالمقابل اسلام کی سادہ اور عملی تعلیم پر نظر ڈالئے چسپیں بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام پادریوں کی طرح کوئی جماعت نہیں ہے۔ اور نہ اسلام کسی انسان کو مافوق العادلات اختیار کا متحق قرار دیتا ہے۔ علاوہ بریں اسلام میں صرف مندرگرمہ یا مسجد ہی خدا کی عبادت گاہ نہیں ہے۔ بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے۔ ”مجھے بہت سی باتوں میں انبیائے سابقہ پر امتیاز دیا گیا ہے۔ منجملہ اسکے یہ ہے۔ کہ مجھے ذاتی شوکت و سطوت عطا کی گئی ہے۔ اور کل روئے زمین کو میرے لئے پاک کر دیا گیا ہے یعنی ساری زمین عبادت گاہ کا کام دے سکتی ہے۔ میں کل جہان کی طرف رُہل جا کر بھیجایا گیا ہوں۔ اور مجھے نہ کتاب لکھی ہے نہ ساری کتابوں پر حاوی ہے +

ہم ان امور کی تفصیل نہیں کرتے صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ان میں سوہر ایک بات ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے ۱۔ انبیاء سے ماہیت کی دو قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ ایک وہ دنیاوی جاہت اور شوکت سے عاری تھی۔ دوسرے وہ جن کو سطوت شاہانہ حاصل تھی حضرت مسیح پہلی جماعت میں ہیں۔ اور حضرت داؤد سلیمان اور موسیٰ دوسری میں۔ لیکن اگرچہ حضرت موسیٰ کو یہود کو مصیر لول کا غلامی سے رہائی دلاتے ہیں کامیابی حاصل ہو گئی۔ تاہم ان کی قوم نے ان کی زندگی ہی ان کی اطاعت سے مرطوبیا حضرت سلیمان ایک طاقتور بادشاہت کے وارث ہوئے۔ لیکن ان کا دربارتوں سے مسموم تھا۔ حضرت مسیح کے متعلق تو ہم قدر خاموشی اختیار کی ہے اسی قدر بہتر ہے۔ ان کے برخلاف آنحضرت نے ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زندگی شروع کی آپ کے پاس کوئی سازو سامان نہ تھا۔ لیکن آپ نے آخر میں اپنے آپ کو ایک کامیاب انسان ثابت کر دکھایا سورہ انفال میں مرقوم ہے۔ ”اے رسول جتنے تمہارا رعب تمہارے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے“ اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ وہ لوگ جو آپ کو قتل کرنے کی نیت سے آئے وہ مسلمان ہو کر لوپ گئے۔ باوجود اس رعب و اہکے جو لوگوں میں قائم تھا آپ ہمیشہ سب صاف طور پر کہہ دیا کرتے تھے کہ میں ایک معمولی انسان ہوں۔ اور ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھی کھجوریں پکا کر کھایا کرتی تھی ۲

تمام مذاہب میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں کسی پرستش یا عبادت کے لئے کسی قسم کی چار دیواری اور قربانگاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خارج از جماعت کرنے اور اسی قسم کی دوسری رسموں کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا چل دیواری میں محدود ہے۔ یہود اپنے معبد سے باہر نکل کر نہ خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔ نہ کوئی تدر نیاز چڑھا سکتے ہیں۔ نعلے اگرچہ کی چار دیواری کے باہر نکل کر اپنے خدا کی عبادت نہیں کر سکتے۔ اور نہ گرجہ سے باہر روٹی اور شراب مسود کے گوشت اور خون میں تبدیل نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہنود کو بھی عبادت کے لئے ایک خاص مکان کی ضرورت ہے۔ لیکن قرآن فرماتا ہے۔ ”تم جس طرف چاہو اپنا منہ کرو۔ خدا کو اسی طرف پاؤں گے۔“ آپ خدا کو ہر جگہ پاسکتے ہیں۔ پہاڑوں جنگلوں دریاؤں خشکی اور مسجد..... جہاں آپ ہوں خدا بھی ہیں موجود ہے۔ پس ایک مسلمان جس جگہ چاہے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسلامی مالک کا سفر کیا ہے۔ ان کو یہ دیکھ کر ضرور تعجب ہوا ہو گا کہ مسلمان ہر جگہ خدا کی موجودگی کا احساس رکھتا ہے ۲

آنحضرتؐ کا یہ موی کس تمام دنیا کے لئے رول ہو کر آیا ہوں آپؐ کی زندگی ہی میں پانچ سو تھوڑے پنچو لگا تھا۔ آپؐ کے متبعین میں ایرانی بھی تھے۔ اہل عرب بھی رومی بھی حبش بھی اور ہندوستانی بھی دنیا میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے، ہر سے انبیاء کے نام بھی فراموش ہو چکے ہیں۔ اور نہ ان کی تعلیمات کا کچھ پتہ ہے۔ اور جن انبیاء کے نام بھی محفوظ ہیں۔ ان کے متعلق بھی ایک بات یقینی ہے کہ ان کے متبعین کی تعداد چند صد نفوس سے آگے نہیں بڑھی۔ باسٹھ سائے حضرت موسیٰؑ کسی نبی کے متبعین کی تعداد سو سے آگے نہیں بڑھی حضرت یونسؑ باوجود صد ہا معجزات دکھانے کے اور معجزات اگر دکھائے گئے ہوتے تو ہزاروں سادھا ہو گئے۔ لیکن ایک درجن زیادہ ناکارہ نبیوں کے بالمقابل آنحضرتؐ نے صرف تیس سال کی قلیل مدت میں اپنی وفات سے پہلے میدان میں ایک لاکھ مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ او ان میں ہر ایک سلام کا خبیثی تھا +

یہی وہ کتاب جو آپؐ نے دنیا کو دی وہ تو یہی ہے جو ایک خاص نوعیت رکھتی ہے۔ تو رات محض اقوم کی تاریخ اور چند احکامات کا مجموعہ ہے۔ توحید باری اور چند شرائع کے علاوہ وہ ان تمام امور سے عاری ہے جن پر حضرت مسیحؑ کے لہو دیا ہے مثلاً صلہ اور براداری۔ نہ جو محض عاقل اور ظہور کی کتاب ہے امثال سلیمانؑ سر ہو اعجاز کا مجموعہ ہیں۔ انجیل حضرت یسوعؑ کی زندگی اور سوانح کا ایک ناقص بیان کہی جاتی ہیں۔ اسکے علاوہ ان میں بھی کچھ اعلیٰ اخلاقی تعلیمات جن کی یہودیت عاری تھی پائی جاتی ہیں۔ ان کے بالمقابل آنحضرتؐ نے جو کتاب دنیا کو دی۔ وہ بیک وقت تو رات بھی ہے اور صبح بھی ہے۔ یہ کتاب تاریخ اقوم بھی ہے مجموعہ انصاف و تعلیمات اخلاقی بھی ہے۔ اس میں اصول ہی بھی مندرج ہیں۔ اس میں عبادت کا طریق بھی بتایا گیا ہے۔ اور اس میں خاندان اور حکومت متعلق امور کا تذکرہ بھی ہے +

تنبہ گونوشتی | اگرچہ اسلام ان چیزوں کو جو بعض لوگوں کی تفریح کا باعث ہوتی ہیں، ناجائز قرار نہیں دیتا، لیکن بعض عادات بیشک ایسی ہیں مثلاً حقہ پینا یا تاش کھینا جن کو بعض اسلامی علمائے بنظر حقارت دیکھا ہے۔ اسلامی نظام زندگی میں ان چیزوں کی بالکل جگہ نہیں جو بیکار ہیں۔ اور حقہ نوشی یقیناً ایک بیکار چیز ہے۔ سورہ مومن میں ابتدائی آیات میں مومنوں کے جو خاص بیان کئے گئے ہیں ان میں کوئی بھی چیز ہے کہ وہ نگوشت سے پرہیز کرتے ہیں +

اس راے کے علاوہ زندگی کا ایک اہم شعبہ ابھی تک ایسا ہے جس کی طرف دیکھنے کو نہیں کیڑا جاتا۔
میں تو یا سچے پرہیزگار نہ ہوں، مسلمانوں کے نزدیک روحانی ترقی کیلئے اشد ضروری ہے۔ تمام غوشیاں اور وہ شہا
رجن کو بوجھ صادر ہوتی ہے جو حاکمیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اسی لئے اسلامی علماء نے حق سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے
پاک لہجہ ان لوگوں کے پاس نہیں آتی۔ جو ان عادتوں میں گرفتار ہوئے ہیں۔

طبی نژاد یہ نگاہ ڈاکٹر الیف ڈبلیو الگرن بیڈر ریڈ کیل آفیسر لندن کے خیالات جو میڈیکل سرجن
میں شائع ہوئے بہت دلچسپی کا باعث ہیں۔ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ
”اگرچہ حقہ کا دھواں اکثر صحاب کو سکون مافی عطا کرتا ہے لیکن عموماً لوگ اندھیرے میں سگڑن نوشی کو پسند
نہیں کرتے۔ اور تمباکو کا بکثرت استعمال کرنا کسی اشتہا ستودہ صنعتی صحت اور امعاء کی بیماریوں، خلق اور خجروہ کی
تکالیف، کھانسی، سوزش و آتش، جثیم کا باعث ہوتا ہے۔ اگر حقہ کی علامات ظاہر ہوں تو تمباکو سے پرہیز
کرنا ضروری ہے۔ تمباکو نوشی کی کثرت نظامِ عصبی کو کمزور کرتی ہے۔ خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ اور اکثر خواب
نشانچ پیدا ہوتے ہیں۔“

سگڑن پینے میں تلوٹین سے کم نکلتا ہے لیکن پائپ کے استعمال سے سترائی فیصدی تلوٹین پائپ کے
کے استر پینے والے کے موٹہ تک پہنچتا ہے لیکن سگڑنوں میں ایک مضر کیمیائی مادہ شامل ہوتا ہے اور سگار
میں یہ بات نہیں۔“

”سگار پائپ سگڑن وغیرہ سب میں امیونیا ہوتا ہے اور یہ گیس، ایڈنیسیلے تریاق کا علم لکھتی ہے
ستے درجینا سگڑنوں میں بہت کم امیونیا ہوتی ہے اور اکثر اوقات سگڑن نوش اس کے مضر نتائج کو دو چار ہوتے
ہوتے ہیں۔ اکثر میں کو زیادہ سگڑن روزانہ پئے جائیں تو کاربن مانک سائڈ کا زہریلا اثر جسم میں سیر کرنے
لگا کر تمباکو کا دھواں جراثیم کو مار ڈالتا ہے۔ کیونکہ ایس پر اڈین شامل ہوتی ہے۔ اور یہ چیز قاتل جراثیم ہے
لندن میں جنرل دست و باطاعون بھی پتی تھی۔ اسکے دوران میں لوگ مریضوں کی عیادت کے وقت سگڑن
پیتے تھے۔ تاکہ جراثیم محفوظ رہیں۔ اور بڑے مردوں کو دفن کرنے جاتے تھے۔ وہ بھی سگڑن استعمال کرتے تھے۔
تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تمباکو نوش تھے۔ وہ اس بامعنی حیرت انگیز طور سے بچے رہے۔“

”اس درجہ تمباکو کا استعمال اتنی کم ہو گیا۔ چونکہ اسیں گنتا کہ کوئی بات واقعی! سلسلے بچوں کو بھی سگریٹ پینا کھایا گیا۔ طاعون کی اس مشہور وباء سے پہلے سگریٹ صرف اپنے طبقے کے لوگوں میں استعمال ہوتا تھا +
ستر حویلی میں تمباکو کا استعمال گروں تک میں بجائے نوز کے کیا جانے لگا۔ کیونکہ لوگ سمجھتے تھے اس کے دھوئیں سے نوزا صاف ہو جاتی ہے +

تمباکو سے ہیضہ کے جراثیم مرتبے ہیں۔ جب تک سگریٹ میں ہیضہ نمودار ہوا تو سگریٹ خریدنے والی کوئی موت ہیضے سے واقع نہیں کی۔ اور اندازہ لگایا گیا تھا کہ پانچ ازمردوروں میں سے صرف ایک آدمی اس مرض میں مبتلا ہونے اور ان میں سے صرف چار آدمیوں کی موت واقع ہوئی۔ تمباکو کے دھوئیں سے نمونیا کی بیماری بھی مرتبے ہیں +

تسبیح محمد ستغفا

حسب وعدہ حضرت خواجہ صاحب نے معارف قرآنی پر قلم اٹھائی۔ خدا تعالیٰ انھیں صحت میں رکھے اور یہ کام ان کے اٹھ سے انجام پائے۔ خواجہ صاحب کی تحریریں اس عملی زندگی کا نقشہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے اسلام کل مذاہب میں محنت زہد۔ عنوان بالا پر جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ اگر اُسے صرف ضیافت طبع و سمجھ جائے تو یہ مضمون تمدن و اخلاق پر ایک اعلیٰ سبق ہے۔ یوں تو اس رنگ میں بھی خواجہ صاحب جو لکھتے ہیں وہ علمی مسرغوان کی ذیل بنیاد ہی ہوتا ہے۔ لیکن جس عملی پہلو پر آپ نے اس مضمون پر زور دیا ہے۔ تارثین کرام کی توبہ اس طرف بنی چاہئے اگر سبق آموزی ہمارا نصب العین ہو تو میرے نزدیک یہ ایک مضمون سو وعظوں کا ایک غلط ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں مل کی توفیق دے۔ آمین۔

یہ مضمون صفحہ ۷۶ - ۷۷ پر دیا گیا ہے +

فطرانہ - عید یانہ میں دو گنگ مسلمان کو نہ بھولیں +
سدر ٹریڈنگ کمپنی اسلام آباد

قرآنی تخیل مذہب

اسلام سے پہلے دنیا نے مذہب اور خدا کا تخیل کچھ اس قسم کا بنا رکھا تھا۔ کہ اگر اس کو تسلیم کر لیں فیض یافتہ بیزار ہو جاتے۔ تو کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دراصل نہ کوئی خدا ہے۔ نہ کسی پرستش کی ہمیں ضرورت ہے۔ محض ہماری امید و بیم نے ہمیں ایک موہوم مہستی کے آگے جھکا رکھا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ بعض سباب نامعلوم ہماری کوششوں کو سمجھی بیٹھ کر دیتے ہیں۔ کبھی بلا ہاتھ ہلائے ہم اپنے ماحول کو فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ ہم ان امور کو کسی موہوم غیر مشہود مہستی کے غضب یا خوشی کی طرف منسوب کر کے اسے اپنا معبود ٹھہر لیتے ہیں۔ اور دفع مصرت و طلب منفعت کے لئے اس کے سامنے دست بدعا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ غیر متبدل اور مستمرہ قوانین فطریہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ ان قوانین کی ہماری نادان قنیت اور ہماری عدم اعانت یا اذیت پیدا کرتی ہے لیکن ہم غلطی کی انتہاں کسی معبود کی طرف منسوب کر کے اس کے پرستار بن جاتے ہیں۔ اچھا ہوتا۔ کہ ہم ان قوانین کی تلاش کرتے اور ان پر چلتے۔ تو اس مفروضہ خدا پرستی کو بچا جاتا۔ عجیب بات ہے۔ کہ قرآن نے جو نظریہ مذہب پیش کیا ہے۔ اسی منشا کو مذکورہ بالا دہریت ایک اور رنگ میں پیش کرتی ہے۔ کتاب حمید نے بار بار کہا ہے۔ کہ اس غیب الغیب تہی کو جس کا نام قرآن کریم نے اللہ رکھا ہے۔ نہ تو انسان کی عبادت یا اس کی تحمید و تسبیح کی ضرورت ہے۔ نہ کسی ذاتی تعزیر کیلئے وہ دوسروں کو اپنے سامنے سجدے میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت یا عبادت سے مراد تو اس کے قوانین کی اطاعت ہے۔ اس کے قوانین کا امتثال ہی قرآن مذہب ہے۔ اگر اسی کائنات کا کوئی خالق اور حاکم ہے اور اس کی مشیت نے ہی پسند کیا ہے کہ وہ اس کائنات کو مقررہ قوانین کے ماتحت رکھے۔ اور اس دنیا میں جو چیز بھی قلع و کامیابی کا مستند دیکھے۔ وہ کسی نہ کسی قانون کی اطاعت میں دیکھے۔ تو پھر اس کے قوانین کی اطاعت تو زندگی کے لوازمات میں کر ہو جائیگی۔ آج علوم جدید نے نہ صرف خدا کی مہستی کو ہی قبول کر لیا ہے بلکہ اس نے ایسے خدا کو مان لیا۔ جو ایک طرح بلاشبہ قانون مجسم کی حیثیت سے تحقیق آہستہ آہستہ انھیں حلال کر گزر رہی باری تعالیٰ

کی قائل ہوئی جنہیں قرآن نے اس کی برتری کے ثبوت میں بطور دلائل پیش کیا۔ آج ہر سو برس پہلے مزی اہل علم دہریت کی طرف جا رہے تھے لیکن قانون کے وجود نے دہریت کی اس بڑھتی ہوئی رو کو روکا ان لوگوں نے دنیا کی ہر ایک چیز کو قانون کے ماتحت پایا۔ حتیٰ کہ پسیدہ انسان عالم کا ابتدائی سے ابتدائی مواد بھی قانون کی حکومت تلے نظر آیا۔ چنانچہ اس حقیقت سے آشنا ہو کر انھوں نے مادہ کا نام لاسٹنس رکھا۔ اور یہ لوگ تو قانون کو ہی خدا مان لیتے۔ جیسے لاجل کے مھر سے قانون کو اپنا متبوع قرار دیتے ہیں لیکن محققین کو کائنات میں بیشمار ایسے قانون نظر آئے۔ جو ایک دوسرے کے بالکل مخالف تھے۔ جو اس اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی کسی مقصد واحد کے پورا کرنے کیلئے ایک دوسرے کے معاون متحد ہی نظر آئے۔ ان خفائی پر یکساں کائنات ایک بے تجویز کرتے پر مجبور ہو گئے۔ جس کا نام انہوں نے مذہب وحدت (مون ازم) رکھا۔ یہ لوگ تو اس حرحلہ پر ہی ٹھہر جاتے لیکن ان کی تحقیق انھیں ان ازم سے آگے لگنی۔ انھیں نظر آگیا۔ کہ یہ قوانین کسی ارادہ بالغ کے پورا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ بالمقابل کوئی چیز ایک دن میں پسیدہ ہوتی نظر نہ آئے۔ بلکہ ذرات عالم تو مقررہ رابطہ پر چل کر مختلف شکلیں ل کر آخر کا کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں۔ اور یہ ذرات جو شکل بھی اختیار کریں۔ وہ پہلے وہی ارادہ کردہ ہوتی ہیں اور یہ ارادہ اپنے ظہور بالغ سے کئی ہزار یا لاکھ برس پہلے سے تجویز پیش آ جاتا ہے۔ گویا ان ذرات کے جھران کے ہاتھ میں کام کر رہیوں گے ایجنٹ موجود ہیں۔ جو اس کے اشارہ پر آخر کار چیزوں کی ارادہ کردہ شکل کو ظہور میں لے آتے ہیں۔ انھیں قرآن نے طالع کہا ہے اس حقیقت کو دیکھ کر حکم کو نظر یہ اقصاء (تھیوری آف اولیٹون) اور نظر یہ ارادہ بالذات (ڈیزائن تھیوری) پر ایمان لانا پڑا۔ یعنی ہر ایک چیز میں بلوغت تک پہنچنے کی استعداد پہلے سے ہوتی ہے۔ اور کبھی کسی مقصد کیلئے پسیدہ ہوتی ہے لیکن یہ امور پسیدہ نہیں ہو سکتے۔ جب تک اشیاء عالم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ یعنی وہ ہستی اپنی حکومت سے اشیاء کو جس طرح چاہے استعمال کر سکے۔ پھر اس کے متعلق اسے ملج علیہی حاصل ہو۔ اور پھر جو کام وہ کرے حکمت و دانش ہی پر کرے۔ ان فرض ایٹمسنس کو کائنات میں سات خفائی نظر آئے (۱) قوانین (۲) وحدت (۳) ارتقاء و اشیاء (۴) ارادہ (۵) حکومت بر اشیاء (۶) علم بالغ (۷) حکمت۔ ان سات حقائق پر غور کرنے کے بعد وہ کون انسان کو جو ایک ہی بزرگوں

قائل نہ ہو۔ چنانچہ ان سات حجت حق نے دہریت کا قاتل تمکینا۔ اور لوگ ہستی باری تعالیٰ کے قائل ہو گئے۔

یہ علمی باتیں قرآن سے پہلے تو کسی الہامی کتاب میں نظر نہیں آتیں۔ وہاں تو ہر ایک بات کو تنکھما نہ طریق پر منوایا گیا۔ یا کہیں کہیں معجزات کا ذکر آ جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ لازماً دہریت تھی لیکن قرآن حکیم نے نہ صرف اور کئی دلائل ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں دیئے بلکہ انہیں سات حجت حق کی طرف کھلے طور سے اشارہ کیا۔ سب سے پہلے دین الہی کا نام اسلام یعنی پیروی قوانین الہیہ تجویز کر کے یہ ظاہر کیا۔ کہ جب کائنات کی ہر ایک چیز قانون مقررہ پر چلتی ہے۔ تو انسان کس طرح اطاعت قوانین سے باہر ہو سکتا ہے۔ اس پر چلنا تو الہی فطرت ہے بالمشابہہ جو قانون کو چھوڑے گا۔ وہ نقصان اٹھائے گا۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ سب قوانین ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ تو کائنات میں فساد پیدا ہو جاتا۔ اس کے بعد چیزوں کا بدیہی نام رتبہ تجویز کیا۔ یعنی وہ ہستی جو چیزوں کے خواص تجویز کرے ان میں وہ خواص رکھ دیتی ہے۔ پھر ان چیزوں کو مختلف منازل سے گزرا کر آہستہ آہستہ انھیں اس مقام بلوغت پر پہنچا دیتی جہاں ان میں کے ودیعت کردہ خواص ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گوشت عربی لفظ رب کے ہی معنی تجویز کرنے ہیں۔ اور یہ سانی اس نظریہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس کا نام آج تصوری آف ایولوشن رکھا گیا ہے لیکن قرآن نے کسی مقام پر اس قانون ارتقاء کا ذکر کر کے ہستی باری تعالیٰ کو ماننے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ سورہ (طہ ۴۷ و ۵۰) میں فرمایا۔ کہ تمہارا رب وہ ہے۔ جو ہر ایک چیز کی شکل اس کا مواد اور قوانین پہلے سے تجویز کر کے پھر اسے ایک راستہ پر چلا دیتا ہے جس کو وہ بلوغت کو پہنچ جاتی ہے پھر سورہ بقرہ میں کس خوبصورتی سے ان امور غیبیہ کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ سب سے اول آیت ۱۷۱ میں انسان کو کہہ کر تیرا معبود وہ ہے۔ جو واحد ہے۔ اور رحمان ہے یعنی میری ضرورت کے لئے پہلے ہی چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کو غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ تو مقررہ راہوں پر چل کر فائدہ اٹھائے اور حمیت کے فینس کے نیچے آجائے۔ پھر آیت ۱۷۲ میں نظام لیل و نہار کی طرف اشارہ فرما کر بیان کیا کہ دن رات کے اختلاف کو دیکھو جس کو مختلف مقامات پر سورج کی تمازت میں کمی بیشی ہوتے ہی اس کو گرم اور سرد ہواؤں میں ملتی ہیں۔ ان سے بادل پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ زمین پر زمین کی طرح کے نباتات اُگاتے ہیں۔ دوسری طرف ہی آہیں سمندر

میں کشتیوں کو چلاتی ہیں۔ اور دونوں کی غرض یہ کہ انسان کو بھروسہ پر فائدہ ہو۔ اگر انسان بھی ہاتھ پاؤں ہلائے۔ تو ان فیوضات سے مستفیض ہو کر بے بہا خزان کا مالک ہو جائے۔ اب دیکھنے کو تو ان رات کا اختلاف ایک معمولی مشاہدہ کی لیکن آیت مذکور میں جن منافع کا ذکر ہے۔ وہ تو بینمازق و انین مختلف کی اتباع میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو مختلف مقامات پر ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد رنگوں میں کام کر کے فرض و حسد کیلئے متحد ہو جاتے ہیں۔ گویا اس آیت نے ان تین مغزنی نظریوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے مذہب وحدت نظریہ تقا اور نظریہ ارادہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۵ (آیت الحکمیٰ) میں اشیاء عالم پر خدا کی حکومت ظاہر کی گئی ہے۔ اس کے علم یلغی کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ کہ وہ ان امور کے طے کرنے میں کبھی تھکتا نہیں۔ اسی طرح سورہ مجید کی ابتدائی آیات میں زمین و آسمان پر خدا کی حکومت الٰہی حکمت اور علم کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا بیسیوں قرآن کی آیات میں جس میں خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے ان امور کو بالمشترک بیان کیا گیا ہے +

اس امر کو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم انسانی کلام نہیں بلکہ اس کے نزول کی ضرورت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر علمی دنیا اس قسم کے خالق قوانین کے وجود کو تسلیم کر چکی ہے جسکے ہاں اطاعت قاذوں ہی کی عزت ہے۔ اور قاذوں کو سزا پھرنی والا ذلت پاتا ہے۔ تو پھر اس کی شریعت اس کے قوانین کی اطاعت سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے۔ کتاب حمید نے اس قانون دہندہ کی حمد و پرستش میں گمیت گانے یا بعض مقدس افعال و دھرم کے نام نہ مذہب نہیں رکھا۔ یہ تو مقدمات مذہب ہی۔ اصل مذہب تو اس کے قوانین کی اطاعت کا نام ہے۔ جس کا مجموعہ قرآن کریم ہے۔ ان اغراض کیلئے قرآن کریم نے اس سببی بالا کے اوصاف گئے ہیں جنہیں سماء آئینہ کہتے ہیں۔ یہ سماء اصل الٰہی مختلف اہول کے نام ہیں یا قیام کا ذاتی نام لہٰذا۔ ان سببوں میں کہ جو نام خصوصاً قابل ذکر ہے۔ وہ رب جس کے قوانین کی اطاعت کا نام مذہب ہے۔ چنانچہ جناب فرج کریم جس قدر نیلکا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ ان سب کا ایک ہی وعظ تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ تم اللہ اور رب کی پرستش کرو۔ اس پر یہ تو مراد تھی کہ تم اللہ اولاد کے محبے بنا کر اسے آگے جھکیں۔ ان کے وعظ کا مقصد تو یہ ہے کہ تم ان قوانین کی عزت کریں۔ جو اللہ اور رب نے ہمارے طریق عمل کیلئے تجویز فرمائے ہیں۔

۱۷ باب ۱۵ سورہ ہود آیت ۱۱۲ سے سورہ النہم آیت ۱۰۲ سورہ غزوات آیت ۸ تا نام ۵ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۸ - ۷۳ - ۸۵ - ۹۳ سورہ ہود آیت ۳ - ۳۶ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ سورہ یوسف سورہ یوسف آیت ۱ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰

انھیں راہوں پر چلنے کا نام قرآن نے عبادت لکھا ہے۔ بلکہ ایک جگہ یہ فرمادیا۔ کہ انسان عبادت کیلئے ہی پیدا ہوا ہے۔ دوسری طرف قرآن نے کافر انھیں کہا۔ جو خود ان راہوں پر نہ چلیں۔ اور نہ دوسروں کو چلنے دیں۔ گویا اللہ اور رب کی راہوں پر چلنا قرآن کے نزدیک ایمان ہے اور ان سے منحرف ہونا کفر و الحاد کہلاتا ہے۔ اب اگر اللہ سرچشمہ قوانین ہے۔ اور رب وہ مقدس ہستی ہے جس نے ہماری ربوبیت کے قوانین بنائے ہیں۔ تو پھر علمی دنیا کا کون انسان ہوگا۔ خواہ وہ لاد مذہب ہی کہلانا پسند کرے جو مذہب مذکورہ بالا کا پرستار نہ ہو تو ان ربوبیت سے مراد قوانین اکل شبہ ہیں۔ کھانا پیتا یا سنا سمجھتے تو از قسم حیوانیت ہے۔ یہ تو صرف بقائے زندگی کیلئے ہے۔ تاکہ انسان کے اندر وہ باتیں پیدا ہوں جن کے مجموعہ کا نام انسانیت ہے۔ ہاں متمدن دنیا ان ہی امور تلاش میں منہمک نظر آتی ہے۔ یہ تو لہو و لعل ہیں لیکن اس دنیا کو اس پر ناز ہے۔ آخر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے اگر غرض زندگی یہ ہیں امور ہیں +

اس منہل حقیقت کے متعلق کتاب حکیم نے ان لوگوں کو جو اللہ اور رب کے قوانین پر تو مجبور اچلتے ہیں لیکن مذہب کے نام تک سے گھبراتے ہیں مختلف انداز پر مخاطب کیا ہے۔ قرآن نے صحیحہ قدرت کے منظر مختلفہ کو سامنے رکھ کر یہ کہا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں محض کھیل کے طور پر بنائیں۔ اس نے زمین و آسمان کو کسی غرض حقہ کیلئے بنایا۔ دن اور رات پیدا کئے۔ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز کو ایک نہ ایک راہ پر چلایا۔ تو جس غرض حقہ کیلئے یہ چیزیں بنائی گئیں۔ کیوں اس دنیا کے حکمران یعنی انسان کو واقف نہ کیا جائے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ انسان خود بخود ان اغراض کو واقف ہو گیا۔ امور مجسمہ میں انسان نے جو سیکھا وہ لہام کے طفیل سیکھا۔ مثلاً قرآن نے ہی سب سے اول انسان کو زمین و آسمان اور ان کے اندر کی مخلوقات کی خدمات سے مطلع کیا۔ ان حالات میں انسان کس طرح ہدایت ملی کے بغیر رہ سکتا ہے +

۱۰ سورہ ذاریات ————— آیت ۵۶۔

۵۲ سورہ محمد آیت نمبر ۱

۵۳ سورہ محمد ۴۷ آیت ۱۲۔

۵۴ سورہ محمد آیت ۳۶۔

۵۵ سورہ دخان آیت ۳۸ - ۳۹۔

۵۶ ابراہیم ۱۰ - ۱۱ +

اسی طرح قرآن بابرہان انتقائی منازل کا ذکر کیا۔ جن کے ماتحت ذرات عالم نے پیدا ہو کر انسان تک نشوونما پایا۔ مثلاً کس طرح سب سے اول: تھوڑے اور کچھ آسمان بنے۔ پھر زمین کے استحکام کے لئے اس پر پہاڑ بنائے گئے۔ اس کے بعد آسمان سے پانی اتر آیا۔ جس کے ذریعہ زمین میں سے طرح طرح کی روئید گیہاں پیدا ہوئیں۔ پھر انہی چیزوں نے مختلف ہیولے بدولت آخر کار نطفہ انسانی کی شکل اختیار کی۔ جس نے رحم مادر میں جگہ پکڑ کر اور سات انتقائی منازل طے کئے۔ انقض ان لکھو کہ اس کی لمبی ارتقائی منازل کے بعد انسان زمین پر آیا۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ نشائے عالم کا یہ سلسلہ جس کی آخری کڑی اس دنیا کا انسان ہے۔ برابر اب تک جاری ہے۔ اور آخر کار پھر انسان کے فائدہ کیلئے زمین و آسمان میں بیشمار چیزیں پیدا کیں۔ مثلاً سورج۔ چاند۔ ستارے۔ سمندر اور پھر سمندری دنیا اور ان سب کو انسان کے ماتحت کیا۔ اور انکی تعمیر کئے۔ رستے انسان کو سنبھلائے۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ دنیا میں کوئی نعمت ایسی نہیں۔ جسکے متعلق کوئی اندازہ یا حساب مقدّر نہ ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کو ایک اشتربے ہمار کی طرح بغیر کسی قانون اور اندازہ کے چھوڑے۔ اس حقیقت کو کیسے معنی خیز اور مختصر ذیل کے الفاظ میں قرآن نے ذکر کیا۔ کیا انسان خیال کرتا ہے۔ کہ اسے اس طرح چھوڑ دیا جائیگا۔ کہ وہ بلا ارادہ چھوڑا جائیگا۔ کیا وہ ایک چھوٹے سے قطرہ مٹی سے نہیں بنا۔ پھر وہ گوشت کا ٹوٹا ہوا تھا جسے تعمیل تک پہنچایا گیا۔ پھر اس میں سے مرد و عورت پیدا کئے۔ کیا وہی خدا اسے موت کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟

پھر ایک جگہ فرمایا: اُنھیں ایک امر عظیم کے متعلق عنقریب موم ہو جائیگا۔ کیا ہم نے زمین کو نہیں پھیلادیا۔ اور اس میں پہاڑوں کی میخیں قائم نہیں کیں۔ اُنھیں جوڑے نہیں بنایا۔ پھر آرام کے لئے نیند نہیں بنائی۔ اور اگر رات نے اُن کو آٹھ گھنٹہ تو نہ بھی ہم نے بنایا۔ جس میں یہ اپنی مساعی کا فکر کریں۔ پھر تمہارے سر پر سات مضبوط چیزیں بنائیں۔ انہیں روشن چپن رکھے۔ پھر بارش والے بادل آئے۔ ان سے پانی اُترا۔ اس سے اناج اور سبزیاں نکلیں۔ اور بڑے بڑے باغیچے پیدا ہوئے۔ یاد رکھیں کہ فیصلہ کا دن بھی قریب ہے +

۱۷ سورہ الحجرات ۱۹ - ۲۳ - ۲۴ - ۳۱ - ۳۲ سورہ مومنین ۱۲ - ۱۳ -

۱۸ سورہ نمل رکوع ۲ - سورہ جاثیہ ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ سورہ نمل آیت ۱۵ - سورہ رحمان آیت ۱ - ۶ -

۱۹ سورہ رحمان آیت ۷ - ۸ - ۱۰ سورہ قیامہ آیت ۶ تا ۱۲ - سورہ انبیاء آیت ۵ تا ۱۷ -

اسی طرح ہماری خوراک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "انسان اپنی خوراک کی طرف غور کرے۔ ہم ہی کثرت سے پانی لاتے۔ اور ہم نے ہی زمین کو پھاڑا۔ اور اس میں سے اناج نکالا۔ انگور اور زیتون اور کھجور و عنب پھل پھول۔ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔ لے اور تمہارے جانوروں کے لئے رکھا ہے۔ اسی طرح کئی ایک مقامات پر طرح طرح کے میوہ جات اور دیگر نباتات کا اور پھر بحری خزائن کا ذکر کیا۔ ایسا ہی ان حیوانات کی طرف اشارہ کیا جن میں سے بعض پرہم چڑھتے ہیں۔ اور بعض کو خوراک بناتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز میں ایک قسم کا نظام ابلاغ ہے مثلاً جہاں خوراک کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہاں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ ہم آسمان سے بھی بعض چیزیں بہتہ معلوم اتارتے ہیں۔ ان میں سے پانی بھی ہے۔ اسے زمین پر لاتے ہیں۔ اور دوسری طرف زمین کو پھاڑ دیتے ہیں۔ یہ نظر ہے۔ کہ جو کچھ پیدا ہوتا ہے۔ آسمانی پانی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس پانی کا آنا بیکار ہوتا۔ اگر زمین میں پانی کو جذب کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔ سورہ عبس میں اسی طرف اشارہ کیا۔ جیسے کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ہستہ زمین کو پھاڑا اور اُس نے پھٹ کر پانی پیا۔ جس سے طرح طرح کے میوہ جات و اناج پیدا ہوئے۔ پھر بادلوں کے اس پانی کے متعلق ایک اور مقام پر اختلاف لیل و نہار کا ذکر کیا جس کے ماتحت نہ تو اُن میں طپتھیں۔ اور وہی بادلوں کو لا جمع کرتی ہیں جن سے بارشیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اُن کی طرف ہم ان نعمتوں کو گننا چاہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیں۔ تو وہ ہمارے شمار میں نہیں آسکتیں۔ دوسری طرف قدم قدم پر ایک نظام۔ ایک تدبیر۔ ایک اندازہ۔ پھر طرح طرح کے قوانین نظر آتے ہیں۔ تو پھر کیا یہ سب کھیل ہی کھیل ہیں۔ پھر قرآن نے ان نعماء کا ذکر کیا۔ جو صرف انسان کے لئے پیدا ہوئے مثلاً پھل۔ پھول۔ طرح طرح کے میوہ جات۔ اناج۔ بحری خزائن۔ پھر زمین پر حیوانات کا پھیلا دینا جنہیں سے بعض پرہم چڑھتے ہیں۔ اور بعض کو خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور پھر ان سب سے بڑھ کر اختلاف لیل و نہار جو کائنات کی مشینری کے ایک بھاری حصہ کے چلانے کا ذمہ دار ہے۔ جس کے ماتحت نہ تو اُن میں چکر بارشوں کو لے آتی ہیں۔ اور اگر ہم ان نعمتوں کا اندازہ لگانا چاہیں۔ تو ہم انہیں گن نہیں سکتے ۴

شعوری قواعد علی وجہ الحال ظاہر ہو گئے اگر اقلیت کی منازل مختلفہ کو دیکھا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ ترقی کن چیز جس منزل ارتقا میں داخل ہوتا ہے۔ اس میں کچھ چیزیں تو منزل ماقبل کی ہوتی ہیں لیکن عالم موجودہ میں ہمیں ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر آگے چل کر قریب منزل مابعد میں عالم ماقبل کی چیز تو کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اور نئی پیدائش چیز روز افزوں ہوتی کرتی ہے۔ جسے کہ کسی نیا عالم میں جا کر ابتدائی عالم کی شکل کی شکل اور اوقات مختلفہ ہو جاتی ہیں اور نئی پیدا شدہ بات ہی اس جوہر ترقی کن کے ممتاز خواص ہو جاتی ہے۔ یہ مثال کے اور عالم جادو سے شروع ہوتا ہوں۔ جادوی اشیاء میں کوئی تنظیم نہیں ہوتی۔ یہ پھیلنے اور بڑھتی ہے۔ لیکن اپنے مقام سے نہیں ملتی۔ اس عالم کے بعد عالم نباتات میں ایک قسم کی صغوی حرکت یا نمو پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نئی چیز ہے۔ اگر جسمانی طور سے جمادات اور نباتات کا مقابلہ کیا جائے۔ تو مقابلہ نباتات میں جسمانی حصہ کم ہوتا ہے۔ اور اس کی جگہ صغوی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب حیوان بن جائے تو اس مخلوق میں ترسم کی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جسے کہ ان میں بعض میں طاقت پر واز بھی آ جاتی ہے لیکن عالم حیوانات کے لیے کہیں عالم نباتات کی چیزوں کے مقابلہ میں کمزور ہو جاتی ہیں۔ عالم حیوانات میں ایک نئی چیز متمیز طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے ہم شعور کہتے ہیں۔ یہی شعور انسانوں میں آ کر بالقوہ اس کیفیت کا ہو جاتا ہے۔ کہ جس کی حدود و ثبات نہیں ہوتی۔

المعرض یہ نظائر اقلیت امور ذیل کو ثابت کرتا ہے۔

۱۔ اشیاء میں شروع سے ہی استعدادیں ہوتی ہیں۔ جو بتدریج منازل مختلفہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

۲۔ استعدادیں آخر کار ظاہر ہو کر رہتی ہیں۔ ان کی شکل بدلتی جاتی ہے۔ اس ظہور کا نام بلوغت اشیاء ہوتا ہے۔

۳۔ سو بہر استعدادوں کا کمال ظہور مختلف آئینہ عالموں کو چاہتا ہے۔ کسی چیز کی شکل کی شکل استعدادیں ایک ہی عالم میں ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثلاً درختوں میں پھلنے پھرنے کی تو استعداد تھی۔ ان میں مختلف قسم کے احساس بھی تھے۔ بلکہ شعور بھی تھا۔ لیکن ان استعدادوں کے ظہور کیلئے ضرور تھا۔ کہ نباتات کے رکیب اجزاء جماد تو کمزور ہیں۔ لیکن ان کی ودیعت مشط استعدادیں عالم حیوانات میں اور پھر انسانی شکل میں آ ظاہر ہوں۔

۴۔ اگر یہ بالقوہ استعدادیں بننے سے بھی تبدیلی عالم کو چاہتی ہیں۔ تو پھر ہم میں صد ہا استعدادیں ہیں۔ جو اس ظاہر نہیں ہوتیں۔ وہ بالضرور کسی عالم آئندہ کو چاہتی ہیں۔ یہ تو ایک علمی زمانہ ہے۔ اور مذکورہ بالا نظریہ تسلیم ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارے زمانہ نے آج ان باتوں کا امکان بھی ثابت کر دیا۔ جو ہم بعض انبیاء کے متعلق سنتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً فریب کی چیزوں کو دیکھ لینا۔ ایک ہی جگہ بیٹھ کر دوسری جگہ پہنچ جانا

اور وہاں کی سیر کر آنا غیبی آوازوں کو سن لینا۔ اگر یہ چیزیں بعض انبیاء کو بخشیں۔ اور آج باطنی کے مشتاق ان چیزوں کو ایک حد تک حاصل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تو یہ سب کافورت ہے۔ کہ ہر انسان میں یہ استعدادیں موج ہیں۔ اب ان استعدادوں کا صرف ان لوگوں میں ظاہر ہوتا جو جہانیاں میں کم حصہ لیتے ہیں۔ اور ان قواء کا ایسے وقت میں ظاہر ہونا جب جسمی خواہ سو جاتے ہیں۔ جسے محاورہ میں حل حواس کہتے ہیں۔ یہ امور سب کوشا بعد کرتے ہیں۔ کہ ان استعدادوں کا ظہور اس وقت ہوگا۔ جب ہم پر یہ جہانی لباس درہنگا۔ بلکہ یہ ان استعدادوں کا کامل ظہور کسی اور جسم کو چاہتا ہے۔ اسلام نے اسے نوری جسم قرار دیا ہے واقعہ سراج کی بھی حقیقت تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیر کی سواری کا نام براق ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ نے کسی برقی جسم میں یہ سیر کی۔ اب اگر عالم مابعد کا ہونا ایک حقیقت ثابت ہے۔ تو پھر ان ہدایات کی بھی ضرورت ہے۔ جن پر چلکر ہم عالم آئندہ کے لئے تیار ہونگے۔ قرآن کریم نے تو بے دلائل حکیمانہ آئندہ زندگی کے وجود کو ثابت کیا ہے۔ اور یہ تکرار ثابت کیا ہے۔ لیکن انسان ہی ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ اعتراض کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ کہ کتاب حکیم نے کیوں تکرار کیا۔ اور دوسری طرف اس تکرار کے ہوتے ہوئے آئندہ بند کر لیتا ہے۔ اور عقبنہ کا فکر نہیں کرتا +

میں یہاں تین امور کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتا ہوں۔ اور یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کو خود قرآن نے پیش کیا ہے۔ اول یہ کہ کیا خدا تعالیٰ نے سب کچھ کھیل کے طور پر بنایا ہے۔

۲۔ کیا یہ نظام کسی غرض حقیقہ کیلئے نہیں بنایا گیا۔

۳۔ کیا اس وقت ہم لہو و لب میں نہیں پڑے ہوئے۔

اگر ہم آج سو سو برس کے پہلے کے فلسفہ کے ماتحت ہوتے جس نے تسلیم کیا تھا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے۔ وہ القافہ حادثات کا نتیجہ ہے۔ تو ہمیں کسی باقی ہدایت کی ضرورت نہ تھی۔ ہم تو آج علمی دنیا سے نکلن رکھتے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ ایک علم کے ماتحت ارادہ ہو رہا ہے پھر اس زمین اور اس کے مخلوقات کے اندر بے شمار راز بے ادراک دنیا تو مقررہ کاموں میں لگی ہوئی نظر آئے۔ اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کردہ راہ پر چل کر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کو پورا کرے۔ لیکن ان سب پر حکمران عین جب ایک باشعور اور صاحب ادراک ارادہ انسان کی شکل میں پیدا ہوا۔ تو اس کا نصب العین صرف کھیل و کود ہو۔ اور وہ خلیج المومن ہو کر ہوا و ہوس کے پیچھے لگا رہے :-

آج متمدن متمدن دنیا کو دیکھ لیا جائے۔ اکل و شرب و مناکحت کے علاوہ جو حیوانیت نے بطور ورثہ ہمیں ہی ہیں۔ باقی جو چیز ہم میں ہے۔ وہ لہو و لوبہ ہے۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ گالف۔ سینما۔ تھیٹر۔ رقص و سرود۔ تہنشات وغیرہ۔ ہاں ان کا بھی ایک وقت ہے۔ لیکن تہذیب حاضرہ نے تو اپنی زندگی نصاب میں انھیں قرار دے رکھا ہے اور غضب تو یہ ہے کہ اگر ہم میں کبھی بعض افراد علمی تحقیقات میں لگ گئے ہوں۔ تو ان تحقیق کے نتائج کو انھیں اغراض پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اول تو اقوام دیگرہ کو تباہ کیا جائے تاکہ ان کے مقبوضات کو غصب کر لیا جائے۔ پھر اپنے ملک و بات کو لہو و لوبہ کے نئے نئے مسائل کے پیدا کر کے میں خرچ کر دیا جائے۔ مجھے تو موجودہ تمدن کی یہی بدوغرضیں نظر آتی ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے کہا ہے کہ ہم بعض وقت حیوانوں سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ حیوانات میں دل تو ہر وہ تہنشات کا مادہ ہی نہیں۔ پھر وہ ان راہوں کو بھی نہیں جانتے۔ اور نہ اختیار کرتے ہیں۔ کہ جن سے دوسری مخلوقات کو تباہ کر دیں۔

یہ جو کچھ اس موجودہ نسل میں ہو رہا ہے۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں۔ ایرانیوں نے رومیوں نے ہندویوں نے ایام سابق میں مصریوں نے اور دیگر اقوام نے عیاں ہی کے یہ رنگ دیکھے۔ بعض باتوں میں سابقہ قومیں اپنے اقتدار و استبداد میں ان سے بھی بڑی ہوئی تھیں۔ پھر آج وہ کہاں ہیں۔ ان کا نام و نشان کہ نہ زمین پر پایا نہیں جاتا۔ ان کے لہو و لوبہ کے رستے بھی ان کے ساتھ ختم ہو گئے۔ آج کل کی عقل پرورد شرارت خوری اور تہنشات صنعتی کے اشتغال کے مقابل میں ہی کے اہل روم کچھ کم نہ کرتے تھے۔ لیکن جہاں ہی دیکھے شایر۔ عورت اور گائے بجانے کو لئے ہوئے جہنم واصل ہوئے۔ اسی دروازہ کو تہذیب حاضرہ کھٹکھٹا رہی ہے کیا ان کا علم ان کو آئندہ زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ کیا کوئی بھی فعل انسانی ہے جو بلا نتائج نہ رہتا ہے۔ جب یہ صورت ہے۔ تو کیوں ان کو وہ وقت یاد نہیں آتا جب ان کے اپنے اپنے افعال کے اپنے اپنے نتائج سامنے کھڑے ہونگے۔ کہنے کو کہ دیا جاتا ہے کہ خدا کی کتاب کی ضرورت ہی کیا ہے لیکن قرآن نے اپنا نام ذکر (یاد) بھی مجوز کیا۔ اور انبیاء کا نام نذیر (ڈرانے والا) رکھا ہے۔ اگر خدا کی کتاب بھولی ہوئی چیزوں کو یاد دلاتی ہے۔ تو نذیر انسانوں کو ان نتائج سے ڈراتا ہے۔ جن کی طرف ان کے اعمال انھیں لہجھا رہے ہیں۔ قرآن آج بھی ان اغراض کیلئے ذکر اور نذیر ہے۔ آج بھی متمدن قومیں نہایت تیزی کے ساتھ اگر ترقی کی طرف جا رہی ہیں۔ تو وہی ترقی انھیں اس ہلاکت کی طرف بھی لہجھا رہی ہے۔

کیا آج تدبیر اور ذکر کی ضرورت نہیں بعض کا خیال ہے۔ کہ ہم الہام کی امداد کے سوا بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اہل مغرب اس نتیجہ پر آجائیں۔ تو حق بجانب ہیں۔ ہاں تو مذہب نے جس کا نام کلیسیا ہے۔ نہ صرف تعمیر تمدن میں امداد ہی نہیں دی۔ بلکہ انسانی ترقی کو ہی روک دیا۔ مغربی دماغ کلیسیا کے ماتحت ایک بنجر زمین بن گئی جہیں روئیدگی کے آثار اس وقت پیدا ہوئے جب کلیسیا کے پنجے سے نکل کر یہ دماغ خارجی بارش سے سیراب ہوئے۔ لیکن قرآن کریم کا بالمقابل یہ عوٹے ہے۔ کہ الہام کے سوا انسان نے کوئی ترقی نہیں کی۔ تاریخ تمدن جدید کا مطالعہ بھی قرآن کے حق میں ہی شہادت دیتا ہے۔ آج کا تمدن اور اس کے ماتحت مادی ترقی کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ اور یہ دیکھنا ہوں۔ کہ ان تین چیزوں کی طرف انسان کی توجہ نہ صرف قرآن نے ہی دلائی۔ بلکہ اس ہی کے متبعین اول نے قرآن کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور انہی تینوں چیزوں کے متعلق صفحہ ہستی پر متمیز نقش قدم چھوڑے۔ جو مغربی اقوام کے آج ہادیے راہچہ وہ تین مسبب ذیل ہیں:-

الف - علم -

ب - انسان کی تفسیر میں کائنات کا آنا۔

ج - اس تفسیر کے لئے مختلف علوم کا پیدا ہونا +

پہلے دو امور تو چنداں تشریح کے محتاج نہیں۔ دُنیا نے اسلام سے پہلے مختلف تہذیبیں دیکھیں۔ لیکن کسی تہذیب نے انسان کی توجہ حصول علم کی طرف نہ دلائی۔ نہ اسلام پہلے علم کی مختلف شاخیں پیدا ہوئیں۔ اسلام نے حصول علم کو نہ صرف ایک مُسَلَّم کا فریضہ ہی ٹھہرایا، بلکہ قرآن کے پہلے الہام نے انسان کی جس عظیم الشان حکومت کا ذکر کیا۔ اس حکومت کو الہام اول نے حصول علم سے وابستہ کیا۔ اور اس غرض کے لئے انسان کو نوشت و خواندگی کی طرف مُستوجِب کیا۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ نشہ علم کا موجب یہی نوشت و خواندہ ہے۔ اور اس کا کمال اسلام کا ہی مرہون ہے۔ تفسیر کائنات کا خیال قرآن نے ہی انسان کو دلایا۔ قرآن سے پہلے تو اشیاء کائنات انسان کی معبود تھیں۔ قرآن نے ہی توجہ دلائی۔ کہ یہ چیزیں تمہاری معبود نہیں۔ بلکہ تمہاری مُسَلَّم ہیں۔ اس حکمِ ربی کے ماتحت مسلمانوں نے ان راہوں کو دریافت کرنا شروع کیا۔

جن سے کائنات کی چیزیں انسان کی خدمت میں لگ جائیں۔ اور میں آگے چل کر دکھلاؤں گا کہ اس امر میں قرآن جس مقام پر انسان کو پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی بہت دور ہے +

ان دو باتوں نے طبیعتاً علوم کیمیاوی۔ ہندیات اور خصوصاً علوم غوصیہ الاشیاء کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ اور مسلمان مرہے۔ کہ اسلام سے پہلے کل کی کل دنیا ان علوم سے قطعاً نا آشنا تھی۔ اب ان علوم کی جان۔ علوم ریاضی ہے۔ علمی تحقیق میں آچکا ہے۔ کہ کل چیزیں ایک قسم کے مواد سے بنتی ہیں۔ مثلاً حیوانات میں سُور۔ گُت۔ مُرغ۔ اور انسان ان چاروں کے اجسام ایک ہی قسم کے اجزاء سے تیار ہوئے ہیں۔ جہاں یہی اجزاء مختلف اندازوں میں مختلف موازنوں میں ترکیب پا کر مختلف جسمی ہئیتیں پیدا کرتے ہیں۔ اور یہی اختلاف مقدار مختلف حیوانوں میں مختلف شعور پیدا کرتے ہیں۔ پھر بھی اور اک دستور مختلف خلاق ہئیتیں اختلاف کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہمیں جن علوم مختلفہ کے حصول کی ضرورت ہے وہ ان اندازوں کے علم پر منحصر ہے جن میں مختلف چیزوں نے ترکیب پا کر مختلف خواص ظاہر کرتے ہیں۔ قرآن سے پہلے کسی کو علم نہ تھا۔ کہ دنیا کی ہر ایک چیز کی پیدائش ایک ایک اندازہ سے وابستہ ہے۔ اور جو شخص بھی ان اندازوں سے واقف ہو جائیگا۔ وہ کائنات کا حکمران ہوگا۔ الغرض یہ ایک بھاری انکشاف تھا۔ جس کا انسان محتاج تھا۔ قرآن نے جس طرح ان اندازوں پر زور دیا ہے۔ اور جن الفاظ میں تعلیم کی انکی طرف تو مسلمانوں کے بعد کئی سو برس تک دوسری قوموں کی توجہ نہیں ہوئی۔ اور اب اسلامی نقش قدم پر چل کر مزید بعض وہ علوم مرتب کئے۔ جن کی طفیل انسان مختلف قسم کی ہلاکتوں سے بچ گیا مثلاً قرآن کریم نے یہ اولاً فرمایا۔ کہ ہلاک مختلفہ میں چاند۔ سورج۔ سپائے ستارے کام کر رہے ہیں۔ وہ سب کے حساب اور اندازوں کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علم نجوم والے اس بات کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو پھر اس حقیقت کا انکشاف تمام کر کے انھیں علم ہیئت کی تدوین کی طرف متوجہ کیا۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ ہر ایک سیارے اور ستارے سے مقرر انداز پر روشنی آ کر زمین میں چلی جاتی ہے۔ اور زمین میں مختلف اشیاء کو پسیدہ کر دیتی ہے

گیا زمین کے محل کا موجب یہ آسمانی چیزیں ہوتی ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ حقیقت تو کھلے رکھنے
 طور پر قرآن نے بیاں فرمائی۔ لیکن اہل سائنس نے وہ کونسا علم دریافت کیا۔ کہ جس سے ہم ان آسمانی
 اجسام کے ان اندازوں سے واقف ہوں۔ کہ جن کے ماتحت یہ نور افشانی کرتے ہیں۔ تاکہ ان اندازوں
 پر چلکر ہم خود بھی مطلوبہ چیزیں پیدا کر لیں۔ جیسی کہ فرمایا۔ کہ جبرائیل آسمان کو آتی ہو۔ وہ مقرر اندازوں پر آتی
 ہے۔ اور اس معاملہ میں بھی مجھے کوئی کتاب نظر نہیں آتی جس میں بیش سے ان اندازوں کا علم دیا گیا ہو۔ یہ تو قرآنی اخاروں
 سے ہم نے سمجھ لیا۔ کہ بادل کس طرح بنتے ہیں۔ لیکن ہمیں اب یہ دریافت کرنا باقی ہے۔ کہ کن کن اندازوں
 سے پانی نیچے آتا ہے۔ اور پھر کس طرح نباتات کا موجب ہو جاتا ہے۔ جس وقت ہم ان اندازوں سے واقف
 ہو جائیں گے۔ اُس وقت ہم فصلات کو بڑھا سکیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ مروج سے سپاس برس پہلے
 جہازوں کے جہاز تباہ ہو جاتے تھے۔ قرآن کی تعلیم سے مسلمانوں نے علوم جہاز رانی کو مرتب کرنا شروع کیا۔ لیکن
 جہالت نے کچھ غصہ کیلئے انکے ذخائر علوم کو محو و کر دیا۔ آج فن جہاز رانی میں اس قدر ترقی ہو گئی ہے۔
 کہ سمندر کے رنج انج کے متعلق دریافت ہو چکا ہے۔ کہ کس وقت کس جگہ پانی کی کیا رو ہوتی ہے۔ پھر سب بڑھ کر
 قرآن نے تعلیم دی تھی۔ کہ ہوائیں ہی جہاز کو چلاتی ہیں۔ آج دناتر آب و ہوا کی رصد گاہوں نے ہواؤں کی
 رفتار کا ہمیں علم دیا ہم اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو گئے۔ کہ کہاں مختلف اطراف سے ہوائیں
 آن کر سمند میں طوفان برپا کر دیتی ہیں۔ اور انھیں غرقابی سے بچانے کیلئے ہم اپنے جہازوں کو اس طرف
 جاتے نہیں دیتے۔ الزم قرآن کریم نے تو بار بار اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ کائنات میں ذرہ
 ذرہ قوانین اور اندازے حکمرانی کر رہے ہیں۔ انہی اندازوں اور قوانین کو جمع کر کے ان سے نتائج نکالتے کا نام
 علوم مختلفہ ہے۔ ان اوراق میں کثرت مجموعی میں ان باتوں کا جسہ جسہ ذکر کرونگا۔ جو قرآن کریم نے انسانی
 تمدن و تہذیب کے لئے تعلیم کی ہر کتاب کے پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے۔ کہ جن جہند
 باتوں نے آج تمدن کو ترقی دی ہے۔ وہ تو ان امور کا مختصر سا حصہ ہے۔ جو قرآن نے تعلیم کیا۔ ایسا ہی مسلم
 اصحاب کو نظر آجائے گا۔ کہ ان امور نے انکے بزرگوں کو مقابل کیا۔ کہ تاریخ عالمیں متمیز و ممتاز ہو گئے
 اور جن باتوں کو چھوڑنے پر ہماری نسل تباہ ہو گئی۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ باتیں جو ترقی انسان کے لئے
 از بس ضروری ہیں۔ وہ ان کتابوں کے سوا کہیں اور نظر آتی ہیں جنہیں مختلف اقوام الہامی سمجھتے ہیں۔
 ان کتابوں کو دنیا میں مشن کرنا اے انبیاء کمالے۔ ان کے دلائل خود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کا وجود دنیا کے

کس قدر مبارک ثابت ہوگا +

الف۔ ان لوگوں کا ظہور اس وقت ہوا۔ اور اس قوم میں ہوا۔ جو ہلاکت کی طرف جارہی تھی +
ب۔ یہ لوگ اپنی قوم میں ادنیٰ مشیت کے نہ تھے۔ بلکہ معزز طبقے میں تھے۔ نہ انھوں نے وعظ و نصیحت کو۔ وجاہت و معیشت کا ذریعہ بنایا +

ج۔ ان لوگوں نے اپنی محنت کا اجر کسی کو نہیں مانگا۔ بلکہ جن میں یہ بزرگ اس کام پر مامور تھے انہوں نے اپنے کاروبار کو بھی چھوڑ دیا۔

(۵) آخر کار یہ لوگ اور ان کے متبعین کا مریاب ہو گئے۔ ان کے نام آج تک بھی عزت سے لئے جاتے ہیں اور ان کے مخالفین تباہ ہو گئے +

(۸) ان لوگوں نے جو تعلیم کی دینی اور ہدایت کی تعلیم تھی۔ اور پھر اپنی باتوں کو حکم کے ساتھ نہیں منوایا۔ بلکہ بدلائل تعلیم کی ان مذکورہ بالا پانچ باتوں کو زمانہ کی تاریخ ثابت کرتی ہے۔ اب کیا یہ امور ثابت نہیں کرتے کہ انسان کو ان کی باتوں پر کان دھرنا چاہیے +

قرآن کریم نے سورۃ یسین کے شروع میں مثال کے طور پر چند مسلیں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا ظہور بھی ایسے وقت ہی ہوا۔ اور انکی مخالفت پر قوم تباہ ہوئی انھوں نے پیغام ہدایت پہنچا دیا۔ اور اسی پیغام کو انہیں شجرت میں بخش کیا۔ کہ وہ خدا کی طرف سے تھے پھر قرآن نے مثال کے طور پر ایک ایسے شخص کا بھی ذکر کیا جس نے نیک پیغام کو قبول کیا۔ اور وہ عزت پا گیا اس نے صرف تین باتیں دیکھیں اول یہ پیغام بلا اُہرت تعلیم دیتے ہیں +

دو یہ۔ ہدایت کا راستہ بتلاتے ہیں +

سو یہ۔ جب ہمارا خالق ہر ایک چیز کو کسلی پر چلا رہا ہے۔ تو ہمارے لئے بھی اسے اسے جاننے کوئی راستہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر ہم اس کے راہوں سے الگ ہو گئے تو عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ یہی باتیں قرآن نے بار بار بطور سبق پیش کی ہیں۔ کسی معجزہ یا خوارق پر بطور ثبوت ورنہیں یا رعبے اول کہا۔ کہ میری تعلیم کو عقل و دانش ہی کے وسیعہ پر رکھو۔ پھر کہا۔ کہ میں جو تعلیم کرتا ہوں۔ تمہیں اپنا فائدہ دیکھ لو۔ اور ان لوگوں کو تمہیں دیکھا ہوں تمہیں تباہی کی طرف لجا رہی ہیں قرآن کریم کی اپنی باتوں کو کج میں سمجھنا توہوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ وہ بھی قرآن کی تعلیم کو عقل ہی پر رکھیں۔ نہ ہرے متعلق جس بات پر انہیں

اعتراض ہو۔ اسکے لئے دلائل غفیلہ قرآن سے طلب کریں۔ اور قرآن اس مطالبہ میں پورا تکلیف گاہ بنائیا وہ دیکھیں کہ قرآن اُن کے نفع کی بات کہتا ہو۔ یا کوئی ٹھکانہ امر منہار ہا ہو۔ وہ قرآنی تعلیم کو منہجی رنگ میں دلیں۔ انھیں سن و تہذیب کی ضروریات کی نگاہ کو دیکھیں مثلاً ذیل میں قرآن کی تعلیم اختلافی میں صرف چند باتیں بیان کرتا ہوں میں مان لیستا ہوں۔ کہ ان میں کوئی نئی باتیں نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ باتیں اس وقت مدعیان تہذیب میں موجود ہیں یا نہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ علم دولت و فضیلت کے باوجود یہ قرآنی حقیقی راحت سے کیوں محروم ہیں۔ اور کیوں انسانی تکلیف ن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا باعث صرف فحاشی کا فقدان ہے مثلاً قرآن کہتا ہے:-

”کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ والدین سے احسان کرو۔ بچوں کو اسلئے نہ مارو۔ کہ اخراجات کہاں کولائیں گے۔ بڑی کرنا چھوڑیں۔ بڑی کے نزدیک تک بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ بدی پوشیدہ ہو یا ظاہر ہو۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔ یتیم کے مال کے نزدیک تک نہ جاؤ۔ ہاں اسکی بلوغت تک اگر اسکی جائیداد کا انتظام اچھی طرح کر سکو تو کرو۔ ماپ تول (اور دیگر معاملات میں) انصاف و ایمان داری کو کام لو۔ جو کرو۔ یا (بطور شہادت) آکو۔ انصاف کو سامنے رکھو۔ خواہ (تمہاری شہادت) تمہارے رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جو معاہدات تم نے اللہ سے کئے ہیں۔ انکو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی راہوں کی اطاعت کرو۔ اگر والدین میں کوئی ضعیفی تک پہنچ جائے۔ تو اُن کے مقابل اُن تک نہ کرو۔ ان سے سختی نہ پیش آؤ۔ شیریں کلامی کو کام لو۔ اور ان کے ساتھ شفقت کرو۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرو۔ مساکین مساکروں سے مروت کرو۔ فیض و بخشش نہ کرو۔ غریب سے خوش کلامی کرو۔ نہ تو کینجی کرو۔ اور نہ ہاتھ کو باطل کھلا چھوڑو۔ جو آوروں سے معاہدات کرتے ہو انھیں پورا کرو۔ جس بات کا علم نہ ہو۔ اسکی پیروی نہ کرو۔ یعنی نہ اُس کی بنا پر کچھ منہ سے کلمہ نکالو۔ نہ کوئی کام کرو۔ یاد رکھو۔ تم اپنے کان آنکھ اور دل کے ذمہ دار ہو۔ غر و مباحات نہ کیا کرو۔ اور نہ غرور سے چلا کرو۔ یہ باتیں ناپسندیدہ ہیں۔“

یہ چند باتیں میں نے سورہ انعام اور سورہ بنی اسرائیل سے خاص طور پر لی ہیں میں دیکھتا ہوں۔ ان میں سے اکثر باتیں متمدن قوموں میں نہیں۔ خاص کر صلہ رحمی۔ مروت۔ مروت کا نام تک نہیں والدین سے حسن سلوک تک نہیں۔ اُس قسم کے قتل تو نہیں ہوتے۔ جیسے مشرق میں ہوتے ہیں لیکن اسی کی بدترین شکلیں مذہب قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس وقت مغربی قوموں میں مال دولت

کثرت سے موجود ہے لیکن غربت و فلاکت کی بھی انتہا نہیں۔ اگر مذکورہ بالا مروت کے احکام کو عمل میں لایا جاتا۔ تو مغرب کا بڑا بھاری حصہ موجودہ مصائب سے بچ جاتا۔ قرآن تو حکم دیتا ہے۔ کہ زنا کے مبادی کو اختیار نہ کرو۔ اور مغرب میں سیاہ کاری کی مبادی امور کا ارتکاب تہذیب کا حصہ ہے۔ یہاں حکم ہوتا ہے۔ کہ ظاہرہ بدی چھوڑ پویشیدہ بدی کے نزدیک تک نہ جاؤ۔ اور مذہب سے مذہب قومیں ان راہوں کی تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ کہ جن سے اُن کی درپردہ سیاہ کاریاں ظاہر نہ ہو سکیں۔ گویا بدیوں کو پینک کی نگاہ سے بچا لیتا ہی ایک بڑی خوبی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قدیم زمانہ کی طرح اخراجات کے خوف سے بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اسی خوف سے آئندہ سپہائش کو اس قدر روک لیا جاتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ کی بچہ کشی کی حقیقت اس کے سامنے کچھ نہیں تھی۔ پردہ ایک امر مذہب کا تھا۔ اور آج یہ باتیں حلال و طیب سمجھی جاتی ہیں اول تو خانہ داری کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے خادہ ہی نہیں کی جاتی۔ اور اگر شادی ہو بھی تو مرد و عورت اولاد کے روکنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اور یہ باتیں آج تہذیب کا جز بھی جاتی ہیں۔ اہل مغرب کو تھوڑے ہی دن تک پتہ لگ جائیگا۔ کہ ایسے تمدن کی تباہی کو کتنی جلدی لائیں گے۔ قرآن تو یہ کہتا ہے۔ کہ جس بات کی تحقیق نہ ہو محض ظنیات پر کوئی کام نہ کرو۔ آج ایک دنیا ایک دوسرے کے خلاف منہ کھول لیتی ہے۔ اور دنیا کے امن میں فرق ڈالتی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ مذہب اگر ان باتوں کیلئے آیا تھا۔ تو پھر اس سے تہذیب کو امداد ہوتی ہے۔ یا نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن دانایانِ مغرب سچے ہیں۔ وہاں تو مذہب نے کفارہ کے لباس میں بدی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ وہاں تو مذہب ہی احساق کا تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ بہر حال مغرب کا مذہب تو انسانی ساخت کا نتیجہ ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ اگر ہم بعض احکام کو خدا کی طرف سے آیا ہوا سمجھ لیں۔ تو جس مستعدی کے ساتھ ہم چلتے ہیں۔ اس کا عشر عشر بھی ہم میں نہیں رہتا۔ اگر وہی احکام کسی احساقی کتاب میں موجود ہیں۔ اب جن باتوں کو میں نے اوپر لکھا ہے۔ ان کی پیروی اسلئے ایک جملہ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کے حکم ہیں۔ اگرچہ یہ احکام حقیقی تہذیب و تمدن کی جان ہیں۔ لیکن چونکہ ان احکام

کو کسی ایسے غریب نے مزئی تمدن قوموں کے سامنے پیش نہیں کیا کہ وہ خود کی ٹکی سے سمجھ جاتے ہیں۔ سلطان کی پیروی نہیں ہوتی۔ ان امور بالا کا ضروریات انسانی میں ہوتا اور لاندہ ہی کے باعث تمدن قوموں کا ان پر نہ چلنا۔ اس امر کو ثابت کرتے ہیں۔ کہ مذہب الہامی کس قدر ضروری ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ دی و لنگ مسلم اینڈ لٹریٹری ٹسٹ لاہور بابت دسمبر ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	پانی	آند	روپیہ	تفصیل خرچ	پانی	آند	روپیہ
آمد مشن درویہ و کتب -	۱	۰	۰	خرچ مشن درویہ و کتب در -	۰	۰	۰
آمد ریز و قند -	۲	۰	۰	انگلستان و ہندوستان -	۰	۰	۰
میزان -	۰	۰	۰	میزان -	۰	۰	۰

دستخط - فنانشل سکریٹری دی و لنگ مسلم مشن اینڈ لٹریٹری ٹسٹ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مشن و لنگ اسلامک ریلوے کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت دسمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	لکھنؤ	اسمیت مصلی حاجت	پانی	آند	روپیہ	تاریخ	لکھنؤ	اسمیت مصلی حاجت	پانی	آند	روپیہ
۱۳۱۳	۱۳	۱۳	۰	۰	۰	۱۳۱۳	۱۳	۱۳	۰	۰	۰
۱۳۱۴	۲	۱۴	۰	۰	۰	۱۳۱۴	۲	۱۴	۰	۰	۰
۱۳۱۵	۳	۱۵	۰	۰	۰	۱۳۱۵	۳	۱۵	۰	۰	۰
۱۳۱۶	۴	۱۶	۰	۰	۰	۱۳۱۶	۴	۱۶	۰	۰	۰
۱۳۱۷	۵	۱۷	۰	۰	۰	۱۳۱۷	۵	۱۷	۰	۰	۰
۱۳۱۸	۶	۱۸	۰	۰	۰	۱۳۱۸	۶	۱۸	۰	۰	۰
۱۳۱۹	۷	۱۹	۰	۰	۰	۱۳۱۹	۷	۱۹	۰	۰	۰
۱۳۲۰	۸	۲۰	۰	۰	۰	۱۳۲۰	۸	۲۰	۰	۰	۰
۱۳۲۱	۹	۲۱	۰	۰	۰	۱۳۲۱	۹	۲۱	۰	۰	۰
۱۳۲۲	۱۰	۲۲	۰	۰	۰	۱۳۲۲	۱۰	۲۲	۰	۰	۰
۱۳۲۳	۱۱	۲۳	۰	۰	۰	۱۳۲۳	۱۱	۲۳	۰	۰	۰
۱۳۲۴	۱۲	۲۴	۰	۰	۰	۱۳۲۴	۱۲	۲۴	۰	۰	۰
۱۳۲۵	۱۳	۲۵	۰	۰	۰	۱۳۲۵	۱۳	۲۵	۰	۰	۰
۱۳۲۶	۱۴	۲۶	۰	۰	۰	۱۳۲۶	۱۴	۲۶	۰	۰	۰
۱۳۲۷	۱۵	۲۷	۰	۰	۰	۱۳۲۷	۱۵	۲۷	۰	۰	۰
۱۳۲۸	۱۶	۲۸	۰	۰	۰	۱۳۲۸	۱۶	۲۸	۰	۰	۰
۱۳۲۹	۱۷	۲۹	۰	۰	۰	۱۳۲۹	۱۷	۲۹	۰	۰	۰
۱۳۳۰	۱۸	۳۰	۰	۰	۰	۱۳۳۰	۱۸	۳۰	۰	۰	۰
۱۳۳۱	۱۹	۳۱	۰	۰	۰	۱۳۳۱	۱۹	۳۱	۰	۰	۰
۱۳۳۲	۲۰	۳۲	۰	۰	۰	۱۳۳۲	۲۰	۳۲	۰	۰	۰
۱۳۳۳	۲۱	۳۳	۰	۰	۰	۱۳۳۳	۲۱	۳۳	۰	۰	۰
۱۳۳۴	۲۲	۳۴	۰	۰	۰	۱۳۳۴	۲۲	۳۴	۰	۰	۰
۱۳۳۵	۲۳	۳۵	۰	۰	۰	۱۳۳۵	۲۳	۳۵	۰	۰	۰
۱۳۳۶	۲۴	۳۶	۰	۰	۰	۱۳۳۶	۲۴	۳۶	۰	۰	۰
۱۳۳۷	۲۵	۳۷	۰	۰	۰	۱۳۳۷	۲۵	۳۷	۰	۰	۰
۱۳۳۸	۲۶	۳۸	۰	۰	۰	۱۳۳۸	۲۶	۳۸	۰	۰	۰
۱۳۳۹	۲۷	۳۹	۰	۰	۰	۱۳۳۹	۲۷	۳۹	۰	۰	۰
۱۳۴۰	۲۸	۴۰	۰	۰	۰	۱۳۴۰	۲۸	۴۰	۰	۰	۰
۱۳۴۱	۲۹	۴۱	۰	۰	۰	۱۳۴۱	۲۹	۴۱	۰	۰	۰
۱۳۴۲	۳۰	۴۲	۰	۰	۰	۱۳۴۲	۳۰	۴۲	۰	۰	۰
۱۳۴۳	۳۱	۴۳	۰	۰	۰	۱۳۴۳	۳۱	۴۳	۰	۰	۰
۱۳۴۴	۳۲	۴۴	۰	۰	۰	۱۳۴۴	۳۲	۴۴	۰	۰	۰
۱۳۴۵	۳۳	۴۵	۰	۰	۰	۱۳۴۵	۳۳	۴۵	۰	۰	۰
۱۳۴۶	۳۴	۴۶	۰	۰	۰	۱۳۴۶	۳۴	۴۶	۰	۰	۰
۱۳۴۷	۳۵	۴۷	۰	۰	۰	۱۳۴۷	۳۵	۴۷	۰	۰	۰
۱۳۴۸	۳۶	۴۸	۰	۰	۰	۱۳۴۸	۳۶	۴۸	۰	۰	۰
۱۳۴۹	۳۷	۴۹	۰	۰	۰	۱۳۴۹	۳۷	۴۹	۰	۰	۰
۱۳۵۰	۳۸	۵۰	۰	۰	۰	۱۳۵۰	۳۸	۵۰	۰	۰	۰
۱۳۵۱	۳۹	۵۱	۰	۰	۰	۱۳۵۱	۳۹	۵۱	۰	۰	۰
۱۳۵۲	۴۰	۵۲	۰	۰	۰	۱۳۵۲	۴۰	۵۲	۰	۰	۰
۱۳۵۳	۴۱	۵۳	۰	۰	۰	۱۳۵۳	۴۱	۵۳	۰	۰	۰
۱۳۵۴	۴۲	۵۴	۰	۰	۰	۱۳۵۴	۴۲	۵۴	۰	۰	۰
۱۳۵۵	۴۳	۵۵	۰	۰	۰	۱۳۵۵	۴۳	۵۵	۰	۰	۰
۱۳۵۶	۴۴	۵۶	۰	۰	۰	۱۳۵۶	۴۴	۵۶	۰	۰	۰
۱۳۵۷	۴۵	۵۷	۰	۰	۰	۱۳۵۷	۴۵	۵۷	۰	۰	۰
۱۳۵۸	۴۶	۵۸	۰	۰	۰	۱۳۵۸	۴۶	۵۸	۰	۰	۰
۱۳۵۹	۴۷	۵۹	۰	۰	۰	۱۳۵۹	۴۷	۵۹	۰	۰	۰
۱۳۶۰	۴۸	۶۰	۰	۰	۰	۱۳۶۰	۴۸	۶۰	۰	۰	۰
۱۳۶۱	۴۹	۶۱	۰	۰	۰	۱۳۶۱	۴۹	۶۱	۰	۰	۰
۱۳۶۲	۵۰	۶۲	۰	۰	۰	۱۳۶۲	۵۰	۶۲	۰	۰	۰
۱۳۶۳	۵۱	۶۳	۰	۰	۰	۱۳۶۳	۵۱	۶۳	۰	۰	۰
۱۳۶۴	۵۲	۶۴	۰	۰	۰	۱۳۶۴	۵۲	۶۴	۰	۰	۰
۱۳۶۵	۵۳	۶۵	۰	۰	۰	۱۳۶۵	۵۳	۶۵	۰	۰	۰
۱۳۶۶	۵۴	۶۶	۰	۰	۰	۱۳۶۶	۵۴	۶۶	۰	۰	۰
۱۳۶۷	۵۵	۶۷	۰	۰	۰	۱۳۶۷	۵۵	۶۷	۰	۰	۰
۱۳۶۸	۵۶	۶۸	۰	۰	۰	۱۳۶۸	۵۶	۶۸	۰	۰	۰
۱۳۶۹	۵۷	۶۹	۰	۰	۰	۱۳۶۹	۵۷	۶۹	۰	۰	۰
۱۳۷۰	۵۸	۷۰	۰	۰	۰	۱۳۷۰	۵۸	۷۰	۰	۰	۰
۱۳۷۱	۵۹	۷۱	۰	۰	۰	۱۳۷۱	۵۹	۷۱	۰	۰	۰
۱۳۷۲	۶۰	۷۲	۰	۰	۰	۱۳۷۲	۶۰	۷۲	۰	۰	۰
۱۳۷۳	۶۱	۷۳	۰	۰	۰	۱۳۷۳	۶۱	۷۳	۰	۰	۰
۱۳۷۴	۶۲	۷۴	۰	۰	۰	۱۳۷۴	۶۲	۷۴	۰	۰	۰
۱۳۷۵	۶۳	۷۵	۰	۰	۰	۱۳۷۵	۶۳	۷۵	۰	۰	۰
۱۳۷۶	۶۴	۷۶	۰	۰	۰	۱۳۷۶	۶۴	۷۶	۰	۰	۰
۱۳۷۷	۶۵	۷۷	۰	۰	۰	۱۳۷۷	۶۵	۷۷	۰	۰	۰
۱۳۷۸	۶۶	۷۸	۰	۰	۰	۱۳۷۸	۶۶	۷۸	۰	۰	۰
۱۳۷۹	۶۷	۷۹	۰	۰	۰	۱۳۷۹	۶۷	۷۹	۰	۰	۰
۱۳۸۰	۶۸	۸۰	۰	۰	۰	۱۳۸۰	۶۸	۸۰	۰	۰	۰
۱۳۸۱	۶۹	۸۱	۰	۰	۰	۱۳۸۱	۶۹	۸۱	۰	۰	۰
۱۳۸۲	۷۰	۸۲	۰	۰	۰	۱۳۸۲	۷۰	۸۲	۰	۰	۰
۱۳۸۳	۷۱	۸۳	۰	۰	۰	۱۳۸۳	۷۱	۸۳	۰	۰	۰
۱۳۸۴	۷۲	۸۴	۰	۰	۰	۱۳۸۴	۷۲	۸۴	۰	۰	۰
۱۳۸۵	۷۳	۸۵	۰	۰	۰	۱۳۸۵	۷۳	۸۵	۰	۰	۰
۱۳۸۶	۷۴	۸۶	۰	۰	۰	۱۳۸۶	۷۴	۸۶	۰	۰	۰
۱۳۸۷	۷۵	۸۷	۰	۰	۰	۱۳۸۷	۷۵	۸۷	۰	۰	۰
۱۳۸۸	۷۶	۸۸	۰	۰	۰	۱۳۸۸	۷۶	۸۸	۰	۰	۰
۱۳۸۹	۷۷	۸۹	۰	۰	۰	۱۳۸۹	۷۷	۸۹	۰	۰	۰
۱۳۹۰	۷۸	۹۰	۰	۰	۰	۱۳۹۰	۷۸	۹۰	۰	۰	۰
۱۳۹۱	۷۹	۹۱	۰	۰	۰	۱۳۹۱	۷۹	۹۱	۰	۰	۰
۱۳۹۲	۸۰	۹۲	۰	۰	۰	۱۳۹۲	۸۰	۹۲	۰	۰	۰
۱۳۹۳	۸۱	۹۳	۰	۰	۰	۱۳۹۳	۸۱	۹۳	۰	۰	۰
۱۳۹۴	۸۲	۹۴	۰	۰	۰	۱۳۹۴	۸۲	۹۴	۰	۰	۰
۱۳۹۵	۸۳	۹۵	۰	۰	۰	۱۳۹۵	۸۳	۹۵	۰	۰	۰
۱۳۹۶	۸۴	۹۶	۰	۰	۰	۱۳۹۶	۸۴	۹۶	۰	۰	۰
۱۳۹۷	۸۵	۹۷	۰	۰	۰	۱۳۹۷	۸۵	۹۷	۰	۰	۰
۱۳۹۸	۸۶	۹۸	۰	۰	۰	۱۳۹۸	۸۶	۹۸	۰	۰	۰
۱۳۹۹	۸۷	۹۹	۰	۰	۰	۱۳۹۹	۸۷	۹۹	۰	۰	۰
۱۴۰۰	۸۸	۱۰۰	۰	۰	۰	۱۴۰۰	۸۸	۱۰۰	۰	۰	۰
۱۴۰۱	۸۹	۱۰۱	۰	۰	۰	۱۴۰۱	۸۹	۱۰۱	۰	۰	۰
۱۴۰۲	۹۰	۱۰۲	۰	۰	۰	۱۴۰۲	۹۰	۱۰۲	۰	۰	۰
۱۴۰۳	۹۱	۱۰۳	۰	۰	۰	۱۴۰۳	۹۱	۱۰۳	۰	۰	۰
۱۴۰۴	۹۲	۱۰۴	۰	۰	۰	۱۴۰۴	۹۲	۱۰۴	۰	۰	۰
۱۴۰۵	۹۳	۱۰۵	۰	۰	۰	۱۴۰۵	۹۳	۱۰۵	۰	۰	۰
۱۴۰۶	۹۴	۱۰۶	۰	۰	۰	۱۴۰۶	۹۴	۱۰۶	۰	۰	۰
۱۴۰۷	۹۵	۱۰۷	۰	۰	۰	۱۴۰۷	۹۵	۱۰۷	۰	۰	۰
۱۴۰۸	۹۶	۱۰۸	۰	۰	۰	۱۴۰۸	۹۶	۱۰۸	۰	۰	۰
۱۴۰۹	۹۷	۱۰۹	۰	۰	۰	۱۴۰۹	۹۷	۱۰۹	۰	۰	۰
۱۴۱۰	۹۸	۱۱۰	۰	۰	۰	۱۴۱۰	۹۸	۱۱۰	۰	۰	۰
۱۴۱۱	۹۹	۱۱۱	۰	۰	۰	۱۴۱۱	۹۹	۱۱۱	۰	۰	۰
۱۴۱۲	۱۰۰	۱۱۲	۰	۰	۰	۱۴۱۲	۱۰۰	۱۱۲	۰	۰	۰

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزہ وقت بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

تاریخ	نمبر	سے عملی حاجت	پانی	آن	روپیہ	تاریخ	نمبر	سے عملی حاجت	پانی	آن	روپیہ
۱۰	۱	جناب عبدالرشید کوٹ	۵	۰	۰	۸۱	۱۳	جناب ذابغت یار کوٹ	۸	۰	۲
۱۱	۵	وہو جاہ جیوٹ بن۔ مہاراجہ عہد	۳۲	۹	۰	۸۲	۰	وہو جاہ الدین صاحب کوٹ	۵	۰	۵
۱۲	۶	قیمت تون اسلام ہر دو حصہ	۹	۱۲	۰	۸۳	۰	پرنسپل آف میجر جنرل اللہ خاں صاحب کوٹ	۱۰	۰	۱۰
۱۳	۷	وہو جاہ خاں صاحب مردان	۱۰	۰	۰	۸۴	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۵	۰	۵
۱۴	۸	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۸۵	۰	جناب عبدالحمید صاحب کوٹ	۱۰	۰	۱۰
۱۵	۹	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۸۶	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۲۵	۰	۲۵
۱۶	۱۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۸۷	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۵	۰	۵
۱۷	۱۱	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۸۸	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۱۰
۱۸	۱۲	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۸۹	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۱۰
۱۹	۱۳	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۱۰	۰	۰	۹۰	۰	وہو جاہ علی صاحب کوٹ	۲۵	۰	۲۵

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم شہر لاہور، کتب ہندوستان انگلستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل خرچ	پانی	آن	روپیہ
۱۹۱	۱	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۲	۲	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۳	۳	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۴	۴	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۵	۵	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۶	۶	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۷	۷	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۸	۸	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۱۹۹	۹	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸
۲۰۰	۱۰	بل سٹوا مل لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء	۶	۰	۶۸

حمد - تسبیح - استغفار

گووردو وظائف کا زمانہ ختم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی پڑانے بزرگ کہیں کہیں نماز فجر کے بعد
 سبحان اللہ و بھم کا وظیفہ پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ان کا ایسا کرنا ارشاد خداوندی کے ماتحت ہم قرآن کریم
 نے بالفاظ صریح حکم دیا ہے کہ ہم صبح و شام حمد و تسبیح کیا کریں۔ مترجمین کہتے ہیں کہ ان وظائف
 کو غلطی کی طرح در زبان کرنے سے کیا فائدہ خصوصاً جبکہ پڑھنے والا الفاظ کے معنی کو بھی ناواقف ہو
 حق الامر بھی یہی ہو۔ کہتے ہیں کہ ہم خداوندی کی غرض کو نہیں پشت کر کے مقدس الفاظ کا دہراتا سیکھ لیا
 اور آج وہ بات بھی مفقود ہو رہی ہو۔ قرآن کریم نے حمد و تسبیح کے علاوہ ایک اور بات پر بھی زور دیا ہے۔ وہ
 استغفار ہے۔ قرآن کے آخری الہامات میں ایک سورہ النصر بھی ہر نبیؐ کہتے ہیں کہ یہ آخری الہام ہے بعض
 خیال کریں کہ اسکے بعد ایک آیت الیوم اکملت لکم دینکم والی نازل ہوئی۔ بہر حال سورہ نصر میں اس
 کامیابی کی طرف اشارہ ہے جو اس تاریخ سے اکیس بائیس سال پہلے بتلائی گئی۔ یہ حضرت مسلم کی عین کامیابی
 کا وقت تھا۔ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد صرف چند ماہ ہی آپؐ اس دنیا میں رہے۔ ایسے وقت
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے تسبیح و الحمد برابر واستغفرہ۔ پس تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح
 اور غفر طلب کریں۔ آپؐ کامیابی کو پہنچ چکے ہیں۔ اور دنیا سے رخصت ہو نوالے ہیں۔ پھر اگر اس
 حکم کی مخاطب آپؐ کی امت نہیں تو اذکر ان ہے +

اب اگر غور کر دیکھا جائے تو تعلیم قرآن کا لیباب یہی تین امور ہیں۔ اور سورہ النصر میں ان کا اتنا اسباب
 کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ظفر و کامیابی کی کنجی یہی تین باتیں ہیں۔ اگر ہماری نماز کا تجزیہ کیا جائے تو
 وہاں بھی یہی تین باتیں اس میں نظر آتی ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ عَمَّا
 یصِفون میں بھی ان ہی تین باتوں کا ذکر ہے۔ لیکن اس سے یہ تو مراد نہیں۔ کہ ہم ہزار دانے کی
 تسبیح ہاتھ میں لے کر کسی وقت سبحان اللہ و الحمد یا دوسرے وقت استغفر اللہ
 پر زور دیں۔ یہ باتیں میں نئی تعلیم کے اثر سے نہیں کہتا۔ اگر درخت اپنے پھل سے
 پہچانا جاتا ہے۔ تو پھر اس لفظی حمد و تسبیح یا استغفار کا کیا ثمر نظر آ رہا ہے تو قوم دن
 بدن ان خطا کی طرف جا رہی ہے۔ تنزل و ادب و چاروں طرف مسئلہ لاہ ہے۔ تسبیح حمد
 استغفار بھی زبان پر جاری ہے۔ لیکن ہماری مشکلات کا قدم آگے کو بھی جاتا ہے۔ سورہ

النصر تو ہماری کامیابی ان تین امور سے وابستہ کرتی ہے لیکن تسبیح خوانی کا نتیجہ اسکے عکس ہے اس نظریہ سے اور مشابہہ سے یہ نظر آتا ہے۔ کہ قرآن کے سمجھنے والے اور اسکے عامل کسی اور رنگ میں تسبیح حمد و استغفار کیا کرتے ہوئے۔ اور ان کا یہ طریق نہ تھا۔ جو آج ہمارے ہے اس امر پر میں کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تسبیح کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم اللہ کی کو ہر ایک قسم کے نقص اور عیب سے پاک اور رافع قرار دیتے ہیں۔ تو الفاظ حمد میں ہم یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ ذات پاک مجتمع صفت جامع ہے یعنی حمد کے وقت ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ جو کوئی خوبی تحصیل تک میں آ سکتی ہے۔۔۔ وہ ساری کی ساری خوبیاں خدا کی ذات میں آ جمع ہو گئیں۔ اور تسبیح کے وقت ہم ذات باری کو ہر عیب نقص سے منزہ اور مبرا سمجھتے ہیں۔ یہ جو خدا کے سو صفت قرآن و حدیث میں آئے ہیں یعنی ان میں سے منانوں و سلاقی الہیہ تو حدیث میں آ گئے۔ اور قرآن نے ان تناوین کے علاوہ صفت رب کا بھی بار بار ذکر کیا ہے۔ یہ گل کے گل اسماء و قسموں میں منقسم کئے گئے بعض کو صفتِ تَحْمِید یہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے اسماء کو تسبیح یا تنزیہ کہتے ہیں۔ صفتِ تَحْمِید یہ سے خوبیاں مراد ہیں۔ اور تنزیہ اسماء کی گل بدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جن سے وہ ذات برتر و ارفع ہے۔ گویا یہ گل کے گل صفاتِ مستہم کے اخلاق کو اپنے دائرہ میں لے آتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی نیکی ہو یا بدی ان سب پر یہ اسماء حاوی ہیں۔ یہی وہ اسماء ہیں۔ جن میں ہماری حمد و تسبیح کے الفاظ آ جاتے ہیں۔ اسی طرح تَحْمِید یہ اسماء میں ایسے اسماء بھی ہیں۔ جن کا تعلق خدا تعالیٰ کے عفتِ ران یا مغفرت سے +

{ افسوس ہے۔ کہ عدم گنجائش کے باعث مضمون کا اصلی حصہ رہ گیا }

{ جو ماہ مارچ میں شائع ہوگا + }

ناظرین کرام سے التماس ہے۔ کہ وہ براہ مہربانی خط و کتابت کے وقت اپنی مسندِ یاری کی اپٹ کے نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں +

ملینجر۔ رسالہ اشاعتِ اسلام۔ عربیہ منزل برائڈر تھ روڈ۔ لاہور

حضرت یسوع کی آمد ثانی

از قلم جناب کے یسوع محمد مصطفیٰ

آیت ۹۔ اور حبیب لڑائیوں اور فساد و فتنی افواہیں سنتے تو ٹھہرنا نہ جانا۔ کیونکہ ان کا پہلے واقعہ ہوا ضرور ہے لیکن اس وقت فوراً خاتمہ نہ ہوگا +

آیت ۱۰۔ ابھر میں نے ان کو کہا کہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھانی کریگی۔

آیت ۱۱۔ اور بڑے بڑے بچہ نچال آئیں گے۔ اور جابجا کال اور مری پڑیں اور عمان پر بڑی دہشتناکیاں اور فحاشیاں ظاہر ہونگی +

آیت ۱۲۔ لیکن ان سب باتوں کو پہلے دو میرے نام کے سبب نہیں پکڑیں گے۔ اور ناسٹینکے اور عبادت خانوں کو ٹھونکنے والے کریں گے۔ اور قریہ خانوں میں ڈولواٹیں گے۔ اور بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے حاضر کریں گے +

آیت ۱۳۔ اور یہ تمہارے گواہی دینے کا موقع ہوگا +

آیت ۱۴۔ پس اپنے دل میں ٹھان رکھو کہ ہم پہلے سے فکر نہ کریں گے۔ کہ کیا جواب دیں +

آیت ۱۵۔ کیونکہ میں نہیں ایسی بات اور حکمت و فلک کر ٹھہراؤں کوئی مخالفت ممانتا کرنے یا خلاف کہنے کا حقدار نہ رکھتا

آیت ۱۶۔ اور تمہیں مل پاپ اور بھائی اور رشتہ دار اور دوست بھی پکڑاؤں گے بلکہ وہ تم میں سے بعض کو مرواؤں گے +

آیت ۱۷۔ اور میرے نام کے سبب سب لوگ تم سے عداوت کھینکے +

آیت ۱۸۔ لیکن تمہارے سر کا ایک بال بھی سیکا نہ ہوگا +

آیت ۱۹۔ اپنے صبر سے تم اپنی جانیں بچائے رکھو گے + اور آیت ۲۱ باب ۱۹

اس پیشگوئی کی خوبیاں اس کے نفت نص میں مضمحل ہیں یہ پیشگوئی ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔

اگرچہ سبھی بزرگوں نے متعدد بازار کی تکمیل کی تاریخ معین کی ہے +

عبارت مذکورہ بالا کی آخری تین درسیز کے متعلق اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ جلی اور الماتی

ہیں۔ کیونکہ قدیمی نسخوں میں ان کا وجود ندارد ہے۔ اور وہی منفعہ دراصل مابعد کیلئے بمنزلہ نبیاء ہیں۔

جس میں دلگیت بھی شامل ہے۔ اگر کسی دستاویز کا کوئی حصہ جلی اور فرضی ثابت ہو جائے۔ تو پوری دستاویز

پایا متیاز سے ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں ہم ایک قسم اور آگے بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ ان درسیز کا جلی ہوتا

ان لوگوں کو بھی مسلم ہے جو اس کتاب کی صحیح مدعی ہیں +

لیکن ہم درست اس پیشگوئی کو کچھ نہیں لیتے ہیں۔ اس سے کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس میں ان امور کا تذکرہ

کیا گیا ہے۔ جس کے متعلق عمومی سچا یا سچا بھی قیاس و دواڑا سمجھا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات

جو کہ اس پیشگوئی میں بیان کئے گئے ہیں عموماً پیش آتے ہیں +

تھپسالی اور جنگِ دباء اور زلزلے دُنیا میں اس قدر آچکے ہیں کہ اگر کسی پیشگوئی میں ان کا تذکرہ کیا جائے تو اس کی اہمیت نکالیں گے گھٹ جائیگی۔ علاوہ بریں کسی تذکرے کے جس میں کوئی باتوں سے نمونہ سابقہ پڑا کرتا ہے اور اگر وہ اپنے طبقہ کو تعلق رکھتے ہوں تو یقیناً انھیں ستایا بھی جاتا ہے لیکن ان امور کو قطع نظر کر کے یہ پیشگوئی بیک وقت کئی باتوں کا تذکرہ کرتی ہے جو ممکن ہے کہ بیک وقت واقع نہ ہوں۔ کیونکہ ابھی تک تو ایسا ہوا نہیں ہے۔ شاگردوں کی مصیبت کا آغاز یسوع صاحب کے فلسطین میں رخصت ہونے کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کو جیلانیوں میں لایا گیا اور یسوع صاحب کے نام پر بہت کچھ ایذا دی گئی۔ اور بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے پیش کئے گئے۔ یہ پیشگوئی کسی نبی کے دماغ کی محتاج نہیں۔ کیونکہ انیسارسانی کا سلسلہ تو یسوع صاحب کی موجودگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور یہود کے خلاف مزاج تعینات کا یہ نتیجہ بالکل اک قدرتی بات تھی۔ اس میں کئی بھی شک نہیں۔ کہ شاگردوں نے ہر قسم کی تکلیف بہت صبر اور خاموشی کے برداشت کی لیکن انھیں یقین کامل تھا کہ ہمارا ہادی حسبِ وعدہ واپس آئیگا۔ جیسا کہ اس کے الفاظ کا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میں تم سے سچ بچا کہتا ہوں کہ نسل نہ گزردگی کہ ابنِ آدم آجائیکا اور ساری باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔ ان لفظوں پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے شاگردوں میں بہت کچھ استقامت پیدا ہو گئی تھی لیکن اس کے الفاظ گزر گئے۔ اور وہ وقت نہ آیا۔ گزمین اور اسمت گزر جائیں علاوہ بریں شاگردوں کی اذیت کے زمانہ میں کوئی غیر معمولی بات دُنیا میں نظر نہیں آئی۔ نہ تو زلزلے آئے۔ نہ لڑائیاں ہوئیں۔ نہ وہاں بھیلی۔ بلکہ زمانہ مابعد میں بھی ان موعودہ باتوں میں کوئی بات پوری نہ ہوئی۔ آخری دو صدیوں کے آخری چالیس سالوں میں کئی کئی واقعات ہوئے۔ اور ایک قوم دوسری قوم کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ بڑے بڑے زلزلے بھی آئے۔ اور بعض ممالک میں تھپسالی اور وبا کا دور بھی ہوا۔ لیکن نہ تو آفتاب تاریک ہوا اور نہ چاند روشنی سے باز رہا اور ابنِ آدم کی واپسی سے پہلے ان باتوں کا واقعہ نہا بہت ضروری تھا۔

ہم الفاظ مذکورہ کو استعارہ کے رنگ میں بھی لے سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں یہ ایڈونٹسٹ فرقہ آمثالی کو لفظی رنگ میں تسلیم کرتا ہے۔ علاوہ بریں مذکورہ بالا امور میں سے بہت سے مظاہر اس وقت واقع ہوئے۔ جبکہ وہ لوگ جو حضرت یسوع کے نام پر تبلیغ کر رہے تھے

بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر حکام وقت کے سامنے نہیں لائے جاسکتے تھے۔ کبے برخلاف ان کو دیگر ممالک میں داخل ہونے کی آسانیاں نصیب ہو گئی تھیں۔ اور یہ سب باتیں اس امر کو ثابت کرتی ہیں کہ یہاں یہ پیشگوئی ایک فساد ہے۔ یا ان باتوں کا ایک غیر معتبر تذکرہ ہے۔ جو حضرت مسیحؑ نے مختلف اوقات میں فرمائیں۔ یا تو خود انہی کو آئندہ واقعات کا بہت سطحی علم تھا یا وقائع نگاروں نے جنہوں نے واقعات دو صدی بعد لکھے مختلف امور کو باہم مخلوط کر کے پیش کیا ہے +

بیکسوں کے ساتھ آنحضرت صلیم کی طرز عمل

بقلم محمد علی الحاج سلیم حسنا

وہ شخص بہت مبارک ہے۔ جو آنحضرت صلیم کی زندگی کا مطالعہ اس نظر سے کرتا ہے۔ کہ آپ کی طرز عمل کو اپنے لئے نمونہ بنائے۔ کیونکہ نبی کریمؐ جس طرح ایک فاتح کیلئے نمود ہیں۔ اسی طرح ایک غریب اور بیکس انسان کے لئے بھی نمونہ ہیں۔ آج کوئی شخص آپ کی راستبازی صداقت شناسی اور عفو سیرت میں شک نہیں کرتا۔ خواہ عام طور پر اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ آج دنیا انہی صوفیوں پر گامزن نظر آتی ہے۔ جو تیرہ سو برس پہلے اس امتی نے قائم کئے تھے +

بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ مسلمانوں نے تمام خوبیاں گنوا دینے کے بعد اپنے نبیؐ کے نفقہ قدم پر چلتا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور اسی لئے ہر جگہ ذلیل نظر آتے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی کرکٹر نہیں ہے۔ وہ طاقتوروں کے سامنے خوشامد کرتے ہیں۔ اور کمزوروں کے ساتھ غرور و پریش آتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کو معاف نہیں کر سکتے۔ لیکن ہائے اسلام نے ہمیشہ اپنے ذاتی دشمنوں کو جب وہ لوگ آپ کے سامنے لائے گئے موصوفت کر دیا۔ عبد اللہ ابن ابی آپ کا جانی دشمن تھا۔ یہی شخص ہنود اور نصاریٰ کو آپ کے خلاف اکسایا کرتا تھا۔ لیکن جب اس نے وفات پائی۔ تو آپ نے اُسکے لئے دعا کی۔ اور اپنی چادر بطور کفن عنایت فرمائی +

جب مکہ فتح ہوا۔ تو آپ نے اپنے سارے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ جنہوں نے آپ کو مار مار کرے رفقہ کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا۔ آپ نے مدت المکرسی فقیر کے سوال کو تو نہیں کیا

اگر آپ کے پاس کچھ ہوا تو فوراً دیدیا۔ ورنہ اس سے توقع کرنے کو کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے کسی کسی طرح اسکی ضرورت پوری کر دی۔ بیسیوں پر شفقت کرنا آپ کی سرشت میں داخل تھا۔ آپ ہواؤں اور بچوں پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ اور ان باتوں کا نبوت قرآن مجید کی ان آیات سے مل سکتا ہے۔ جو بکثرت وارد ہیں۔ اور یہ شرط ہے۔ کہ قرآن مجید میں جو احکام نازل ہوئے ہیں۔ ان پر آپ کے بڑھ کر کسی شخص نے عمل نہیں کیا۔ آپ بخود بڑی ہی بڑی تکلیف برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن یہ منظور نہ تھا۔ کہ کوئی دوسرا شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ آپ عورتوں اور بچوں کے حقوق کی تحرائی کیلئے ہمیشہ سینہ سپر رہتے تھے۔ اور آپ کے پہلے انسان ہیں جس نے غلاموں کو جو اس زمانہ میں مثل سہا ب خانگی کے سمجھے جاتے تھے۔ ان کے حقوق عطا کئے۔ آپ نے بادشاہوں کی خود مختاری کو رعایا کی خوشنودی کے ماتحت کر دیا۔ اور ملک میں جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی۔ آپ بچوں کو اس درجہ پیار کرتے تھے۔ کہ دورانِ سفر میں بھی اگر آپ بچوں کو دیکھ پائے تو اونٹ کو اتر کر انھیں پیار کرنے لگتے۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازہ کے ساتھ قبرستان تک تشریف لے جاتے۔ آپ کسی شخص کو غصہ نہ کرکلام نہ فرماتے۔ اور مدتِ عمر کسی شخص کو بڑا نہیں سمجھا۔ آپ کی ذاتی صفت تھی۔ حتیٰ کہ جنگ اُحد میں جہانک آ کے دہان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کسی دشمن کے حق میں بدعوا نہ فرمائی۔ مختصر یہ کہ ہم جہانک آپ کے سوانح حیات کا مطالعہ کریں۔ آپ کو نبی کا محترم پاتے ہیں۔ پاکیزگی خیال اور سیرت آپ کی زندگی کا نمایاں صفت نظر آتا ہے۔ اور یہ وہ صفت ہے جو ماضی حال اور مستقبل تینوں عہدوں میں منتظر ہے۔ +

مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کا پُر پالگندا

بقلم ایس ایم۔ بس فاروق صاحب

جو واقعات میں ذیل میں لکھ رہا ہوں۔ ممکن ہے بعض تعلیمیافت آدمیوں کو معلوم ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان بے کم و کاست ان باتوں کو آگاہ ہوں۔ اور قبل از متنبہ ہو جائیں۔ کیونکہ اسکی بدلت انسان حفظِ مائتہم پر عامل ہو جاتا ہے۔ اور موجودہ مذہبی مناظر اس کے زمانہ میں تو یہ بہت ضروری ہے۔ کہ ہم مسلمان پورے طور پر مستعد ہوں۔ آج کل امریکن مشنری اسلام کے خلاف نہر دست پر دیا گندا کر رہے ہیں بعضوں نے

دوران قیام جس پر بنی نہایت خوبی کے ساتھ حاصل کی ہے۔ اور عربی میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔ تاکہ بھولے بھلے مسلمانوں کو گمراہ کیا جاسکے۔ یہ لوگ قرآن شریف کی آیات نقل کرتے ہیں۔ اور پھر توریت و انجیل کے عربی تراجم و تفہیمات کے مقابل لکھتے ہیں۔ تاکہ بادی النظر میں سمجھا جاسکے۔ کہ یہ بزرگ اسلامی فلسفہ، احادیث اور قرآن مجید کے بہت گرویدہ ہیں۔ حالانکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ قارئین ان کے ہم عقیدہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر ترویمیر نے چند گمراہ کن کتابیں بھی میں مثلاً (۱) شانِ صلیب (۲) اذان (۳) قانون ارتداد و نئے الاسلام، یہ ڈاکٹر ایک مشہور سماجی رسالہ موسسہ مسلمانوں کا ایڈیٹر بھی ہے۔ اور اس رسالہ کا اصلی مقصد صرف یہ ہے۔ کہ مجملہ اسلامی ممالک کے حالات عیسائی پادریوں کو معلوم ہو سکیں۔ تاکہ وہ ان میں تبلیغ مسیحیت کے ذرائع پر غور کر سکیں۔ اپنا لٹریچر ان ممالک میں شائع کریں۔ اور ان مسلمانوں کو ذاتی واقفیت پیدا کریں۔ بلکہ ان کے گھروں میں بھی انجیل کا پیغام پھینچائیں +

رسالہ مذکورہ بالا کے مروجہ و چند تفہیمات کا انجیل نقل کر دینا اس امر پر روشنی ڈال سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر ترویمیر برلن کے ہمنوا مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں :-

”کیا آپ مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرنے میں مدد دیں گے؟ یسوع مسیح اور اس کی تعلیمات مسلمانوں میں بذریعہ لٹریچر پھیلائی جاتی ہیں۔ جو عربی فارسی ترکی پشتو اردو پنجابی پنجابی اور ملائی زبانوں میں شائع ہوتا ہے، آپ اپنی مو عاقل اور عطیات کے مصروف عوامی چین سرا کو فلسطین ایران جاوا تتر کی البھیریا ہندوستان افریقہ عرب تھایا اور جنوبی افریقہ میں مسیحی لٹریچر کی اشاعت میں کافی مدد دیتے ہیں۔ کیا آپ اپنے عطیات امریکن کرسمسین لٹریچر سوسائٹی کے نام روانہ کریں گے جو نائل مشن پریس اور دین الاوامی مجلس کے ساتھ ملکر کام کر رہی ہے؟“

میں نے یہ اقتباس اس لئے دیا ہے۔ کہ ناظرین ان مشنریوں کی کارروائی کو بڑے طور پر آگاہ ہو سکیں +

دسمبر ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر ترویمیر نے دو کنگ مسجد کے امام کو میرے والد صاحب کے ترجمہ قرآن مجید کے ایک نسخہ کیلئے دکھا دیا تھا۔ اور اس نے کتاب مذکور کی مصححیابی پر ایک شکریہ کا خط والد صاحب کی خدمت میں بھیجی دیا تھا جس میں اُس نے لکھا کہ میں اسلام کی خوبیوں کا دل بن احساس کرتا جاتا ہوں۔ اور اسلامی تخیل اور اسلامی فلسفہ الہیت کا متروک ہوتا جاتا ہوں۔ اس پر میرے والد صاحب نے لکھا کہ اگر واقعی اسلام کی خوبیاں تمہارے دل پر نقش ہوئی ہیں۔ تو ان کے اعتراف کا بہترین ذریعہ یہ ہے۔ کہ تم توحید باری کے عقیدہ

کا اعلان کر دو۔ اس پر ڈاکٹر نے ۸ جون ۱۹۳۲ء کو ایک خط میں لکھا کہ میں آپ کے خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوا جس میں آپ نے مجھے مسلمان ہونے کی دعوت دی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ سے زبانی گفتگو کا موقع ملے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے ڈاکٹر زویمر پرتو الوہیت مسیح کا معتقد ہے۔ اور اس کا تخیل الہانوز ناقص ہے۔ اس نے میرے الوہیت کو بہت سی کتائیں عدلی زبان میں روانہ کی ہیں۔ جو اس کی تصنیف ہیں اور ان میں کو ایک کتاب کا نام یہ ہے: مسیحیت دنیا کا آخری مذہب ہے۔ اور اس کتاب کا خاص مقصد ان مسیحی مشنریوں کو جو مسلمانوں میں تبلیغ کرتے ہیں، یہ بتانا ہے کہ عقاید الوہیت مسیح اور کفارہ مسیحیت کے بنیادی مسائل ہیں اس بات کو دیا چاہیے بہت واضح کر دیا گیا ہے۔ جہاں ڈاکٹر موصوف نے ان پاروں اور سلفوں پر اعتراض کیا ہے۔ جو بجائے ان بنیادی عقاید کے یسوع کی تعلیمات پر زور دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف صفحہ ۱ پر ڈاکٹر زویمر لکھتا ہے: ہم بالیقین سمجھ سکتے ہیں کہ مسیحیت کی ساری طاقت اور اثر اور حرکت اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اس بات پر اعتقاد رکھیں کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔ جو کنواری مریم کے پیسے پیدا ہوا اور ہائے گناہوں کی خاطر مصلوب ہوا۔ اور تیسرے دن حیات اٹھانے اور اس نے ہمیں صرف یہی پیغام لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے دیا ہے۔ اور اس پر اپنی موجودگی کے وعدہ سے ہر لگا دی ہے۔

درحقیقت ڈاکٹر زویمر اعتقاد کے لحاظ سے پولوس کا متبع ہے۔ اور اس کتاب کی پہلی فصل پولوس کے خط کی تفسیر ہے صفحہ ۲۳ پر ڈاکٹر نے لکھتا ہے: ہم لوگوں کے لئے جو مسلمان ہیں تبلیغ کرتے ہیں، یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان یسوع کی انبیت الوہیت تحمیل کفارہ اور پیغام ان سب باتوں کے منکر ہیں۔ اور یہی امور ہمارے مابین متنازع فیہ میں مؤذن کی آواز خود مسلمانوں کو نماز کیلئے پکارتا ہے، تکلیف دہ ہے۔ اور صدمہ پہنچاتی ہے۔

”اسلام کے بالمقابل ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجد عیسائیوں کا انجام کیا ہو گا؟ مجھے تمہارے ہر بے اس شخص نے میرے باپ کو خط لکھا تو اُسے مطلق یاد نہ رہا کہ میں اپنی تصانیف میں کیا کچھ لکھ چکا ہوں یا یہ ہو سکتا ہے کہ میرے باپ کو پھانسا چاہتا ہو گا لیکن ایسے شک نہیں کہ یہ پارہی خود اپنے ہی الفاظ کو ملزم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور بلا شک وہ آج ویسا ہی متعصب ہے جیسا کہ

پہلے تھا۔ ڈاکٹر موصوف کو اس بات کی خواہش تھی کہ لوہوس کا مذہب مسلمانوں میں اُج ہو جائے اور سب کی غلط وہ ایسی باتیں کہ جاتا ہے۔ جو اس کے مقصد کے لئے مضر ہیں۔ اس کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ دیکھ کر عقیدہ تو حید باری ساری دُنیا میں پھیلتا جاتا ہے۔ جسے مسیائیوں میں بھی اور اسلامی تبلیغی پروگرام کو بھی اُسے کافی اذیت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ اقتباس مندرجہ ذیل کو واضح ہو گا :

”تمام غیر مسیحی مذاہب میں غالباً اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جس نے زبردست اثر ظاہر کیا ہے۔ ہمارا ایک باضابطہ مشنری نظام تبلیغ ہے، ہم سالانہ بہت سی تعداد میں کتا میں خائف کرتے ہیں۔ ہماری مجالس ہیں، خزانچي ہیں۔ اور ہمارے گُروان کا بھی ہیں لیکن مسیحیت میں وہ تبلیغی بُرح کماں ہے۔ جو عام مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، اُن کی ”لے میں مشنری مودمنٹ“ کا دسواں سالانہ جلسہ نہیں ہوتا۔ بلکہ تیرہ سوواں ہوتا ہے! تمام مسلمان جو افریقہ اور ایشیا میں جتے ہیں دراصل مشنری ہیں اور آج ان دونوں براعظموں میں سرگورڈ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ آج مسلمان حالت مجبوری میں نہیں ہیں وہ کارلائل کی تصنیف خائف کر کے گلے کو چوبیس ۲ نئی لفظ کے حساب سے فروخت کر رہے ہیں۔ وہ قرآن مجید کا ترجمہ ان اقوام کے لئے کر رہے ہیں جو افریقہ کے وسط میں آباد ہیں۔ اور نئی مشنریوں کے مقابلہ میں بعض مقامات میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان بنا رہے ہیں!! سائے غیر مسیحی مذاہب آج جدوجہد میں مشغول ہیں صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰ اگے چل کر ناامیدی کے عالم میں ڈاکٹر موصوف یہ سوال کرتا ہے۔ ”کیا آج مسیحی سامعین نیو تھٹا اور دیگر تحریکات کا نشانہ نہیں؟“ کم صفت اُس خدا کو تسلیم کرنے کیلئے لیا نہیں ہیں جو صلیب پر مٹا“ :

مجھے تو ایسا مسلم ہونا ہے۔ کہ خدا ان پادریوں کو اُن ہی کے مذہب کی تردید کیلئے کر سکتے ہو رہا ہے، کیونکہ ڈاکٹر زومیر نے اپنی حیرات میں ان اعتراضات کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو مسلمانوں نے مسیحیت پر وار د کئے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک قابل وقعت تحریر سید محمد رشید رضا ڈیٹر المنار کی ہے جس میں قابل مصنف نے بارہ صفحوں میں مسیحیت کا ابطال کیا ہے۔ اور پلوئی مسیحیت پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد کئے ہیں :-

(۱) یہ مذہب عقل کے خلاف ہے، +

(۲) یہ مذہب اللہیت کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ عالم الغیب قادر مطلق اور ابدی

خدا ایک عورت کے رحم میں قرار پکڑ سکے؟

(۳) یہ مذہب خدا کے علم کے بھی نافی ہے۔ کیونکہ کفارہ کا مسئلہ اگرچہ موجب نجات انسانی ہو بھی تو بھی

منستے کی بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے ۴

(۴) یہ مذہب خدا کے رحم اور انصاف دونوں کے منافی ہے۔ رحم کے خلاف اسلئے کہ اس نے ایک گیتا کو انیہادی۔ اور انصاف کے خلاف اسلئے کہ جہنم میں اسے مصلوب کیا۔ وہ ملوہ نفاق گئے ۵
(۵) یہ مذہب انسان کو ناپاکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ کیونکہ اگر نجات کا ذریعہ یہی ہے۔ تو پھر خواہ کوئی شخص کتنا ہی بدکار کیوں نہ ہو۔ وہ کف رہ پر ایمان لا کر نجات پاسکتا ہے۔ اور اپنی بدکاریوں کی پاداش کو محفوظ رہ سکتا ہے ۶

(۶) یہ مذہب غیر ضروری ہے۔ کیونکہ ہم نے آج تک کسی قانون دان شخص کی زبانی یہ بات نہیں سنی۔ کہ انصاف کا تقاضا مجرم کی معافی سے منسوخ ہو سکتا ہے ۷ اس کے خلاف خوبی کی بات یہ ہے۔ کہ کسی مجرم کو معاف کر دیا جائے۔ پس کیوں نہ خدا بھی اسی طرح ہم پر رحم فرمائے؟

ان اعتراضات کا کوئی جواب ڈاکٹر زویر کے پاس نہیں۔ سو اس کے کہ وہ ہمارے نبی کریم کی شان میں گستاخیاں کرے۔ وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ کفارہ کا مسئلہ شیعوں کی خدمت میں ضرور پیش کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ امام حسین کی موت یا شہادت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں ۸

لیکن دوسرے مسلمانوں کے متعلق یہ بزرگ اپنے ہم مشرب پادریوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن اہلسنت کے ساتھ ہمارا طریق عمل کیا ہونا چاہئے؛ کیا ہم ان کے سامنے عقیدہ صلیب پیش کریں۔

جس پر یہ لوگ بہت سختی کے ساتھ اعتراضات کرتے ہیں؟ پس میری رائے میں سمجھ بوجھ اور تین چالیس دنوں کا تقاضا یہ ہونا چاہئے۔ دم سرد ست صلیب کے پیغام کو پس پشت ڈالیں۔ اور اس کے ساتھ ان کی کفارہ اور تثلیث کے عقاید کو بھی اور بجائے یسوع کی موت کے، اس کی زندگی کے گناہوں کے سامنے

پیش کریں۔ پس ہمیں چاہئے کہ اس معاملہ میں حکومت سوڈان کی طرح حرم و احتیاط کو کام لیں۔ اور اپنی تبلیغ میں صلیب کا ذکر بالکل اڑا دیں۔ تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے جذبات مجروح نہ ہوں ۹

لیکن اس کے باوجود یہی پادری ان عقاید کی تبلیغ کا بھی حامی ہے جن کی دھجیاں المٹا ریں اڑا دی گئی ہیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات ڈاکٹر زویر کے لئے یہ ہے کہ پادری لوگ کفارہ کا عقیدہ مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے سے پہچکھاتے ہیں۔ اسی کو اس نے ایک باب بعنوان صلیب کی مشورہ

لکھا ہے جس کے مُطالعہ سے اس کی ہمہ گھٹ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس باب میں پہلے تو اس نئے اعتراضات درج کئے ہیں۔ جو مسلمانوں کی طرف سے وارد کئے جاتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے انکار و قیاس پر صلیب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اُس نے اسلامی اعتراضات کو دفع کرنے کی سعی حاصل کی ہے۔ گویا اندھا اندھوں کو رہتہ دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر دینی کی تصنیف وفاتِ مسیح سے یہ اقتباس منم کیا ہے۔ جو لوگ ائمہ صلیب کے خلاف ہیں۔ ہم حسب ضرورت ان کے ساتھ احتیاط کو مد نظر رکھ کر اس مسئلہ کو پیش کر سکتے ہیں۔ نیز ان کے سامنے بھی جو مُردہ ضمیر رکھتے ہیں۔ یا جن کو ابھی بہت کچھ مسیح کے متعلق معلوم کرنا باقی ہے۔ لیکن اگر ہم کسی ایسی بات سے شرعاً نہیں کرتے۔ جو واقعی طور پر صلیب اور کفارہ و ہتہ سے نہیں ہے۔ جو انجام کار ہیں اس حقیقت کی طرف نہیں لی جاسکتی۔ جو ہمیں خدا کے برے کئے قدروں میں نہیں پہنچاتی جس نے دنیا بھر کے کُناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ تو ہم نے ابھی تک اہل کامپیام نہیں پہنچایا۔

پیغمبرِ عظیم کی تعلیمات اور موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کی اپیل

برگینہ رجنل آرڈی بلیسکینی سٹا ایم جی۔ ڈی۔ ایس۔ ادا
جنگِ عظیم کے قابلِ غور و فکر اثرات میں کر ایک یہ ہے۔ کہ لوگوں میں بجائے خود تحقیق کا میلان پیدا ہو گیا ہے۔ مذہبی عقائد میں خاص کر یہ بات نمایاں ہے۔ اور سو سوٹ روس میں اس میلان کا زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ جہاں اب ایک نیا مذہب برسرِ عروج ہے جس کا نام ختمتر اکیٹ ہے۔ اور اسے ساتھ ساتھ دوسرے مذہب بھی جملہ زمانہ ہے۔

اس بڑی قوم کے نوجوان سراپا مادیت کی فضا میں پرورش پا رہے ہیں۔ یہ لوگ اس جدوجہد کی زندگی کے علاوہ اور کسی زندگی کے قابل نہیں۔ مذہب کے حقوق کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، چرک و دراصل ہمیں زندگی کے اثرات اور اعلیٰ جذبات سے بہتہ کرتا ہے پُرانے عقاید پر سیر دی کے ساتھ حلقہ ہو رہا ہے۔ اور انسانی اثر کا نتیجہ دوسرے ممالک میں بھی محسوس ہو رہا ہے۔ جہاں پادریوں کو مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے دعوے پر دلائل لائیں۔

آج کل نوجوانوں کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ عقاید و صرف برائے عقل اور انصاف پر مبنی ہوں۔ بلکہ کامیابی

سے ٹوٹے ہوں۔ اور لوگ ان کی طرف بکثرت مائل ہوں +

ابھی تک تو صرف مسیحیت ہی ان کے اعتراضات کا نشانہ بنی ہے۔ لیکن قارئین کو معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام پر بھی حملہ ہو گا۔ ذیل کی سطور محض اس بات کی تحقیق کے لئے سپرد قلم کی جاتی ہیں کہ جب اس کا مر پر یہ حملہ وارد ہو گا۔ تو یہ مذہب کس طرح عہد برآمد ہو گا؟

سب سے پہلے ہمیں جاننا چاہئے کہ موجودہ نسل گزشتہ زمانہ کے متکلمین کے قراردادہ عقاید اور خیالات سے بالکل معزوب نہیں ہے۔ وہ تو ہر مذہب کے بانی کی صاف تعلیمات کو مد نظر رکھتا چاہتی ہے۔ اور ان پر زمانہ وسطی میں جوئی وارد کئے گئے ہیں۔ ان کو یکسر نظر انداز کرنا چاہتی ہے یعنی خالص تعلیمات پر زور ہے۔ اور انہی کو مد نظر تحقیق بنایا جائیگا۔ اور صرف یہی دیکھنا مد نظر نہیں کہ وہ عقل اور حکمت سے کہاں تک مطابق ہیں۔ بلکہ وہ موجودہ مسائل میں کہاں تک ہماری رہنمائی کر سکتی ہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ان صدائوں کی مشیل ہیں۔ جو گزشتہ زمانوں میں وقت فوقتاً نازل ہوتی رہی ہیں مختلف صورتوں میں انسانیت کی ترقی کیلئے تو پھر ان کے اہم رہنمائی ہونے کا دعویٰ واقع نہ ہو جائیگا۔ لیکن ضرور ہے کہ ان میں سادگی پائی جائے۔ مثلاً مشہور ہے کہ کائنات جو موثر ہوتی ہے۔ عموماً اس قدر مختصر ہوتی ہے کہ لغت اقدہ کی پشت پر رکھی جا سکتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسی عقول میں ایک بڑی صداقت مضمر ہے +

تحقیق کرنے کے ذرائع ہمارے پاس دو ہیں۔ علم و طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اولاً خارجی تحقیقات یعنی منزل تہذیب کے سائنطیک اصولوں کو۔ ثانیاً باطنی غور و فکر یعنی دماغی استعدادوں کو استعمال کر کے۔

یہ شرقی طریق ہوا دھڑکے خود پسند لوگوں نے اس طریق کی اہمیت پر ابھی تک توجہ نہیں کی ہے + مثال کے طور پر اہرام مصری کو لے لیجے۔ یہ عمارتیں اس زمانہ میں بنائی گئی تھیں جبکہ پتھروں کو بلندی پر چڑھانے کی کوئی مشین ایجاد نہیں کی تھی۔ ان اہرام کی ساخت ایسی علی درجہ کی ہے۔ اور مختلف پتھر باہم اس طرح مل کر دیئے گئے ہیں۔ کہ اگر آپ کو شش دریں۔ تو بھی کاغذ کا کڑواہ ان کے درمیان نہیں رکھ سکتے۔ بلا شک پتھروں کو اس قدر بلندی پر پہنچانے کیلئے نہایت اعلیٰ قسم کی مشینیں درکار ہوتی۔ کیونکہ بغیر اسکے ان پتھروں کے کونے رگڑا کر خراب ہو جاتے۔ کیا ممکن ہے کہ ہمیں آج تک اس مشین کا علم نہیں جس کی بدولت ان پتھروں کو اس قدر بلندی تک لیا گیا؟

پروفیسر کرافورڈ انجمن کی تحقیقات سے اس امر پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ کہ غیر جماتی طاقت کے بھی

گوشتِ ثقل پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے، انہوں نے بتایا۔ کہ بغیر کسی مشین کے، محض اس طاقت کی بذلت جو انسان میں مخفی ہے۔ بڑے بڑے بوجھ اٹھائے جاسکتے ہیں۔ پس یہ مرزین قیاس ہے۔ کہ جن لوگوں نے اہرام مصری بنائے انہوں نے باطنی تحقیقات میں بڑی ترقی کر لی ہوگی۔ اور ان کے بعد یہ علم یا تو ضائع ہو گیا یا غلط استعمال کی وجہ سے ذہنِ انسانی کا اثر گیا +

شق ثانی بالکل زمین قیاس ہے۔ جو علم باطنی تحقیقات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ بھی بہت غلط ہے۔ موجودہ زمانہ ارتقاء میں بہت کم لوگ ایسے ہیں۔ جو انسانی مخفی قوتوں کو ترقی دے سکتے ہیں۔ مشرقی تہذیب غابر کرتا ہے۔ کہ اس طاقت کو ترقی دینے کیلئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے، مصر میں جن چند لوگوں نے اس میں اپنی ترقی حاصل کی تھی انھوں نے ایک مدت تک لگانا محنت کی تھی۔ طریق عمل یہ تھا۔ کہ دماغ کی قوت فکر کو تحریک دی جاتی تھی۔ اور پھر جس قدر ترقی حاصل ہوتی تھی۔ اس کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ مبتدی کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ وہ کسی چیز مثلاً مگرچھ کی شکل کے انسان کا تصور کرے۔ جاہل لگاؤں والوں کو بتایا جاتا تھا۔ کہ یہ سستی تمہارا دیوتا ہے۔ اور اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہارے ساتھ مگرچھ کا ماسلوک کرے گی۔ شروع میں مبتدی کو اس معاملہ میں کچھ روشنی میں دی جاتی تھی۔ اور کچھ جہان و زمین بتائی جاتی تھیں جو جوگ کی طبعی باتیں تھیں۔ یکے بعد اُسے باطنی غور کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ اسکی باطنی قوتیں چمک جاتی تھیں یعنی اوقات یہ تو ہیں بہت ترقی پا جاتی تھیں۔ اور منہ روئی جماعت کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ اور ان کو قائل و پہنچایا جاتا تھا +

پجاریوں کی مقدس جماعت کے نقطہ خیال یہ ہے ایک بہت عمدہ تجویز تھی۔ لیکن ارتقاء کے انسانی کیلئے مضرت تھی۔ پجاری رفتہ رفتہ روحانیت میں کم ہوتے گئے۔ اور مخصوص لوگ مزدور اور عامۃ الناس جہالت کے دنیا میں غرق ہوتے گئے پس یہ نظام آپ اپنی بربادی کا باعث ہو گیا۔ روحانی دنیا کی تعلیم کم ہوتا گیا۔ اور انسانی ارتقاء مادی سائنس کے ماتحت آ گیا۔ بیشک کچھ عرصہ کیلئے یہ ضروری تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ انسانی انسانی ملکی درجہ کے طبقات سے ملط پیدا کر سکے۔ ہماری فطرت کے دونوں پہلوؤں کو جن کو باطنی اور خارجی کہہ سکتے ہیں، پورے طور پر برسر کار آنا چاہیے، یہی وجہ ہے۔ کہ روئیاں بہت سے ہادیان باقی پیدا ہوئے جنہوں نے انسان کو مادیت کی لہلہ سے باہر نکالنے کی کوشش کی، اور عالم روحانی کو دست بردار کرنے کی تہریر بتائیں۔ حضرت پتھر اور حضرت مسیح دونوں نے مادی ترقی کے نقائص اور ان کی کمزوریوں کو ظاہر کیا۔

لیکن پادریوں اور پنڈتوں کے ہاتھوں دونوں کی تعلیمات مکتدہ ہو گئیں۔ پادری لوگ عموماً اپنی طاقت لوگوں میں خستہ آہی پیدا کر کے قائم رکھتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ایک ناراض خدا کا تصور دلاتے ہیں اور دوزخ کے عذاب کی تصویر نہایت خوفناک رنگوں میں طیار کرتے ہیں۔ الزم بضت رسول عربیؐ کے وقت انسانی ترقی بالکل رُک گئی تھی۔

آپؐ کی کامیابی کی عظمت کا صحیح تصور کرنے کیلئے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ابتدائی انسان کو حیوان تصرف یہ قوت حاصل ہے کہ اس میں غور و فکر کی قوت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس میں بھی حیوانی جذبات موجود ہیں لیکن ان کو تسکین دینے کی کوشش میں وہ اپنے اعصاب کو قوتِ ارادی کے ماتحت لاگتا ہے۔ وہ فکر کر سکتا ہے لیکن اس کے خیالات اپنی ذات میں مرکوز ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے ایک مہذب انسان صرف مجھ کو سمجھ رکھتا ہے بلکہ مجھ کو بھی جسکے بغیر کوئی سائنسی تحقیقات نہیں کی جاسکتی۔

چونکہ ارتقاء کا اصول نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اسلئے نبی کریم صلیم کا پہلا کام یہی تھا کہ اس اصول کو بارہ قائم فرمائیں۔ مذہبی پیشواؤں کا طریقہ یہ تھا کہ معدودے چند امیروں کو تسلیم دی جائے۔ ان کا واسطہ جمالت میں ہیں۔ اپنے برخلاف اسکے یہ کوشش فرمائی۔ کہ عام لوگوں میں بیداری پیدا ہو۔ اور وسیع تر پیمانہ پر ترقی کا کام جاری ہو سکے۔ بظاہر آپؐ کی تجویز نہایت سادہ معلوم ہوتی تھی لیکن غور کرنے سے اس کی عظمت عیاں ہو سکتی ہے۔ عامۃ الناس کو مجرد فکر کا عادی بنانا تھا۔ اب تک جو کچھ بڑا تھا۔ وہ خود عرضی کے ماتحت۔ خوئے فطرت کو مضبوط بنایا گیا تھا۔ اور انھیں خوش رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

آپؐ نے ان سب باتوں کو یکسر بالائے طاق رکھ دیا اور یہ یہودی۔ کہ الہی قوت ہر جگہ موجود ہے۔ کہ فطری طبقہ سے مخصوص نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگ خود بخود مجرد فکر کے عادی ہو گئے۔ اور یہ بات انکے ذہن نشین ہو گئی۔ کہ وہ طاقت مسلمان اور یم ہے۔

اس طرح لوگوں کے دلوں کو خوف کا انزواء مل گیا۔ اور اس خیال سے جب یوم جزاء میں حاضر ہوں گا تو وہ طاقت غالب آئے گی۔ لوگوں کے اندر اعتماد کی نوع پیدا ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں لوگ یخوت ہو کر مجرد فکر میں مشغول ہو گئے۔ محفل کی یہ بلندی مٹوؤں کی بانگ سے ذہن نشین ہو گئی۔ اور تہذیب و تمدن کی راہیں کھل گئیں۔

موجودہ سائنس نے خیال کی قوت کو دریافت کیا ہے۔ اور مسرت کے ساتھ اس گم شدہ حقیقت کو

دوبارہ دریافت کیا ہے۔ کہ حقیقی عالم وہ ہے جہاں خیال کو دوم حاصل ہے۔ اور وہاں خیالات ہی اشیاء ہیں۔ جب اس علم کی روشنی میں ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہر مشق تیرہ سو سال کی کھوکھلائی ہے۔ یہ صداقت لوگوں کے ذہن نشین کر دی ہے۔ تو ہمارے دلوں میں اس بڑے پیغمبر کیلئے شکر گزاری کے جذبات برپا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے وہ عظیم الشان روحانی قوت کا خزانہ قائم کر دیا ہے۔ جو نیکو و نیکوکار انسانوں کے کام آسکتا ہے۔

ہمارا جذبہ شکر گزاری صرف زمانہ ماضی ہی کو دہشتہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ کامیابی بھی عظیم الشان ہی ہے۔ آپ کے پیغام کا ہم تریں حصہ ہماری موجودہ اور آئندہ ضرورتوں کو متعلق ہے۔ موجودہ تمدن دنیا کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ روحانی عوام کی تحقیقات جسکے ضمن میں مشکلات بھی لائق ہیں۔ عنقریب شروع ہونی چاہی۔ اس قدر سلامت اُترق پاروں کیلئے پتھی اور ٹیلی کائینس کے منظر ہر کی تحقیقات بہت جلد ہمارے نازک ترین سائنسی فکرات کی دسترس کر باہر ہو جائی۔ اس امر پر دلائل موجود ہیں۔ کہ انسان میں بہت سی منفی اور غیر معلوم قوتیں موجود ہیں۔ لیکن کی بدولت آئندہ تحقیقات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جائیگا جس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں لوگوں کا رجحان اب دوبارہ باطنی ذرائع کو علم حاصل کرنے کی طرف ہو گیا ہے۔ اس راہ میں خطرات بھی ہیں۔ انیسویں صدی کے درجہ کا خطرہ یہ ہے۔ کہ ہم نئی نوع آدم کے دلی خیالات سے نیران کی مرضی کے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ طاقتیں ریڈیو سینیما ٹیلی فون وغیرہ کی طرح بین الاقوامی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں آجائیں تو شخصی آزادی کا خاتمہ ہو جائیگا اور ایک نیا ہیڈنٹ ہیڈنٹ کی عوامی کا دور دورہ ہو جائیگا۔

اس نازک موقع پر ہم کو اس عظیم الشان پیغمبر کا آخری خطبہ یاد آتا ہے۔ آپ اُونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگ آپ کے الفاظ تمام مجمع میں پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اور لوگوں پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ شاید یہ آپ کی آخری تقریر ہے۔ اسی لئے انھوں نے پیغمبر کو توبہ سے آپ کے پیغام کو سنا کہ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور بھائی کی عزت اسی قدرت محبوب ہونی چاہئے جسقدر اپنی ذاتی عزت۔ اس سے بڑھ کر آخر آزادی کی طاقت کے صحیح استعمال کی مثال شاید ہی دنیا میں کسی نے پیش کی ہو۔ ہر مومن کے ذہن میں یہ حقیقت جاگزیں ہو گئی۔ کہ میں ایک باعزت ہستی ہوں۔ اور مجھے ایک مومن انسان کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ پس جو لوگ ایک غیر مومن کے

قوت پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ کبھی دوسروں کے ذاتی معاملات کی ڈھ میں رہنا پسند نہیں کر سکتے خواہ باطنی قوتوں کی نشوونما سے انھیں استعداد ہی کیوں نہ حاصل ہوگئی ہو +

آخر میں آپ نے حکم دیا کہ کسی مومن کو حق نہیں کہ اپنے بھائی سے اسکی مرضی کے خلاف یا چیز طلب کرے۔ گویا آپ نے موجودہ ہشتنار بازی کے طریقوں کی جنگی بدولت و کاندار مختلف پیروں میں لوگوں کو اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرنے پر آمادہ کر دیتے ہیں سخت مذمت فرمائی ہے +

نئی نوع آدم دو حصوں میں تقسیم ہوتے جاتے ہیں۔ ایک سچہ وہ بروج و دوسروں کے اندر خوف پیدا کر کے ان پر حکمران ہونا چاہتا ہے۔ دوسرا وہ جو باہمی اعتماد اور ترقی کا حامی ہے۔ اور ایک عظیم الشان جنگی اصولی عنقریب پیدا ہونے والی ہے۔ اور قبل اس کے کہ فطرت کی قوتیں زیرِ نگیں آئیں۔ اسی تنازع کا فیصلہ کرتا ضروری ہے۔ گویا یوم جزا نزدیک آگیا ہے۔ تیراں مجید کی افتتاحی آیات فیصلہ کا بار بار اعلان کر رہی ہیں۔ اور اب وقت آگیا ہے۔ کہ دنیا بھر کے مسلمان جو ایک مرکزی حیثیت کے مالک ہیں۔ اس امر کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کہ بنی نوع آدم کی ترقی میں اب کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہیئے +

اسلام اور مسیحیت میں ذاتی جائداد

مسیحی مذہب جیسا کہ وہ نظر آتا ہے، امر کی جیبوں میں راہ نہیں پاسکتا۔ ان کو اختیار کلی حاصل ہے کہ اپنی دولت کو جو طرح چاہیں ہون کریں۔ وہ اپنی دولت کو جہان تک جی چاہے بڑھا سکتے ہیں۔ مٹے کہ غریبوں کا گلا گھونٹ کر رکھ دیں۔ اور موجودہ مادی تہذیب میں یہی ہو رہا ہے اگرچہ ٹیکس و فوات اور ٹیکس بالائی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے نافذ کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے مؤثر ہونے کے باوجود اگر ایسا ہو۔ تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کا لغتاً مسیحیت کا شرمندہ احسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ انسانی غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اور اب بات ان باتوں کا مقابلہ اپنی دولت کا بیمہ کو اگر کر رہے ہیں +

سوال یہ ہے۔ کہ دولت کے اس طرح معدومے چند آدمیوں کے ہاتھ میں جمع ہو جانے سے تمدن میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا ازالہ کس طرح کیا جائے؟

مسیحیت اس مشکل کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتی۔ سینٹ پال کے پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اس بارہ میں کوئی اصول بیان نہیں کیا۔ کیونکہ وہ موجودہ صنعتی تمدن کے حالات میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہوتے (اٹکھلواننگ ٹینڈرڈ ۱۶، اپریل ۱۹۸۸ء) لیکن یہی وہ بات ہے۔ جو ایک مسلمان کی نگاہ میں کلمۂ حق کی طرح کھٹکتی ہے۔ اور وہ اسے حضرت مسیح کی تعلیمات میں ایک بڑا نقص تصور کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ کہ صنعتی تمدن جدید میں ساری دشواریاں اسی لئے لاحق ہوئی ہیں۔ کہ مسیحی مذہب ان معاملات کے متعلق بالکل خاموش ہے جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہے۔ اسلام مسیحیت کے انہی نقائص کو دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر ہمارے مسیحی دوست اس زاویہ نگاہ سے اسلام کا مطالعہ کریں +

پادری مذکور کو اسی مسئلہ کی اہمیت کا احساس ہے۔ جو ان کے اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ چونکہ ہم مسیحی ہیں۔ لہذا ہم یہ جانتے کے خواہشمند ہیں۔ کہ انجیل اور کلیسیاء اس مسئلہ پر کیا رائے رکھتی ہیں؟ اس کے بعد وہ اپنی رائے یوں تحریر کرتے ہیں +

یروشلم فلسطین شمالی کی ایک جفاکش قوم سے تھا۔ اور اس کا زاویہ نگاہ و رد و سورتھ کی مانند تھا۔ وہ پہاڑوں اور پتھروں کو عزیز رکھتا تھا، سادگی سے رہتا تھا۔ اور یہ خیال کرتا تھا کہ حصول اور خراج کی برتری تو توں میں کمی واقع ہوتی ہے۔ وہ کسی لاپچی آدمی کو بچہ نہیں قرار دیتا۔ لیکن ایسے بے وقوف ضرور کہتا ہے۔ اس نے عموماً دو متمدنوں کو مذہب سے بیگانہ پایا۔ کیونکہ ان کا معیار فقرہ اصولی طور پر غلط تھا۔ لیکن وہ دیکھتا کہ دنیا پرست اور سنگدل لوگوں کے بہت خلاف تھا۔ اور اس قسم کے لوگ ہر طبقہ میں پائے جاتے ہیں +

تعلیم عامہ کے دوران میں وہ مختصر مقررے بیان کرتا تھا۔ جیسا کہ عموماً ناصحین کو کرنا پڑتا ہے مثلاً وہ ہم سے کہتا ہے۔ کہ ہم ماننے والے کے سامنے اپنا دوسرا رخسار بھی کر دیں۔ لیکن جب سب کے ساتھ یہ لوگ ہڑا۔ تو اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ مدافعت کی۔ اڈنٹ اور ٹوٹی کا قصہ ضرور مبالغہ آمیز ہے جب لوگوں نے اس سے دولت کے نظم و نسق کی درخواست کی۔ تو اس نے کہدیا کہ یہ میرا کام نہیں ”خبردار لایح ذکر تا“

دہم بھتا تھا۔ کہ ایک جفاکشی کی زندگی یقیناً بہترین زندگی ہے لیکن اس کے مزاج میں انقلاب پسندی بالکل نہ تھی۔ وہ زندگی کے غیر ضروری لوازم کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ یہ چیزیں ہماری توجہ کو اصل مقصود سے ہٹا دیتی ہیں۔ ہم مختصر طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ تجیل ایک انقلابی آئیڈیالزم ہے۔ جو دنیاوی دولت کو مٹانا چاہتی ہے۔ لیکن وہ قلب انسانی میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتی ہے خارجی حالات سے تعلق نہیں رکھتی۔ قدامت پسند اسے اسلئے پسند نہیں کرتے۔ کہ اس میں انقلابیت پائی جاتی ہے! اور انقلابی اسلئے پسند نہیں کرتے۔ کہ اس میں آئیڈیالزم بھی موجود ہے۔ باہمی جنگ میں دونوں پہلو غیر سچی ہیں۔ کیونکہ دونوں کا معیار منزلت یکساں ہے۔ اور اس کو یسوع نے ”بیوقوفانہ“ قرار دیا ہے! اس کے خیالات اقتصادی تنازعات سے مجدا لگانہ خواہراہ پر تھے +

کیٹھوک کلیسیا کی تعلیم ذاتی جائداد کی نسبت کیا ہے؟ اس سوال کو علماء نے بہت کچھ موضوع بحث بنایا ہے پھر سوال ”قانون فطرت“ پر آکر قرار گیر ہوا۔ یہ تو ذاتی تخیل تھا۔ اور ذاتی فقہا بھی اس مسئلہ میں متفق اللسان نہیں تھے بعض کا خیال یہ تھا کہ ذاتی جائداد مطابق فطرت نہیں ہے اشتراکیت کا اصول مناسب ہے +

کیٹھوک کل محل اس مسئلہ کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ ہبوطِ آدم سے پہلے ذاتی جائداد کا وجود نہ تھا اور اگرچہ جنت میں یہ بات نادر دہوگی۔ لیکن انسان کی پست حالت کے موافق ایک اصنافی قانون فطرت ضرور ہے۔ اور یہ قانون جو آج ہر کس ناکس کے لئے معین ہے ذاتی جائداد کو جائز قرار دیتا ہے +

جو لوگ آسانی زندگی بسر کرنا چاہیں اُن سے لئے دنیا ترک کرنا اور خانقاہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اسلئے آج کے دن تک کوئی یکتہ و یک شخص اشتہار کی نہیں ہٹوا۔ اس فیصلہ سے صرف چند لوگوں نے اختلاف رائے کیا +

جن میں سے اتنا بیسٹسٹ فرد زیادہ مشہور ہے۔ انکے اصولوں کی انگلستانی عتاید مذہبی میں تردید کی گئی ہے۔ جتنا کہ یہ لکھا ہے۔ ”مسیحی کی جائداد مشترکہ چیز نہیں۔“ کلیسیاء نے صدقہ کو پسند کیا ہے۔ اور بے ایمانی سے دولت جمع کرنے کو مذہب قرار دیا ہے۔ کیونکہ ملکیت کے متعلق اس کا رجحان بالکل قدامت پسندانہ رہا ہے۔ مسیحی اصول یا عمل میں اس خیال کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ تمام دولت حکومت کی ملک ہے۔ اور یہ بات ہے غلط +

پادری صاحب مذکور کے خیالات پر ہمارا تبصرہ یہ کہہ سکتی ہے کہ آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے بیان کو بالکل مبہم اور محمل رکھا ہے۔ کیا دنیا کے مسائل کا حل محض فلسفیانہ اصول ہیں اور مواعیت کی بدولت ہو سکتا ہے کہ کسی مذہبی نظام کی خوبی تو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ وہ کسی مسئلہ کے مالد و مال علیہ پر اس وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالے۔ کہ عامۃ الناس کے حقوق محفوظ ہو سکیں۔ اور اسلام کو اس رنگ میں مسیحیت پر ایک خاص فوقیت حاصل ہے +

اسلام نے دنیا کی عظیم الشان دولت کو ضبط و نظم کے اندر رکھنے کیلئے کیا اصول وضع کیا ہے، تاکہ وہ ذخیرہ محض چند افراد کے ہاتھوں میں محدود نہ ہو جائے۔ مسیحیت کے برخلاف اسلام نے قوانین معین فرمائے ہیں جس پر انسانی تمدن کو صحیح طور پر قائم رکھنے کیلئے ایک عمارت تعمیر ہو سکتی ہے۔ اسلئے اسلام نے ہمیں ”ذاتی دولت“ کا صحیح مفہوم بھی بتا دیا ہے +

بیشک اسلام ذاتی دولت کو جائز قرار دیتا ہے لیکن وہ دوسرے مذاہب سے اس بات میں ممتاز ہے کہ اس نے ہر اس شخص پر جو اپنی اعلیٰ قابلیت کی بناء پر دوسروں سے زیادہ دولت کماتا ہے یہ بات

نرض تزار دی ہو۔ کردہ اپنی دولت کا ایک حصہ ان لوگوں کے فائدہ کیلئے وقف کر دے۔ جن کو حالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

”اے مسلمانو! اپنے اقرباء، حاجتمندوں اور مساکینوں کو ان کے حقوق دو (مورثات آیت علیہ السلام) یہ حق جو خالص اسلامی قرضہ ہے، زکوٰۃ کہلا ہے۔ اور کل دولت پر ۲ فیصدی کے حساب سے ادا کیا جاتا ہے، جو سال بھر تک کسی شخص کے قبضہ میں ہے۔ اس شخص کو مساکین اور غرباء پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اسی نظام کی بدولت انسانوں میں ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور جب مفلس لوگ اپنے دو تہہ محسنوں کے لئے جذبات شکر اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ تو اس حساس کی بناء پر تمدن اُستوار بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے۔“

علاوہ بریں اسلام نے قانون انتقال دولت علیٰ خلیفہ اکبر مسعود خوارزمی جس کی بدولت ایک شخص کو بغیر مشقت دولت حاصل ہوتی ہے۔ اجارہ اور ٹھیکہ داری اخذ نفع کثیر اور سڑ باز و غیرہ ان سب باتوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اسلامی ممالک میں ذاتی جائیداد تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس طرح خاندان کے ہر فرد کو اپنی زندگی بسر کرنے کیلئے ایک مستقل سرمایہ حاصل ہو جاتا ہے۔ عیسائی ممالک میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ علاوہ بریں ہمارے لئے یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ اب حالات متاثر ہو کر مسیحی ممالک بھی قانون انتقال دولت علیٰ خلیفہ اکبر کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ گویا اسلام کے تمدنی نصب العین کے نزدیک جوتے جا رہے ہیں۔

اسلام کے متعلق ایک انگریز کی رائے

مسٹر سینٹ جان قلمی آئی سی ایس اہل عرب کے متعلق بہت مستند معلومات رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ان کے مشن اسلام ہونے کی خبر انگریزی جرائد میں شائع ہوئی ہے۔ ڈیلی ہیرلڈ بابت ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء میں انہوں نے ذیل کا بیان شائع کیا ہے۔

میں آج سے کئی سال پہلے قبولِ اسلام کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور یہ تبدیلی میرے اندر دہائی ترک
کا مطالعہ کرنے سے پیدا ہوئی تھی۔ جو سلطان ابن سعودؒ ایدہ اللہ کی وجہ سے ہر اقتدار
آگئی ہے۔ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ انگلستان کی موجودہ عظمت کو اصول کے سپورٹین گروں
کے زمانہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کی بناء پر انگلستان میں مضبوط احسناتی بنیادیں قائم ہوئیں جن پر
آئندہ چلنزدہنی اور رواجانی عمارت تعمیر کی گئی۔ اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ موجودہ دہائی تحریک
کی بنیاد پر عرب کی آئندہ سیاسی عظمت کا قصر مبنی ہو گا +

علاوہ بریں میں اسلامی نظام اخلاق کو حقیقی جمہوری برادری کا باعث خیال کرتا ہوں۔ اور اسی کی
برکت ہے کہ اسلام میں ناجائز ولادت کا مذکور نہیں۔ اور عربوں کی اخلاقی حالت کا میاں بہت
بلند ہے۔ اور یقیناً یورپ کے ضابطہ اخلاق کی جو سمیت پر مبنی ہے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ میرے
اعلان اسلام میں جو تاخیر آئے ہوئی اس کا سبب چند سیاسی امور تھے جو اب میری راہ میں حائل نہیں ہیں +

ترقی عرب : کل مسلم دنیا اس بات سے خوش ہوگی کہ عرب کا ملک سلطان ابن سعود کی دشمنی
محماتی میں اتحاد کی طرف کا وزن نظر آتا ہے۔ اور صوبہ آسیہ پران کا اقتدار قائم ہو جانا
مقصد کی تکمیل میں ایک بڑی حد تک معاون ہے۔ علاوہ بریں جہازی حکومت اختراعات
جدیدہ سے بھی فائدہ اٹھا رہی ہے۔ لاسکی کا سلسلہ بھی قائم ہو گیا ہے اگرچہ اس کا مقصد تعلیمی اطلاعات
کا شائع کرنا نہیں ہے لیکن اس تنظیم سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آئندہ بھی مفید اصلاحات
عمل میں آئیں گی۔ اب بیکھنا یہ ہے کہ سلطان موصوف کی حکومت ان اختراعات کے معطلہ کو مرکزی
حیثیت دینے میں کس حد تک کوشش کرتی ہے۔ اور اس دن کا انتظار بیجا نہیں ہے جبکہ
مگر معطلہ سے اذان کی آواز بذر لاسکی چار دانگ عالم میں منتشر کی جائے کہ گئی اللہ تعالیٰ
سلطان موصوف اور ان کے وزراء کو نیک و فسیق عطا کرے تاکہ
وہ ایک متحدہ عرب حکومت قائم کر سکیں +

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب صوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اسوقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لیے موجود ہے کہ مصائبِ حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب مدوح نے گزشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحانِ طبع کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کمال ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھل جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک دادرار نہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ان کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی پہچان تڑپ پیدا کر دیگی جس سے انشاء اللہ حسبِ خواہ شانِ ازتاج مرتب ہونگے ہمیں یقین کمال ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلام کے یومیں شائع ہو رہے ہیں اور جبکہ اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب دیگر متلاشیانِ مذہب حقیقہ کو قابلِ گردینگی کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے اشاعت ہو۔

اپنے تلخ تبلیغ میں دو بے سین نظیر کتابیں
جن شانِ ازتاج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینایع المسیحیت و نبوة کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب باقی مسلمین

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن سے اگر اہل الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیلِ اسلام شروع کی۔ اگر ینایع المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مذہبِ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابقیت، الوہیت و کفار مسیح ان کی ایک بھی ایسی رقم نہیں

مثلاً عشاءے ربانی دیگر اجزائے سکسٹ ایسا ہی انکا ایک ہی تہوار مثلاً کمرسمس۔ ایسٹر
گڈ فرائڈے وغیرہ سب کے سب شیخ سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو ہو جو وہ
حتیٰ کہ جناب شیخ کے میں ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کیے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو بحیل نو یوں نے جناب
شیخ کی طرف منسوب کیے ہیں وہ سب کے سب قبل از شیخ کنواری اودہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی
ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گو یا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل حربہ ہو۔ یہ بدیہہ ہو کہ
یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثبات کیا گیا ہو۔ اور جو آج سات برس تک جو اسے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو
اپنے مذہب بیزار کرنے کے لئے کافی تھے چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس اندامی کتاب کے بعد ضل مصنف
نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے چنانچہ اپنے انگریزی میں ایک کتاب
ایڈیل پرافٹ لکھی جسے آنحضرت معلّم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم
کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کیے وہ شاید ہی کسی اور کتاب کے مرتب ہوئے ہوں۔
جو خدا سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہو۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو
تعلیم قرآن پر ایک کفنہ کیلئے مجبور کیا جو اب تمہارا نسل کا ہر کی شکل میں پیش ہوتی ہو۔ یہ تینوں کتابیں
اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گمراہ سے غالی نہ ہو۔ ان کے مطالب خرد و بخود اپنی علوشان ظاہر کرتے ہیں لیکن کیا ہیں
اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اردو کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ پھر یہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب
شروع کر کے چوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اسکا ثبوت اسی کتاب تمہارا نسل اسلام
سے مل سکتا ہو۔ لکھائی چھپائی۔ تقطیع کا غرض سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب کو
کے باوجود ان کتابوں اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہو جو سب ذیل ہے۔

ینا بیع المسحیت نبوت کا ظهور اتم تہان اسلام حصہ اول
عشر ایضاً عشر کھم عشر

ذیل کے پتہ سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں
مسلم بک سوسائٹی۔ غیریز منزل۔ برانڈر ٹھکانہ لاہور

بیت ماہ اپریل ۱۹۳۱ء
 رسالہ
 ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ
 اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد و کنگ انگلستان
 زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

بیتین و پبہ آئے (۱۱۱) سالہ
 قیمت پانچ سو سالہ ممالک غیر کیلئے

انتساب و مضافات کے غرض سے بنام خواجہ کمال الدین

عزیز منزل بریلو رتھورڈ سلاہد پنجاب

۱۹۳۱ء

بریلو رتھورڈ راپو

عزیز منزل

تفصیلاً حضرت کمال الدین صاحب کتب لغت اسلام امام شاہ جہان بک

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۰	ام لاہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲	۵	توسیع فی المسام
۱۰	پیام نبوی بلا جلد ۱۲	۱۰	سکھ مرادید سیکھتہ لادوس لیکچر کا مجموعہ بلا جلد ۱۲
۱۰	پیام اسلام	۱۰	زبانچہ مسیحیت بلا جلد ۱۲
۱۰	مقصود مذہب	۱۰	تشریحات البسام بلا جلد ۱۲
۱۰	خطبات غریب بلا جلد ۱۲	۱۰	راہنمایاں یا انجیل عمل بلا جلد ۱۲
۱۰	سیرت انکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲	۱۰	امکانات مکتبہ بلا جلد ۱۲
۱۰	بستی باری تعالیٰ بلا جلد ۱۲	۱۰	اسطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲
۱۰	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۱۰	اسلام میں کون کون سے فرقہ نہیں ۱۲
۱۰	اسلام اور علوم جدیدہ	۱۰	لمعات التواہد محمدیہ بلا جلد ۱۲
۱۰	صلائے نصرت بابل بہت	۱۰	مذہب محبت
۱۰	حیات بعد الموت	۱۰	ذرات عالم کا مذہب
۱۰	ہمد للبقار	۱۰	اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد ۱۲

دیگر مصنفین

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۰	سیرت نبوی قیمت صرف	۱۰	فتح القرآن
۱۰	لندن میں جلسہ مولود النبی صلم	۱۰	قرآن عربی مترجم شاد شہ الدین صاحب تہ ہوی مجلد
۱۰	قرآن اور جنگ قیمت صرف	۱۰	دنیائے مشور شدہ کے نشانہ بلا جلد
۱۰	پادی صاحبان کے لئے حل طلب محمد	۱۰	اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف
۱۰	سیرت خیر البشر جلد ۱۲ مقام حدیث بلا جلد ۱۲	۱۰	تفسیر سورۃ فاتحہ قیمت صرف
۱۰	تعاویذ رسولان یورپ فی درجن ۱۲ تین درجن مجلد	۱۰	اسلام یعنی ہمدی ہی نفع کا مذہب
۱۰	تعاویذ نازعیدین سجدہ و گنگ قیمت فی درجن	۱۰	اسلامی نماز اور اس پر مبنی اعتراض

تمام درجہ اسٹین بنام

بمجرم ملک سوسائٹی ریزرمنٹل برائڈر تھرو روڈ لاہور (پنجاب) اکی جی این

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱	باب ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء تا دسمبر ۱۹۳۹ء	نمبر
۱	اشاعت قرآن	۱۴۶
۲	قرآنی تفسیری نوٹ	۱۴۹
۳	طریق تعلیم حقائق قرآنیہ	۱۵۳
۴	ظلمتکد مغرب میں نور اسلام کی ضیاء یا نقیاس از اخبار مدینہ منورہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	۱۶۵
	نوسلم گریزوں کی تعداد	"
	لارڈ ہسٹنجر کا بیان	۱۶۶
۵	اسلام اور کلیسیاء	۱۷۱
	اسلام اور روحانیت حاضر کے نکاحات	۱۷۵
	ایک جنرل عیسائی کا عالمات محاکمہ	
	قرآن کریم کی حفاظت	۱۷۶
	تقصیدیت	۱۷۷
	بہشت اور دوزخ	۱۷۹
	جہنم	۱۸۲
۶	شاہجہاں مسجد و گنگ میں اسلامی کامیابی	۱۸۴
۷	گوشتوارہ در پنج دی ننگ مسلم از پیر پریٹ	۱۸۸

خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مشن

از فنانشل سکرٹری و گنگ مسلم مشن

ماہ جنوری و دسمبر ۱۹۳۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی سید المرسلین

اشاعت اسلام

بابت ماہ۔ اپریل ۱۹۳۱ء

نمبر ۱

جلد ۱

آج ۲۸ تاریخ تک بھی ولایت سے تازہ تصویر نہیں آئی۔ اگر ایک ہفتہ میں آگئی۔ تو جب سمول پیکر آگئی۔ دلائل قابل معافی سمجھا جائے +

اشاعت قرآن

گزشتہ پچاس سال سے بین طور پر مسلم قدم رو بہ انحطاط تھا۔ آج ہم پستی سے اٹھنے سے ادنیٰ مقام پر جا کھڑے ہوئے۔ بالمقابل جنہیں ہم بزدل زور پرست اور اپنا محتاج سمجھتے تھے۔ وہ میدان ترقی میں دن بدن تیزی سے ساتھ قدم اٹھا رہے ہیں۔ بہت سی کوششیں اصلاح کی ہوئیں۔ لیکن ناکامی نظر آئی۔ مگر جس امر کو ہم سب اصلاح و فلاح کی حقیقی راہ سمجھتے ہیں۔ اُسی کی طرف ہم متوجہ نہیں ہیں۔ ہم سب کا مینا کہ قرآن ہی ہر فلاح و بہبودی کا موجب ہو سکتا ہے۔ دُنیا کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ اور متمدن و متمدن اقوام کے رہنما اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے سپید اہو کو دُنیا میں الفتلابِ عظیم پیدا کیا۔ یہی ایک کتابِ سلیم کی گئی ہے۔ جس نے ہر قسم کے بہبودی و صلاح کے رستے بتائے۔ حالی سے لیکر مختلف علماء مختلف ریعار مرہی و نارودتے گئے۔ سب نے ہماری موجودہ پستی کا باعث ہماری عدم توجہ قرآن ہی بتلائی۔ میں اپنی بیماری میں بار بار اس مضمون کو سوجھتا

رہا۔ اور میرے نزدیک میرا کمنا تحصیل حاصل ہوگا۔ اگر میں اس بات پر زور دوں کہ یہی عدم توجہ ہماری تسابی کا موجب ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ہم سب کچھ ہی کہتے ہیں لیکن ہم توجہ نہیں کرتے۔ ہمیں اگر ذرا بھی خیال ان مصائب سے نہ لگنے کا ہوتا۔ تو ہم دیوانہ وار قرآن کی طرف توجہ کرتے۔ ہم رات دن ان راہوں کی تلاش میں لگ کر ان پر عمل کو ناشروع کر دیتے۔ جو قرآن ہمیں تعلیم کرتا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ کہ ایک طرف تو قرآن پر ہم اس قدر مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے اعمال اس امر کی غلطی کرتے ہیں۔ گویہ نظارہ یا س افزا ہے۔ مگر میں اسی خیال کا ہوں کہ باقی دنیا مسلم بھائیوں کو قرآن کی طرف ہی متوجہ کروں۔ میں گزشتہ پندرہ بیس سال میں موجودہ متمدن قوموں کے آثار و چڑھاؤ کے سبب پر غور کیا۔ تمدن کی تاریخیں بھی میں میزبی علماء کے اقوال پڑھے۔ مجھے تو سہرات میں یا قرآن کا شمع نظر آیا۔ یا میں نے قرآن کو افضل پایا۔ جب سے میں نے کئی سالوں کی بیماری کے بعد اپنے میں صحت کے آثار دیکھے ہیں نے یہ حتمی وعدہ کر لیا۔ کہ قرآن کے نصائح کو مسلم بھائیوں کے سامنے پیش کروں۔ اسلامک ریویو میں میں نے قرآن کی ایک سلسلہ مضامین شروع کر دیا ہے۔ اور منتظران رسالہ اشاعت اسلام نے بھی چمکتے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ ان مضامین کا ترجمہ اس رسالہ کے ذریعہ شائع کرتے رہیں۔ میں تو اسے اپنا فرض اور وظیفہ زندہ گی قرار دیتا ہوں میں وہ کرتا ہوں۔ جس کے لئے میرا ایمان مجھے مجبور کرتا ہے۔ میرا دل مجھے ہی کہتا ہے۔ کہ اگر میں قبر سے واپس لایا گیا۔ حالانکہ تین دفعہ میں کاملیت ہو گیا۔ اور کل طبی مشیر میری طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو میں صرف خدمت قرآن کیلئے اس فضل الہی کا مورد ہوا ہوں۔ میں نہیں کہتا۔ کہ میں کسی بہترین تفسیر کے لکھنے کیلئے طیار ہوا ہوں۔ خدا کے افضال کے کے مورد صد ہا لوگ ہیں۔ میں وہ رونار دوتا ہوں جو قوم کی حالت دیکھ کر مجھے رولا رہا ہے۔ میرے نزدیک ہماری مصیبت کا علاج یہی ہے۔ کہ ہم قرآن پر عمل کریں۔ قرآنی خلاقیت موزین ہوں تو ممکن نہیں۔ کہ ہم کسی کو پیچھے رہ جائیں۔ رسمی نہ ہی دلدل سے نکل کر قرآنی حقائق کو ہم اپنا مذہب بنالیں تو ہم سب کے سر تاج ہونگے۔

میرے کاروبار مسلمتہ تاجرانہ نہیں میں نے حلقی و کالت کو چھوڑا۔ اور میں اس فن کا ایک بہترین انسان تھا۔ میں نے تمدنِ حال کے مطالبات کو سامنے رکھ کر درویشانہ زندگی اختیار کر لی۔ اور قلم سے خدمتِ قوم شروع کی۔ لیکن اس کا حقیقی فائدہ تو ہی ہو گا۔ اگر میری باتیں غیر چھوڑ مسلمانوں تک بغرضِ عمل پہنچ جائیں۔ خدا کا احسان ہو کہ اسلامک دُور صرف اہل مغرب کو اسلام کی طرف لا رہا ہے۔ بلکہ مسلم تعلیمیافتوں کی ایک بڑی تعداد خود اسلامک دُور کے ذریعہ اپنے ایمانِ اسلام میں مچختہ ہو چکی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسلامک دُور کو تمام طور پر مغربی لائبریریوں میں بھیجا جائے۔ اس کی قیمت بھی اس کام کیلئے کم کر دی گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلم احباب کثرت سے ایک ایک کاپی اپنی طرف کی لائبریریوں میں بھیج دیں۔ آج تک بھی یہ طریق بہت مفید ثابت ہوا۔ ایک پانچ روپے خرچ کر کے ہم گھر بیٹھے مسلمانوں میں تبلیغِ اسلام کا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم خود مفت قرآن سے واقف ہونے کے محتاج ہیں۔ اس لئے از بس ضروری ہے کہ ہم اسلامک دُور یا رسالہ اشاعتِ اسلام کو خود پڑھیں اور دوسروں کو ان کے پڑھنے کی طرف متوجہ کریں۔ یہ میری دروند خواہش ہے۔ اور یہ اشتہار آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجتا ہوں کہ آپ بالضرور محض قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے دُور یا رسالہ اشاعتِ اسلام کے خریدار بن جائیں۔ ہمیں میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں محض پڑھنے والوں کے فائدہ کو سامنے رکھ کر میں نے یہ سطور لکھے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ لیکن اس کے ہم کار راستہ یہی ہے کہ ہم اس کی باتوں کو سنیں اور اس پر عمل کریں +

خواجہ کمال الدین

فٹ نوٹ :- اسلامک دُور کا سالانہ چندہ ساڑھے سات روپے کی چھٹیوں میں بھیجا جائے۔ یہ وہ صرف چار روپے سالانہ دیں۔ دفتر کی طرف سے انھیں پوسٹل سہولیات کی رقم نے ان کی طرف سے سالانہ بھیج دیا ہے۔ اشاعتِ اسلامک دُور کی قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ محض توسیعِ شاعت کے لئے اس کی قیمت کم کر دی گئی ہے جو ساڑھے چار روپے سالانہ تھی۔ ہندوستان کا کوئی علمی دینی اور مذہبی سالانہ یا رسالہ جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس قدر کم قیمت کا ہو۔ سرپرستان ہر سال کی خدمت میں یہ عرض کر دے کہ اپنے حلقہ اثر میں اس لٹریچر کی اشاعت فرمائیں + میلینجر

شرآنی تفسیری نوٹ

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس عنوان کا ایک سلسلہ مضامین اصلاً ملک ریلو میں نکلنے کیلئے حضرت خواجہ صاحب نے لکھنا شروع کیا ہے جس کی پہلی قسط اس ماہ ولایت کو بھیجی گئی ہے۔ جو شاید اسکا مکمل ریلو کے جوائی نمبر میں شائع ہو۔ ہم اس کا ترجمہ جمع چند رائڈ باتوں کے اسی ماہ شروع کرتے ہیں + میلہجر

قرآن کریم کی آخری سات سورتیں نہ صرف قرآنی مشن کو تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ بلکہ ایک پیشینگوئی کے رنگ میں بہترین کامیابی کے اصول بتلا کر اس کامیابی کو پورا کر دکھاتی ہیں۔ بلکہ خاتمے پر قرآن کی بہترین تعلیم کو پیش کر کے ہیں ان خطرات سے بھی آگاہ کر دیتی ہیں جن کی دگر تھام نہ صرف ہمارے اختیار و قدرت سے ہی باہر ہوتی ہے۔ بلکہ وہ باتیں نامعلوم طریق پر ہماری ترقی میں مانع ہو جاتی ہیں۔ قرآنی سورتوں کا یہ سلسلہ سورۃ الکوتر سے شروع ہو کر سورۃ والناس تک جاتا ہے۔ یہ سورتیں سورۃ النصر کے سوا بالعموم نبوت نبوی کے ابتدائی وقت میں نازل ہوئیں۔ اگر سورۃ الکوتر نے آنحضرت کو کمال کامیابی کی پیشینگوئی کی تو سورۃ النصر نے جو آخری الہام قرآن تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پیشینگوئی پر مہر صداقت لگا دی۔ سورۃ الکوتر نے یہ بیان کیا۔ کہ اے محمد (صلعم) بنے تجھے کثرت سے خیر و برکت عطا کر دی ہے۔ یہ الہام اس وقت ہوا۔ جب مشکلات اور مصیبت کا نہ صرف سامنا ہی تھا۔ بلکہ خیر و برکت کا وہم تک بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس سورۃ شریف کے بعد ہی سورۃ الکافرون آئی ہے۔ جس میں کفار کو اعلان ہوتا ہے۔ کہ اگر تم اپنے مذہب پر قائم ہو تو میں اپنے مذہب پر۔ عنقریب لکھ دینکوں لی بدین کا نظارہ دیکھ لینگے یعنی تمہیں تمہارے مذہب کے نتائج مل جائینگے۔ اور مجھے میرے عقاید کے نتائج مل جائینگے۔ یہ ایک دوسری پیشینگوئی تھی۔ جسبائے نے آپ کا گھیرا کیا اٹھا۔ منا وہ مقام ہے۔ جہاں ہم ایام حج میں میدان عرفات کو جاتے ہوئے قیام کرتے ہیں۔ اور پھر دوسرے دن وہاں کو واپس آ کر نکلے یہ قربانیاں کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام تھا۔ جہاں ابتدائی ایام میں آنحضرت کو تکلیف

مسکینی کا شکر رہنا پڑا۔ اور عاید کرنے آپ کے ساتھ کامل مقاطعہ کیا۔ آخر ایک دن آگیا جب نصرت و فتح مندی کے ساتھ آپ حجرت اوداع کیلئے گھر سے نکلے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ میدان منام میں پہنچے آپ ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ارد گرد ایک لاکھ چھیالیس ہزار صحاب کی مقرر جماعت تھی۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جن کو یہ بتائیں ہیں پہلے کہا گیا تھا۔ کہ اسکا حاکمین ہر رنگ میں مقرر غالب آجائیں گے۔ اس اعلان ربانی سے اکثر غمی طبعین حلقہ گروش اسلام ہو کر اس میدان میں موجود تھے۔ اس نصرت کو دیکھ کر اوداع دہندہ کے عدول ہو پورا ہوتے پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آب ہو گئے۔ اور آپ نے آخری خطبہ فرمایا۔ انہی ایام میں سورہ النصر نازل ہوئی۔ اور اس نصرت کی تکمیل کی خوشخبری دی۔ جبکہ دوسرے برسوں پہلے ہو چکا تھا۔ پیشگوئی (لکھو دینکھو ولی یں میں جہاں آپ کی کامیابی کا ذکر تھا۔ وہاں دشمن کے معرہ دم ہو جانے کا بھی تذکرہ تھا۔ چنانچہ سورہ النصر کے بعد سورہ اخلاص آتی ہے جس میں کفر کے خاتمے کا بیان ہے۔ سورہ لہب کے بعد سورہ اخلاص آتی ہے جس میں قرآنی تعلیم کا پتہ آ جاتا ہے۔ اس میں اس توحید باری کا ذکر ہے۔ جو اسلام اور کفر میں حقیقی بناء و تنازعہ تھی۔ جو آخر کار اس زبردست رنگ میں آقا م ہوئی۔ کہ نہ صرف عرب ہی نجاست شرک سے پاک ہو گیا۔ بلکہ عرب کل دنیا کو اس صلاح کے نیچے لے آیا۔ سورہ اخلاص کے بعد سورہ الفلق اور سورہ الناس قرآنی ترتیب میں آتی ہے۔ ان کی جامعیت کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔ ان میں ان دقتوں کا ذکر ہے۔ جو معلوم طریق پر پیدا ہو کر ہیں تب ہی کو یجاتی ہیں۔ ان امور کا ذکر قرآن کریم نے بالتشریح مختلف مقام پر کیا ہے لیکن خلاصہ اگر سورہ اصلاص میں اس اصول کا ذکر دیا گیا ہے۔ کہ جس میں کامیابی و فلاح کا راز مضمر ہے تو آخری دو سورتوں میں ان امور کا ذکر ہو چکا کامیابی کی بیخ کنی کر دیتی ہے۔ اب ہم ان سات سورتوں کی مناسب تشریح بہ عایت اختصار کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلے سورہ الکونین پر لکھتے ہیں :-

الکونین

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَحْزَوْا إِنَّ شَارِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
 {جتنے تجھے کثرت سے خیر و برکت عطا کی ہے۔ پس موصلات اور قربانی کا پابند ہو جا۔ تیرے دشمن کا نام و نشان تک نہ رہے گا}

انسان کے سخت سے سخت دشمن وہ ہوتے ہیں۔ جو اس کی کامیابی یا اس کی صحت منشاء کے پورا ہونے میں سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے۔ اور اس کے راستے میں سے تمام مخالفتیں دور ہو جائیں۔ تو وہ حقیقی فلاح کو پالیتا ہے۔ یہ سورہ شریفہ سورت ایام مصائب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطمینان کیلئے ہی نہیں آئی۔ بلکہ کل انسانوں کیلئے

حصول کامیابی کی ایک بہترین ہدایت اپنے ساتھ لائی۔ ہماری موجودہ مشکلات بھی ایک پہاڑ کی طرح ہمارے سامنے
 آج موجود ہوئی ہیں۔ ایک طرف مصائب بڑھتی جاتی ہیں۔ دوسری طرف دشمن اپنی مخالفت میں بڑھتا جاتا ہے۔ ہمیں
 بھی شعور کا کوثر کامیابی کی خوشخبری دے سکتی ہے۔ اگر ہم اسکے دوسرے ارشادات پر عمل کریں ۱۵۲ احکام وہ ہیں۔
 (۱) اصلوں (۲) قربانی۔ اس امر کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ نماز و قربانی جو مردان احکام کی رکھی بجا آوری
 نہیں۔ نہ صرف خود قرآن ان امور کو کسی اور رنگ میں پیش کرتا ہے بلکہ ہمارے طریق عمل پر خود ہمارے نوجوان خدو نہت ہیں
 کہ مسلمان نماز میں بھی پڑھتے ہیں اور قربانیاں بھی لٹے دن دیتے ہیں۔ لیکن خیر و برکت کی کثرت کوثر کے مالک غیر مسلم
 ہی نظر آتے ہیں۔ حتی الامریہ کہ ہم صرف الفاظ پرستی کرتے ہیں۔ اور حقیقت سے نا آشنا ہو چکے ہیں +
 قرآن نے واضح طور پر ہمیں نماز و قربانی کی حقیقت سے اطلاع دی ہے۔ قرآن نے کھلے سے کھلے لفظوں

فرمایا۔ اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تھنی عن الفحشاء والمنکر ولذكر الله اکبر
 (نماز کو قائم کرو تحقیق نماز بدیوں کو اور فحش و رکیک سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر بڑی بات ہے) (سورہ عنکبوت آیت ۴۵)
 ایسا ہی قربانی کے متعلق فرما دیا ہے۔ لن ینال الله لحو مھا ولا دعا وھا ولكن ینالہ التقوی
 منکم (یعنی قربانیوں کا گوشت یا خون خدا کو نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں تقویٰ (بدیوں سے بچنا)
 قبول ہوتا ہے) (سورہ الحج آیت ۳۷) یہ قدس الفنا صاف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہی نماز و قربانی اگرچہ احکام الہیہ
 میں ہیں لیکن ان کے مقاصد وہ نہیں جو ہم سمجھ رکھے ہیں۔ نماز وہ نماز ہی نہیں جو ہمیں بدیوں اور کمزوریوں سے
 بچنے کی ترغیب دے۔ اس پانچویں نماز کی تو غرض ایفاد قرآن میں یہی یاد دلاتا ہے۔ کہ ہمیں سیدوں
 اور غلط کاریوں سے بچ کر خدا کے احسان پر اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اور خدا کے اخلاق وہ ہیں جن کے پیدا ہونے پر
 بہترین صلاح و تہذیب حاصل ہو جاتی ہے کامیابی اسی قوم میں جاتی ہے۔ اور وہی وہ خیر و برکت کو پالیتے ہیں جن کے
 سامنے وہ چیزیں ہوں۔ اولاً وہ ان باتوں کو جن میں جو جتنی ہی ہوتی ہیں۔ ان ہی کا نام قرآن نے منکر و فحش رکھا
 ثانیاً وہ ان امور کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جہاں اخلاق ستودہ ہوں۔ وہ وہ کام کرتے ہیں جو حقیقی و نفع کا باعث
 ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ دولت کے رنگ میں ہو یا کسی اور بہتر چیز کا نام ہو +

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قرآن نے اسی کا نام بدی یا گناہ رکھا ہے۔ جو خیر و برکت کو روکے اور
 قرآن نے اسی کا نام نیکی رکھا ہے۔ جو انسان کو خیر و برکت کا مالک کر دے۔ یہی دو باتیں نماز میں ہمارے سامنے
 آجاتی ہیں۔ نماز خدا کی کامل تصویر ہمارے سامنے لے آتی ہے۔ جس کا وجود پاک ہر قسم کی بدی اور نقص سے
 منزہ اور ہر قسم کی خوبی کا مالک ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ ہم ایسے خدا کو اپنا تبوع بنائیں۔ یعنی اس کی
 صفت ہی اپنے اندر پیدا کریں +

اب قربانی کا سوال یہ جاتا ہے۔ بری تو بالیہا بہت قابل اجتناب ہوتی ہے۔ وہ تو ہم نے چھوڑی ہی ہے
 لیکن بعض وقت اچھی چیزیں بھی مقاصد عالیہ کے راہ میں آجاتی ہیں۔ نہ بذات خود بُری نہیں ہوتیں لیکن ہمارے

بلکہ نصبِ سینوں کی روک ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیں چھوڑنی ہی پڑتی ہیں۔ ان چیزوں کے چھوڑنے کا نام ہی قربانی کہنا تو فی مفاد ذاتی فدا کی قربانی چاہتے ہیں۔ ذاتی مفاد کا حصول یا ان کی حفاظت بذاتِ خود ایک اچھی چیز ہے۔ وہ بنفسہ خیر و برکت کا موجب ہے، لیکن اگر ہم اس کی عزت کریں۔ تو قوم کو نقصان پہنچتا ہے۔ قوم کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم ذاتی مفاد کی پرواہ نہ کریں۔ ان کے چھوڑتے کا نام قربانی ہے اسی حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحببون۔ (یونہی) حقیقت کی کوئیں پہنچ سکتے۔ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں کو نہ چھوڑو گئی اور موقوف پر فرمایا۔ کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں مثلاً اموال۔ عیال۔ اطفال۔ روپیہ پیسہ۔ مکانات فتنہ ہو جاتے ہیں۔ یہ چیزیں بذاتِ خود تہرہری نہیں اور نہ حرام ہیں۔ یہ وہ اسبابِ زینت ہیں۔ جن کے حصول کیلئے خود قرآن ہمیں رغبت دلاتا ہے مگر جس وقت قوی اور دینی مفاد کے روک کا یہ موجب ہو جائے اس وقت ان کو چھوڑنا ہی لازم ہے۔ ان آیات میں لفظ **فتنہ** نادانوں کی ٹھوکر کا موجب ہوا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش کے ہیں۔ آزمائش کا مقام اسی وقت پیدا ہو جاتا ہے جب کسی بہتر چیز کے حصول کیلئے ہم مجبوظ یا جائز چیز کو چھوڑ دیں۔ والا ناجائز چیز کو چھوڑنا کوئی موجب آزمائش نہیں۔ اس کو قطعی اجتناب ہی لازم ہے۔ الغرض اس سورہ پاک کی کامیابی اور خیر و برکت کے بہترین اصول ہمیں بتلائے ہیں۔ وہ تین ہیں۔ اول ہم غلط اور ناجائز راہوں سے الگ ہو جائیں۔ دوم ہم بہترین اخلاق اور اصلاح و فلاح کے اصولوں پر قدمزن ہوں۔ سوم۔ اگر ہمارے منکسوبات یا محبوب چیزیں مہماتِ عالمی کے راہ میں آجائیں تو ان کو کنارہ کریں +

جہاں میں ایک طرف دنیا کے فضلاء اور مدبرین کو دریافت کرتا ہوں کلن تہن انور کے سوا کوئی اور امر بھی انھیں نظر آتا ہے۔ جو وہ خیر و برکت کے حصول کیلئے تجویز کر سکیں وہاں میں مسلم بھائیوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنا احتساب کریں کہ آیا ان میں کوئی چیز نہیں ہے۔ کیا وہ عنومات کو چھوڑ چکے ہیں۔ آیا ان میں اخلاقِ حسنہ ہیں۔ آیا ان میں قربانی کی روح ہے۔ جب یہ تینوں چیزیں مفقود ہیں۔ تو پھر وہ کیوں متکبر نہیں کرتے۔ افزائِ مہمان کوئی چیز نہیں بالمقابل تمدنِ قوم میں چھوڑو درادرانِ وطن کو دیکھ لیں۔ آیا وہ ان راہوں کو نہیں چھوڑتے جاتے جو تہذیبِ تمدن کی مانع ہیں۔ آیا وہ ان باتوں کو حاصل نہیں کرتے جو اس کی حمد ہیں۔ اور قربانی کی روح تو اسی زر پرست اور عبدِ الاغراض قوم میں بحد کمال نمایاں ہو چکی ہے۔ تو کیوں وہ ہندستان کے مالک سمجھے جاتیں کیوں گورنمنٹ تک ہم سے لاپرواہ ہو کر ان کی کاسہ لیسینی نہ کرے۔ ہم اگر ترقی کرتا چاہتے ہیں۔ تو فصل لوبک وا تخیر بر عمل کریں +

طریق تعلیم حقائق قرآنیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مین اسلام

قرآن کریم کو نہ صرف بحیثیت کتاب خاص مذکورہ بالا حاصل ہیں۔ بلکہ اس نے اپنی تعلیم و تشریح میں جو رنگ اختیار کیا ہے۔ وہ بھی کل الہامی کتبوں کے بالمقابل اسی کا ہی حصہ ہے۔ اور ان امور میں سے جو تہایت ہی عظیم الشان بات مجھے نظر آتی ہے وہ اس کا باریک اُمور کو مبرا بن کر دینا ہے۔ یعنی جو بات بیان کرتا ہے۔ اسکو دلائل سے روشن کر دیتا ہے کسی بات کو تحکم کے طریق پر یا بر بناء معجزہ قرآن سے نہیں منوایا۔ یہیں کہا کہ یہ خدا کے الفاظ ہیں۔ اس لئے اسے قبول کر لو۔ یا یہ روح القدس کی بھڑکوں کو گوں کی تعلیمات میں جیسے کہ کلیسوی آئینات تعلیم کرتی ہے۔ اس لئے راہِ نور قابل تسلیم ہیں۔ دیگر مذاہب نے بانی مذہب کے معجزات بطور دلیل پیش کر کے اس کے کلام کو متعجب اللہ ٹھہرایا۔ معجزات کی کوئی حقیقت ہو جیسے آئندہ بحث کی جائیگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد معجزات استائن مشین ہو جاتی ہے۔ بعض کل کے معجزہ آج کے واقعات عادیہ بن جاتے ہیں۔ پھر ایک اتو صحیحہ ہونے پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ الغرض آئندہ کی نسلوں میں معجزات کوئی وجہ ثبوت نہیں کر سکتے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے معجزات کو بطور انعام تو بیان کیا۔ لیکن اپنی تعلیم کی صداقت کا حصر ان پر نہیں رکھا۔ بلکہ ہر اُمور کے ثبوت میں دلائل بیتہ پیش کئے۔ بعض قسمیں کل مذہب میں مشترک ہیں مثلاً ہستی باری تعالیٰ۔ حیات بعد الموت۔ وجودِ اہم اور دنیاوی۔ یوں تو ہر مذہب نے ان اُمور کی تلقین کی۔ مگر ان اُمور کو منطق یا دلائل عقلیہ سے تسلیم نہیں کرایا۔ مگر اسی امر کو سامنے رکھ کر قرآن کریم نے اپنے متعلق فرمایا تَبَيَّنَ لَكُلِّ شَيْءٍ (یعنی یہ کتاب ہر ایک چیز کی بہ دلائل بین تشہیح کر دیتی ہے) پھر ایک اور جگہ فرمایا لِيُهْلِكَ مَنْ هَلَكَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَتَّىٰ بَيْتِهِ (یعنی جس بات کو منوایا گیا ہے۔ وہ دلائل کی ہی منوایا گیا ہے۔ اور جس کی تردید کی گئی ہے۔ وہ بھی دلائل کی ہی گئی ہے۔ تبلیغ دعوت حق

کیلئے جہاں حکم دیا۔ وہاں بھی یہ نہیں کہا۔ کہ تم معجزات کو بطور وجہ ثبوت پیش کرو۔ بلکہ فرمایا۔ ادعوا الی سبیل رتک یا حکمۃ یعنی دین حق کی طرف دعوت دینے میں حکیمانہ انداز سے کام لو۔ چنانچہ جہاں یہ حکم ہے۔ کہ دین کے پھیلانے میں کبھی سختی نہ کرو۔ اگلی دیکھی یہی فرمان ہے۔ کہ نہ ہب کی صداقتوں کو بدلائل بیان کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس میں سختی کی ضرورت ہے۔ فرمایا صلا اکر اہل الدین قد تبین الرشید من الغی (دین میں سختی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہدایت کے راستہ کو کج روی سے بدلائل متبوع کر دیا گیا ہے) +

قرآن کریم نے اپنے حقائق کے ثبوت میں تین طریق پر دلائل کو پیش کیا ہے؛ (۱) جو عام مسائل ہوں انھیں عام قسم دلائل سے میرہن کیا ہے۔ جو عام فہم باتیں سمجھی ہیں۔ لیکن وہ بھی حقائق سے نکالی ہیں +

(۲) بعض مسائل کے حل کرنے میں ان صفات الہیہ میں سے کسی ایک صفت کا نام لے دینا۔ کہ جن کی تصدیق کائنات کر رہی ہو۔ گویا خدا کی وہ صفت ہی یہ چاہتی ہے کہ ان ان امور کو بطور صداقت تسلیم کر لیا جائے مثلاً نہ اعتدال صافہ کے ان ایسے عقائد کی تردید میں صرف اسماء الہیہ لگن دیئے ہیں جو قرآن کے تعلیم کردہ عقائد سے مختلف ہیں۔ اسماء الہیہ کے باب میں نے اس امر کی مفصل شرح کی ہے۔ جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں +

(۳) جو باتیں قریب الغم ہوں۔ اور اپنے اندر نظری رنگ نہ رکھتی ہوں۔ ان کی تفسیر میں صحیفہ قدرت کے بعض مظاہر کو بطور شہادت پیش کیا ہے + مثلاً نہایت ہی عام فہم طریق پر انبیت مسیح کی تردید میں حسب ذیل دلائل دیئے ہیں +

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون یعنی جنم مسیح کو کیوں خدا بنا رہے ہو۔ اسی قسم کا ایک شخص آدم ہے۔ اور ایسے ہی ہر آدمی ہے۔ یہ سب کے سب پیدائش میں مسیح سے ملتے جلتے ہیں۔ سائے ہی مٹی کے پیدا ہوئے۔ بروقت پیدائش سب میں ہوا وند کی مٹی لگی۔ پھر مسیح

میں کوئی خصوصیت ہے۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ جناب مسیح بن باپ تھے۔ تو جناب ادم تو عقیدہ بائبل کے ماتحت بھی بن باپ اور بن ماتھے۔ چنانچہ لوقا نے جہاں جناب مسیح کا نسب نامہ دیا ہے وہاں اسی لئے ادم کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔ جناب ادم کے علاوہ پولوس نے اپنے خط بہ نام عبرانیوں میں ایک اور بزرگ کا ذکر کیا ہے۔ جسے ملک صدق سلیم کہتے ہیں۔ اُس کے باپ وہاں بھی بقول پولوس نہ تھے۔ بلکہ پولوس تو کہتا ہے۔ کہ اُس کا آغاز ہے نہ نہ تھا۔ اور اُس لئے جناب پولوس نے جناب مسیح کا انسانوں کی اُس جماعت میں رکھا ہے۔ جس کا ایک فرد ملک صدق تھا۔ بلکہ کسی بزرگ باپ ہونا تو کسی کو خدا نہیں بنانا۔ جب اور بن باپ بھی جو ہوں +

۱۔ جناب مسیح کا روح اللہ کہلانا تو اُسکی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے یا اس کے فرشتے نے خدا کی روح بطن مریم میں بھجوا دی۔ یہاں میں قرآن کریم کی وہ آیات لکھ دیتا ہوں جنہیں ایک جگہ تو مسیح کی پیدائش کا ذکر ہے دوسری جگہ ادم یا ابن آدم کی پیدائش کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے تینوں جگہ ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس طرح روح جناب عیسیٰ میں ہوئی۔ اسی طرح جناب ادم یا برتبی بشر میں ہوئی۔ پیدائش جناب مسیح کے متعلق قرآن کہتا ہے میں نے مشترک الفاظ کو حلی قلم میں لکھ دیا ہے +
وَمَرْيَمُ ابْنَتُ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ قَرْحَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَجَلَّلْنَاهَا بِإِذْنِنَا وَالَّتِي أَحْصَنَتْ قَرْحَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَلَّلْنَاهَا بِإِذْنِنَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ یعنی وہ بی بی جس نے اپنے آپ کو باعصمت رکھا۔ ہم نے اُسکی روح پھونکی اور اُسکے بیٹے کو دنیا کیلئے نشان بنا دیا (سورۃ الانبیاء آیت ۹۱) +

اب جناب ادم کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے نفع روح کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کئے۔ فاذا اسویتہ ونفخت فیہ من روحی فقع لمسجدین (الحج آیت ۲۹)

یعنی جب جسم نے جسمانی طور پر اُسے لاد کر کھسکا۔ تو پھر ہمیں اپنی مٹی چھونکری جس پر فرشتے اُس کے آگے جھک گئے +

یہ بھر اسی آیت کو سورہ ص آیت ۱۲ میں آدم کے متعلق دھرایا ہے۔ آدم کے بعد جہاں پیدائش انسان کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بھی یہی الفاظ فرمائے ہیں۔ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوْحِي (سورہ ساجدہ آیت ۹) النّٰس جناب عیسیٰ۔ جناب آدم اور ایسا ہی ہر بنی آدم کے متعلق فرمایا۔ کہ ہم نے اپنی رُوح ان میں پھونکی۔ مسیح کیا یہ سب رُوح اللہ ہیں۔ ہاں مسیح نے مرنے تک اُسی رُوح کو قائم رکھا۔ ہم اپنی غلط کاریوں سے اُس کے جوہروں کو دبا دیتے ہیں +

کلمۃ اللہ جس آیت بالا میں مسیح کو آدم سے تشبیہ دی۔ اس کو الفاظ ذیل پر ختم کیا۔ خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اُسے کہا۔ ہو جاؤ وہ ہو گیا۔ انہی الفاظ کو ہر چیز کے پیدا کرنے کے متعلق فرمایا۔ وَ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اُسے کہتا ہے ہو جاؤ تو ہو جاتی ہے (سورہ نصرہ)

الغرض جو چیز بھی مخلوق ہوتی ہے۔ وہ ایک ارادۂ الہی کے ماتحت ہوتی ہے جو کلمہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک چیز کلمہ ربّ ہوتی ہے۔ آدم بھی ایک کلمہ ربّ تھا۔ اور چونکہ آدم اور عیسیٰ پیدا انش میں یکساں ہیں۔ اس لئے جناب عیسیٰ بھی اسی طرح ایک کلمہ ہیں۔ لہذا خدا تعالیٰ کا جناب ربّ ہم کو کہنا کہ ہم نہیں اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتے ہیں۔ تو اس کی حقیقت اس کی زیادہ نہیں کہ اُسے ایک بچہ کے دینے کی بشارت دی گئی۔ جو کلمہ ربّ ہونے کی حیثیت میں خدائی دوسری مخلوقات کی طرح ہے۔ لیکن چونکہ عیسائیوں نے اس لفظ کو بہت اہمیت دی

لہذا اس تضاد الہی اور اس کے ظہور کی حقیقت سے تو اللہ ہی واقف ہے لیکن ہمارے سمجھانے کیلئے ارادہ اور پھر کلمہ کا ذکر کیا گیا +

بلکہ اسی سے اُس کی الوہیت ثابت کی۔ تو قرآن شریف نے سورہ کہف میں اس امر کی تردید ضمناً آیت نمبر ۱۹ میں فرمادی۔ اور کہا۔ کہ اگر سمندر کلمات رب کے (لکھنے کے لئے) ایسا ہی ہوتا۔ تو پیش ازیں کہ وہ کلمات ختم ہوتے سمندر ختم ہو جاتا الغرض جو کچھ اس زمین و آسمان میں مخلوق اتنی ہے۔ وہ سب رب کے کلمے ہیں پھر اگر جناب مسیح کو کلمہ کہد یا تو کوئی خصوصیت ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ہر کلمہ تشکل ارادہ بولنے والے کے سینے میں ہوتا ہے۔ نشاء عالم سے پہلے جب خدا تعالیٰ نے ایسا ارادہ کیا ہوگا تو وہ استعارہ کے رنگ میں وہی ارادہ جس نے بعد میں کلمہ کی شکل اختیار کرنی تھی خدا کے اندر ہوگا۔ اسلئے اگر بعض یونانی حکماء یا انکے متبعین مثلاً حکیم فیلو وغیرہ نے نشاء عالم پر بحث کرتے ہوئے یہ کہد یا کہ سب سے پہلے کلمہ تھا۔ کلمہ ہی خدا کے اندر تھا۔ وہ کلمہ ہی کل مخلوقات کی بنیاد تھی۔ تو یہ تو ایک حقیقت تھی۔ ہاں مُصَنِّفَانِ انجیل یوحنا نے اس فلسفہ یونانی کو جو تصنیف انجیل مذکورہ کے وقت سکندریہ میں دائر و سائر تھا آغاز انجیل میں بالفاظ رکھ کر یہ قرار دیا۔ کہ اس سے مراد مسیح ہے۔ یہ محض خوش فہمی تھی جس بیان بالا کلمہ تو نشاء عالم سے پہلے بالضرور خدا کے وجود میں تھا۔ اور وہ کائنات کی بنیاد تھا۔ لیکن اس سے یہ کہاں نکلتا ہے۔ کہ وہ مسیح تھا۔ اس کو مراد تو صرف ارادہ ربی ہے۔ جو پیدائش مخلوق کی ابتداء میں تھا۔ اسی طرح ہم مسلم بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ نور محمدی تھا +

معجزات مسیح | اسی طرح معجزات مسیح کی تردید میں جسے الوہیت مسیح کی بنیاد ٹھہرائی ہے ذیل کی ایک تہایت ہی عام فہم دلیل دیدی ہے

ما المسیح ابن مریم ولا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یعنی مسیح ایک رسول تھا۔ اور اُن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ جو سب کے سب انسان تھے۔ اور خدا نہ تھے۔ چنانچہ جناب مسیح کا ایک معجزہ ایسا نظر نہیں آتا۔ جو ان سابقہ رسولوں سے صادر نہ ہوا ہو۔ اگر جناب مسیح نے نابینا کو بصارت بخشی تو جناب

یوسفؑ کے کرتے نے جناب یعقوبؑ کو آنکھیں دے دیں۔ اگر جناب مسیحؑ نے پانی پر حکومت کی۔ تو جناب موسیٰؑ کے عصا نے دریا سے نیل پر حکومت کی۔ اور حضرت یسوعؑ کے ڈنٹے نے دریا سے یردن کا مٹن پھیر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے ہزاروں کو سیر کر دیا۔ تو جناب ایلیاؑ نے ایک عورت کے گھر میں جا کر ایک تیل کی ٹھلیا کو اس قدر برکت دیدی۔ کہ ایک سال تک اس میں سے تیل ختم نہ ہوا ایسا ہی انھوں نے اور کئی جگہوں پر بھی برکت بخشی۔ یعنی تھوڑی چیز کو زیادہ کر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے بیماروں کو اچھا کیا۔ تو ان جیسے اور ہمدردی رشتوں نے بھی یہودہ کے ایک تالاب کے پانی سے ہتیرے مریضوں کو اچھا کر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے تین مردے زندہ کئے جن میں سرور کا معاملہ خود بڑے بیان انجیل مخدوش ہے تو حضرت ایلیاؑ نے دادی استخوان میں جا کر ہزاروں مردے زندہ کر دیئے اب جو بھی ایلیاؑ والے واقع کی تشریح کی جائے۔ وہ ہی جناب مسیحؑ کے معجزہ کی ہستی ہے۔ اسی طرح اگر جناب مسیحؑ بالفرض جسم کے ساتھ آسمان پر گئے تو حضرت ایلیاؑ جس شان و شوکت سے آسمان کو گئے۔ اس کے مقابل تو رفع عیسیٰؑ کی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ آسمان سے آتشیں رتھ آتی ہے۔ اسے فرشتے کھینچتے ہیں۔ اس میں جناب ایلیاؑ کو بحسد غصہ بٹھایا جاتا ہے۔ اور وہ آسمان میں جا کر ہشت میں اخل ہو جاتے ہیں۔ اور پھر واپس نہیں آتے ۛ

یہاں میں نے صرف توریت کے بیان کردہ معجزات کے متعلق لکھا ہے۔ اور اداۃ دوسری کتب کے بیان کردہ معجزات کا ذکر نہیں کیا۔ جناب بدھؑ کے معجزات کوئی کم حیثیت نہیں رکھتے۔ ان میں ایک معجزہ آپ کا دریا کے گنگا پر چلنا ہے۔ اب مقام غور ہے۔ کہ اگر معجزات کی بناء پر ہی مسیحؑ کو خدا بنانا تھا۔ تو پھر تو ان کا کوئی بھی ایسا معجزہ نہیں جرد و سرور نے کیا ہو۔ تو کیوں وہ خدا نہ بنائے جائیں۔ اور اگر توریت کے بیان کو صحیح مان لیا جائے۔ تو جناب ایلیاؑ کے معجزات کے مقابل جناب مسیحؑ کے معجزات کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔ لہذا انہی مسیحؑ کے بطلان میں

قرآن شریف نے فرمایا۔ کہ مسیح ایک رسول تھا۔ اُن سے پہلے رسول لُذر گئے۔ رہا اُن کی پیدائش پر مہمودیوں کا حملہ۔ سو یاد رہے۔ کہ اسی بات پر کہا۔ کہ ان کی ٹال صدیقہ تھی۔ یعنی اُن عیوب سے پاک تھی۔ اور وہ دونوں کھایا پیا کرتے تھے یعنی انسان تھے۔
اس آیت کا آخری حصہ کہ جنابِ مسیحؑ اور اُن کی والدہ کھانے کے محتاج تھے۔ اُنکی الوہیت کے بطلان میں ایک کافی دلیل ہے۔ انسان کا کھانا پینا اُس پر ایسے حوائجِ بشریہ لائق کر دیتا ہے۔ کہ جو شانِ الوہیت کے باطل منافی ہوں۔ یہی احتیاجِ بشری جنابِ مسیح کو انجیر کے درخت کے پاس لے گئی۔ وہ جھوک سے کچھ اس قسم کے تنگھے۔ کہ انھیں یہ بھی خیال نہ رہا۔ کہ وہ وقتِ انجیر کے پھل لانے کا

نہ تھا۔ پھر آپ کا پھل نہ پا کر درختِ انجیر پر لعنت بھیجنا ایک اور انسانی کمزوری کا ظہور تھا۔ ہم جب کوئی فعلِ اضطراب اُکرتے ہیں۔ اور ہماری راہ میں کوئی بیجان چیز بھی حائل ہو جائے تو اس بیجان چیز کو بھی بحالتِ غصہ میں موردِ زبرد و توجہ تھیرا دیتے ہیں مثلاً کسی مکان میں ہم داخل ہونا چاہیں اور اُس کا دروازہ ہم سے نہ کھل سکے تو ہم دروازہ کو ہی گالیاں دیتے ہیں۔ کبھی اس کو ٹھکراتے ہیں۔ حالانکہ اس دروازہ کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ یہی حالت جنابِ مسیح کی ہے۔ انجیر بچاری کا کیا قصور تھا۔ جو اُس نے پھل نہ دیا۔ وہ تو اُسکے پھل کا وقت نہ تھا۔ ہاں عیسائی دوستوں کا اس موقع پر یہ کہنا۔ کہ اس لعنت کے بعد وہ درختِ انجیر ہمیشہ کیلئے نئے پھل ہو گیا۔ اور اس طرح الوہیت مسیح ظاہر ہوئی۔ تو اس سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ آج مغرب میں علمِ توحہ کا عام چرچا ہے۔ توحہ کے مشاق اپنی توحہ کے زور سے سُلّتی ہوئی گھڑائی کو ٹھیرا دیتے ہیں۔ اس فن کے مشاق آنکھ بھر کر بھی ارادِ مٹا کسی کو نہیں دیکھتے۔ کہ کہیں دوسروں کو انکی پنٹ کی زد سے نقصان نہ پہنچے۔ تو پھر جس کی توحہ کا مل ہو چکی ہو۔ اگر بالفرض غصہ۔ میں انکی توحہ ہی کام کر جائے۔ جس کو کسی درخت کے ثمر آور جہر ہی مر جائیں تو کونسی تعجب کی بات ہے۔

الفرض اس انجیر کے واقعہ میں جو کچھ جنابِ مسیحؑ کر سزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وہ سب اسی یا کلان الطعام کی گویا ایک تفسیر ہے۔ جناب مسیح نے بھی اپنی روزانہ دعاؤں میں یہ کہہ رہیں اے جے کے دن کی روٹی دے اپنی احتیاج کو نظر کر دیا۔ خدا تعالیٰ تو ان احتیاجوں کی پاک ہے ۛ

تیسرا طریق استدلال میں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ وہ اپنے بیان کردہ حقائق کی تشریح میں نظر رہا ہے۔ قدرت کو بطور شہادت پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ بات بھی کہی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں میں بعض موٹے موٹے حقائق کا ذکر کرتا ہوں۔ جن کا اثر خاص کر ہمارے تمدن اور ہمارے اعمال پر پڑتا ہے۔ ان میں سے خاص کر مسطورہ فاتحہ کے بیان کردہ اسماء الہیہ ہیں جن میں کو اسم رب انسان کی خاص توجہ کو چاہتا ہے۔ تعلیم قرآن کے مطابق رب وہ ہستی ہے جو ہر ایک چیز کے بنانے سے پہلے اس کا ایک نقشہ اور شکل اپنے سامنے رکھ لیتی ہے۔ اور پھر ان تمام چیزوں کو ایک ترکیب مناسب میں لے آتی ہے۔ جس کو اس چیز نے شکل خاص کو اختیار کرنا ہوتا ہے۔ ایسا ہی رب ان قوانین و ضوابط کو بھی تجویز کر لیتا ہے جن کے ماتحت اس چیز نے چل کر تکمیل حاصل کرنی ہوتی ہے۔ اگر ایمان بر رب کا لانا ضروریات نجات میں ہے۔ تو اس کو مراد بھی یہی ہے کہ ہم ان قوانین کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور ان پر عمل کریں جن کے ماتحت خدا تعالیٰ ہماری ربوبیت کرتا ہے۔ یقول قرآن شریف وہ ہی انسان کامیاب ہوگا۔ جو ان کی عزت کرے گا۔ اور وہ ہی ناکام ہوگا جو جہنم میں جائیگا جو ان قوانین بنی علی انکار کرے گا۔ اس کفر ربوبیت کی طرف قرآن نے جہاں کہیں اشارہ کیا ہے۔ اس کو قوانین ربوبیت علی انکار کیا ہے۔ الغرض اس امر کی تشریح میں کہ ربوبیت کے ماتحت قوانین پہلے ہی بنے ہوئے ہیں۔ ان پر چل کر ہر ایک چیز جس عالم میں ہو اپنی آخری منزل بلوغت پر پہنچ کر اس عالم کو چھوڑ دیتی ہے۔ اور یہی اس کا کمال ہے۔ قرآن شریف نے ایک نئے عالم نباتات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی کسی چیز کا عالم نباتات میں پیدا ہونا

۱۷۔ قد افلح من تزک۔ و ذکر اسم ربہ فصلی۔ یفکامیاب وہی ہوتا ہے جس کے اندرون اعلیٰ جو ہر جگہ ہیں اور اس طریق پر کہ وہ رب کو یاد رکھے لیکن ان قوانین کو سامنے رکھے جو اس کی ربوبیت کے متعلق ہیں (مسورہ اعلیٰ)

اس کا بڑھنا۔ پھل پھول لانا پھر اپنی موت طبعی کو دیکھنا سب کا سب قوانین کے ماتحت ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ الذی خلق فسوی و الذی قدر فہدی و الذی احتوج المرعی و فجعلہ غشاء حویٰ (سورہ علیٰ آیت) یعنی ربّ اعلیٰ چیزوں کی شکل تجویز کرتا ہے۔ پھر اُن کی ٹمیل کرتا ہی پھر اُنکے مُتعلّق اندازے اور قوانین رکھ دیتا ہے جن پر چل کر وہ آخری منزل تکمیل پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ وہی ہے۔ جو ہری بھری نباتات کو پیدا کرتا ہے۔ پھر انھیں خشک کر کے سیاہ کوڑی کے رنگ کی کر دیتا ہے۔ جس طرح ایک سبزی پیدا اُٹش سے لے کر اپنے خاتمہ تک ربّ کے قوانین پر ہی چلتی رہے۔ اور ان پر چلنے سے مقام اعلیٰ تک پہنچتی ہی یہی حالت انسان کی ہے +

صفتِ ربّ کے بعد جس بات کو انسان نے ترقی منازل کیلئے اپنے سامنے رکھنا ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ ربّ کائنات ذاتِ واحد ہے۔ یعنی انسان نے ایک ربّ واحد سے اپنی ہدایت کیلئے قوانین لینے ہیں۔ دوسرا اس نے انسان کی ہر غرض کو پورا کرنے کے لئے محض اپنے فضل سے ہر ایک چیز پہلے ہی سے پیدا کر دی ہے۔ یہی رحمانیت کے معنی ہیں۔ تیسرا اگر انسان اُن پیدا کردہ چیزوں کو صحیح طور سے استعمال میں لائے۔ تو اس کے ہر فعل کے ثمرات کئی گنا ہونگے۔ کیونکہ شانِ رحیمیت کا یہی تقاضا ہے۔ ان تین صفاتِ ضروریہ کی تشریح میں قرآن کریم ذیل کے الفاظ میں کائنات کے ایک منظر کو بطور شہادت پیش کرتا ہے :-

واللّٰھُ اکبر اللّٰھُ واحدٌ لا الّٰھُ الاّ ھو الرّحمن الرّحیمہ
ان فی خلق السّموات والارض واختلاف الیل والنہار
والفلك التي تجری فی البحر بما ینفع النّاس وما انزل اللّٰھ
من السّماء من ماءٍ فاخیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیہا

من کل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لآيات لقوم يعقلون (سورة البقرة آیت ۱۶۵) +
 ان آیات میں جن امور کا ذکر کیا ہے۔ اُن کو انسان کی آسائش و پرورش سے تعلق ہے۔ زمین میں کراہت اس کا پیدا ہونا سمندر میں کشتیوں کا نفع انسانی کیلئے چلنا زمین پر مختلف جانوروں کا ہونا ان سب کا تعلق اختلاف لیل و نہار سے ہے۔ دن رات کے چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف حصص میں زمین کے سامنے آفتاب مختلف اوقات پر آ جاتا ہے۔ جس سے کہیں سردی اور کہیں گرمی ہوتی ہے۔ سورج جب زیادہ دیر سمندر کے مقابل رہتا ہے۔ تو اُس کے بخارات اُوپر جا کر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی سردی گرمی کے اختلاف سے ہوائیں چلتی ہیں۔ جو ان بادلوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاتے ہیں۔ پھر یہ بادل بارش بن کر زمین کے اندرون کے مواد کی امتزاج کو مختلف اجناس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہوائوں کا چلنا جازرانی کے محمد ہو کر سمندر کی پیداوار کو انسان کے استعمال میں لے آتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ زمین پر جانوروں کا ہونا انہی حالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ جن پر انسان کی پیدائش کا حصر ہے۔ الغرض یہ سائے کا سارا نظام دن رات کی کمی بیشی پر مبنی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کل نظام کے قائم رکھنے میں قوانین مختلفہ کام کرتے ہیں۔ حق قانون نے اختلاف لیل و نہار پیدا کیا ہے۔ وہ اُس قانون سے الگ ہے۔ جس کے ماتحت ہوائیں چلتی ہیں۔ پھر وہ قانون اس قانون سے الگ ہے جس کے ماتحت

۱۷ ترجمہ۔ اور (گو) تمہارا معبود (تو وہی) خدا ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر اہم کر نیوالا ہر شے بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے بدلنے میں اور جہاز و زمین جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں ہیں۔ انہی مال تجارت اہمہ میں لکیر چلتے ہیں۔ اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اسکے ذریعہ زمین کو اسکے مرے (یعنی فائدہ) پہنچا کر پھونکا۔ (یعنی شاداب کرتا)۔ ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے مومن زمین پر پھیلایا رکھے ہیں اور ہوائوں کے (ادھر ادھر اور ادھر ادھر) پھیرنے میں اور بادلوں میں جو خدا کے حکم پر آسمان زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ غرض ان سب چیزوں میں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں (قدرت خدا کی بہتری ہمت نیاں) (موجود ہیں) +

سمندروں میں سے پانی اٹھ کر بادل بنتے ہیں۔ جو مختلف مقامات پر جا رہے ہیں پھر وہ کوئی اور قوانین ہیں۔ جو بارشی پانی کے امتزاج سے زمین کے مواد کو اجناس کی شکل دے دیتے ہیں۔ اب یہ حکومت ایک طرف تو زمین پر ہے دوسری طرف آسمانوں پر ہے۔ تیسری طرف ہواؤں پر ہے۔ اور ان سب کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ انسان کو فائدہ ہو۔ یہ نتیجہ واحد (یعنی بہا نفع الناس) اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ ان قوانین کا واضع اور حکمران ایک ہاتھ ہے۔ در نہ نظام عالم میں فساد ہو جاتا۔ ایسے ہی انسان کا مفاد دو اور چیزیں چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ یہ ساری کی ساری چیزیں جن کا پسیدہ کرنا اس کے اختیار سے باہر تھا۔ اور جن کا وجود بھی اُن کے عمل سے باہر تھا۔ وہ پہلے سے موجود ہوں۔ اس فیض رحمانیت کی طرف بھی آیات بالا اشارہ کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں ان چیزوں سے فائدہ تب ہی مرتب ہوتا ہے۔ کہ انسان جتنے اوسع اپنے ہاتھ بلائے جس سے نہ صرف اُس کی محنت ہی منافع ہو۔ بلکہ اس کے نتائج گونا گوں ہوں۔ چنانچہ آیات بالا میں بہا نفع الناس کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی کا نام فیض رحیمیت ہے۔ الغرض یہ آیات شہادت دیتی ہیں۔ کہ جس معبود کی ہم نے پرستش کرنی ہے۔ وہ واحد رحمان اور رحیم ہے۔

خدا کی چوتھی صفت یعنی مالک یوم الدین کی تشریح میں تو کئی ایک مناظر قدرت شہادت دیتے ہیں۔ جن کی طرف قرآن نے وقتاً فوقتاً اشارہ کیا ہے۔ مگر میں یہاں ایک بات کا ذکر کرتا ہوں۔ جس کا تعلق خاص کہ ہماری ترقی و تہذیب سے ہے۔ انسان کے اندر ترقی کرنے کے بھی جو ہر ہیں۔ اور تنزل کی طرف جانے کے بھی میلان ہیں۔ اگر انسان صحیح طریق پر چلا تو مقام اعلیٰ پر پہنچ گیا۔ اور اگر اُس نے غلط راہ اختیار کی تو ذلیل ہو گیا۔ گویا اُس کی عزت و ذلت اس کے اعمال کے نتائج پر منحصر ہو۔ اور یہی نتائج جو اصل خدا کی طرف مرتب ہوتے ہیں۔ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے افعال کی جزا سزا کا بھی کوئی مالک ہر دنیا کے اپنے حاکموں کا وجود بھی

کی بجائے ہم کو دیا کرتے ہیں۔ کہ خدا گواہ ہے۔ قسم کو شہادت ہے۔ قرآن کریم نے بڑے بڑے حقائق عالیہ کی تشریح کے لئے صرف دو چار الفاظ میں کائنات کی بعض چیزوں کو قسم (شہادت) کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان کا ذکر موقعہ موقعہ آئیگا۔

اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب

ظلمتکدہ مغرب میں نور اسلام کی ضیا باریاں

دین اسلام کی حیرت انگیز اشاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے سٹریٹس پوسٹ کا نامزد لکھتا ہے۔ کہ برطانیہ دنیا میں اسلام نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور ان انگریزوں کا جو برضا و رغبت آئے دن حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں... اوسطاً ہر روز ایک کلب ہے۔ اخبار مذکور نے اسلام کی اس حیرت انگیز اشاعت کی روک تھام کیلئے ایک طویل مقدمہ پیش کیجی مسیتین کو مشورہ دیا کہ وہ اس کا تدارک کریں۔ اور اپنی جدوجہد برطانیہ دنیا کو حلقہ بگوش اسلام ہونے سے روکیں۔

ایک جماعت ایسی بھی موجود ہے جو نو مسلموں کو برکاتی ہو اور آمادہ کرتی ہو کہ دین اسلام کو ترک کر دیں۔ لیکن اس کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ مسلمان باوجودیکہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرتے لیکن باوجود اس کے بوق جوق لوگ اترہ اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔

نو مسلم انگریزوں کی تعداد

جزائر برطانیہ میں تقریباً ایک ہزار نو مسلم ہونگے جن میں دو بہت زیادہ مشہور ہیں ایک لارڈ ہیڈلے اور دوسرے سر آرمینیا بلڈ ہملٹن۔ جو خزانہ کرشتہ کے لحاظ سے جیمس ٹانی شاہ۔ ریکارڈ لینڈ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

”دو لنگت میں ایک مسجد ہے جہاں نو مسلم انگریز اپنے مشرقی بھائیوں کے ساتھ جو لندن میں مقیم ہیں نماز پڑھتا ہے۔ اور امام نماز کے جو شیخ المسجد کہا جاتا ہے خطبے اور تقریریں سناتے ہیں۔“

”مسجد دو گنگ“ کے پیش نماز کا نام آقا نے نذیر احمد ہی۔ یہی قاضی کا کام بھی کرتے ہیں۔ نہایت شیفتہ اور تعلیمیافتہ انسان ہیں۔ یکبار نکاح خوانی کے وقت میں بھی موجود تھا۔ انھوں نے اسلامی طرز پر ان کے نام رکھے اور عقد کر دیا۔ اور بعدہ چند نصائح بھی کئے۔ وہ باتیں بتائیں جو میاں بیوی کیلئے نہایت مفید تھیں۔ نکاح کے بعد وہ مؤثر انداز میں مشورہ سے مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ ایک خادمہ کی طرح سے اپنی رفیقہ حیات کو مارنا نہیں جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ۔ اس کے ساتھ کوئی بڑا سلوک نہ کرو۔ اس سے زیادہ دیر کے لئے جد امت ہو +

اس کے بعد انھوں نے دہن کی طرف رخ پھیرا اور چند نصیحت آمیز باتیں کہیں آپ نے کہا۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ نیک بی بی بنو۔ جب تمہارا شوہر آئے تو اس کو خوش کرو۔ جب تم سے کوئی بات کہے تو اس سے کان لگا کر سنو اور سراطاعت ختم کر دو شوہر کی عدم موجودگی میں ہر چیز کی حفاظت کرو۔ ان تمام باتوں کو فایز ہونے کے بعد صندوق سے دو ”وثیقے“ نکالے جس پر میاں اور بی بی ہر دو نے دستخط کر دیئے شیخ موصوف نے ایک شوہر کو اور ایک بی بی کو دے کر رخصت کیا +

لارڈ ہسٹلے کا بیان

”انجامتہ الاسلامیہ کا نام نہ رکھا رکھتا ہے۔ کہ لارڈ ہسٹلے نے مجھ سے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ میں ایک مدت سے مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن اس اعلان کا وقت جب آگیا۔ میں نے اعلان کر دیا۔ لارڈ مذکور کا اسلامی نام عبدالرحمن فاروق ہے۔ انھوں نے لندن کی مشہور و معروف درسگاہ کیمبرج میں تعلیم پائی ہے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے مشرقی دنیا کی خوب سیاحت کی ہے۔ اور پوری طرح مشہور ہیں +

تھوڑے دن ہوئے وہ حج بھی کر آئے۔ طواف کعبہ کی خبر سے بعض طغویں میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ ممالک حجاز میں کسی سیاسی جہم کو سر انجام دینے کیلئے لئے گئے ہیں۔ لارڈ ہسٹلے نے بیان کیا۔ کہ میں پہلا برطانی نو مسلم ہوں جس نے

خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ مجھ سے پیشتر اور لوگ بھی گئے ہیں۔ لیکن لباسِ لکر اور میں نے علانیہ اس فضیلت کو حاصل کیا ہے۔

اسلام میں رنگ و نسل اور قومیت کوئی چیز نہیں۔ اسلئے مساجد میں چینی، روسی، انگریزی، ہندی اور انگریز تمام لوگ ایک صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور خدا کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں۔

اکثر لوگ اس وجہ سے اسلام لائے ہیں۔ کہ اس مذہب میں ایسا انسانی جذبہ موجود ہے۔ جس کی کوئی مذہبِ ثل نہیں پیش کر سکتا۔

سر ہملٹن نے اپنے اسلام لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو ہمہ گیر ہو سکتا ہے۔ مسیحی ہفتہ میں صرف ایک بار گرجا میں جا کر عبادت الہی کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان دن میں پانچ بار اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اُمید ہے۔ کہ سر ہملٹن جلد خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ عنقریب اسکاٹ لینڈ میں ایک مسجد بننے والی ہے۔

مقتبس از اخبار مدینہ منورہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء

اقتباس بالا ہمارے لئے ایک بہترین سبق ہے۔ نامزدگار نے سنڈے پوسٹ میں اگرچہ اپنے خیالات کا اظہار ۱۹۳۱ء میں کیا ہی۔ لیکن جس شادی کا یہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ کیونکہ خواجہ نذیر احمد صاحبِ سوخت و ہل کو نائب امام تھے۔ نامزدگار پر تو ہمارے طریق نکاح نے ایک عہد اثر کیا۔ لیکن اسلام کی نو بیسیوں باتیں ہیں۔ جو اپنی سادگی۔ خوبصورتی معقولیت اور عملی مفید ہونے کے باعث مغربی دلوں میں گھر کرتی جاتی ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ہاں کے پادریوں نے ہماری بڑھتی طاقت کو دیکھ کر شور مچایا۔ دو کنگ کے طوفان کے عنوان سے مضامین لکھے۔ مقامی پادری ریورنڈ جولی نے بہت شور مچایا۔ لیکن جب نائب امام موصوف نے انھیں مباحثہ کیلئے بلایا۔ اور مباحثہ کیا۔

شرائط بھی احسن سے احسن تجویز کیں۔ جسے کہ اخراجات مُباحات کو بھی جو بذریعہ تحریر بالمشافہ ہو کر چھپ جانا تھا۔ اپنے دَم لے لیا۔ تو آخر یورنڈ جولی نے ہر بات سے الکا کر دیا۔ ۱۹۲۲ء کے بعد پھر مقامی شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ باقی ہر جگہ شورش موجود ہے۔ لیکن تہذیب اور عقل کے ساتھ ہر قسم کی مخالفت ہوتی ہے۔ اسلام کی روک تھام تو عیسائی مذہب کیا کر سکتا ہے۔ البتہ وقت یہ ہے۔ کہ ہماری طرف سے اشاعت کا پورا سامان نہیں ہوتا۔ وہ ہر ایک روک تھام کر سکتے ہیں۔ لیکن تحریر کا ان کے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ اسلام کو جس حکیمانہ انداز سے خداوند کریم نے پیش کیا ہے۔ اور جس کتاب حکیم کی تعلیم کو پیش کرنا ہی ہماری کل لٹریچر کا مقصد اعلیٰ ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ عیسائی مذہب عقل و منطق کو خالی ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے۔ وہ اصنامی مذہب کی دوسری شکل ہے آج آٹھ سال گزرے جب مسلم مشن دو گنگ کے بانی نے اپنی کتاب تائید مسیحیت انگریزی میں اس امر کو پیش کیا۔ اُس کتاب پر ریویو بھی ہوئے۔ لیکن اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کہ عیسائی مذہب گل کا گل اضافی مذہب کا سرقہ تھا۔ کتواری کا کسی خدا کے بیٹے کو جتنا۔ اس کا نسل انسانی کے بچانے کے لئے قربان ہوتا۔ اس کی یاد میں بپتسمہ یا عشاءِ ربانی کا ہوتا۔ یہ گل کی کل باتیں اصنامی مذہب کی آئی ہیں۔ جسے کہ تارتینس اور تھوار بھی قبل مسیح کفار کی سمیں اور تھوار میں تینیس دسمبر کی رات کو اسی بیسیوں خدا ازا دے جل مابلہ کر پیدا ہوئے یہ خدا زبائے سب کے سب جموں کی سپہر کو مصلوب ہوئے۔ پھر ایٹر سنڈے یا بعد کی اتوار کو قبر سے اُٹھے۔ آسمان پر گئے۔ جسے کہ ان کے بعض معجزات بھی وہی ہیں۔ اور ان کے بعض کلمات بھی وہی ہیں۔ جو مُصنّفانِ انجیل جناب مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں الغرض گل کا گل مسیحی دین۔ مذہب کفار کا ایک عکس ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کے تو اس کتاب کو ۱۹۲۳ء میں ملے شریف میں بیٹھ کر لکھ دیا لیکن تصنیف کے وقت انہیں کیا علم تھا۔ کہ یہ کتاب کلیسوی تعمیر کو جڑ سے ہلا دیگی۔ آج لوگ مسلمان ہیں یا ہن

جس نے اس کتاب کو پڑھا۔ یا اس کے مضامین کو اور رنگوں میں آگاہ ہوئے۔
وہ مسلمان ہو یا نہ ہو۔ عیسائی نہیں رہا +

الغرض اس کتاب نے پورا اہم دہائی کام کیا۔ جس پر مصنف کتاب کو کسی
تعمیری کتاب کے لکھنے کا فکر ہوا۔ چنانچہ آپ نے آئی ڈیل پرافٹ کو
کو انگریزی (نبوت کا ظہور اتم یعنی نبی کامل (اردو)) میں لکھا۔ یہ کتاب تبلیغ اسلام
میں ایک نسخہ یکمیا ثابت ہوئی۔ سینکڑوں نفوس صرف ان دو کتابوں کو پڑھ کر
حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی بیماری نے ان کو سلسلہ
تصنیف سے روک دیا۔ لیکن خدا کا احسان ہے۔ کہ اب وہ کسی قدر کام کے
قابل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایک نئی کتاب بہ زبان انگریزی اسلام اینڈ
سولیزیشن (تمدن اسلام) مطبعین بھیج دی ہے۔ جو لوہا ایک ماہ تک خائے
ہو جائیگی +

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کہ آج دشمن کی قلم نے ہماری صداقت کی
شہادت دی۔ ہم نے دشمن کی اہمیت کے متعلق جب کبھی لکھا۔ وہ بروئے
راہتی ہی لکھا۔ امور دینی میں کسی قسم کا پرو پا غدا کرنا ایک امر مکروہ ہے۔ ہمارے
لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ سندے پوسٹ کا نامہ نگار لفظاً و لفظاً وہی
باتیں اپنے تجربہ و مشاہدہ سے کہہ رہا ہے۔ جو ہم نے ان صفحات میں لکھی ہیں۔ اسکی
تحریر کو ذیل کے امور ثابت ہوئے ہیں +

اول۔ اسلام مغرب میں راسخ ہوتا جاتا ہے +
دوم۔ ہمارے مخالف سوتے ہوئے نہیں۔ وہ برابر کوشش میں لگے ہوئے
ہیں +

سوم۔ ۱۹۲۳ء کے بعد اگرچہ یہ کوشش بڑے زور شور سے ہو رہی ہے۔ لیکن
انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ کیونکہ اسلام کی ترقی میں فرق نہیں آیا
چھارم۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ وہاں دو کنگ میں ایک امام صاحب ہیں۔ اور انکی

اسلام میں ایک مشنری ہوتا ہے۔ جسے عبدالحق خالص صاحب تھے۔ اب اُن کی جگہ
چودھری آفتاب الدین صاحب لی۔ اُسے بانٹے شیلانگ اسلام متن بھیج گئے۔
اتنے بڑے ملک میں دو مبلغین کی آواز کیا کام کر سکتی ہے۔ لیکن کام حسبِ خواہ
ہو رہا ہے۔ اسکی وجہ اشاعت لٹریچر ہے۔ گزشتہ پانچ چھ سال میں حقیقت
نئے مسلمان ہوئے۔ انھوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ اسلامک ریلو
یا نڈکورہ بالا دو کتابیں بتائی ہیں۔ بلکہ بعض نے تو ایسا لکھا کہ اگر ان کتابوں
کو چاروں طرف پھیلا دیا جائے۔ تو بہت جلد انگلستان مسلمان ہو جائے گا۔
اور یہ ایک آسان سے آسان اور ارزاں سے ارزاں طریق تبلیغ اسلام ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار مسلم بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں۔
ہزاروں لائبریریاں یورپ میں موجود ہیں۔ زبان انگریزی ایک دنیا کی
زبان ہے۔ امریکہ میں ہر جگہ انگریزی زبان ہے۔ اور گھر گھر کتب خانے
اگر اسلامک ریلو کو ہر جگہ پہنچا دیا جائے۔ تو ایک سال میں وہ کام ہو گا۔ جو ہمیں
مشنری نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسلامک ریلو کی قیمت بھی کم کر دی
ہے۔ ایک پانچ روپے سے کسی لائبریری کے نام ایک سال کیلئے اسلامک ریلو
جاسکتا ہے جس کو سینکڑوں نفوس پڑھیں گے۔ اور ان کے اثرات اسلام کو جھٹکیں گے
اس بات کو یقین کر لیا جائے کہ موجودہ ترقی علوم نے جہاں عیسائیت
کی ترویج کرنی کر دی ہے۔ وہاں اسلام کی بنیاد کو مضبوط کر دیا۔ اور خدا کا احسان ہے
کہ ہماری طرف سے جو اسلام پیش ہوتا۔ تو مطالباتِ علم و منطق کو سامنے رکھ کر
پیش ہوتا ہے قرآن کریم نے اپنا نام بڑھان رکھا۔ یعنی قرآن جو کچھ بیان کرتا
ہے۔ دلائل سے پیش کرتا ہے۔ یہ امر کسی مذہبی کتاب میں نہیں۔ یہی طریق
قرآنی ہماری تصنیف میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دُنیا بدن
مقبول ہو رہا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے کئی موقع پُر انگلستان میں تبلیغ اسلام
کی سیاسی اہمیت پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہ از حد قابلِ غور ہے۔ وہ کوئی نظری بحثیں نہیں۔

وہ حقائق ہیں۔ ہماری سیاسی مشکلات کا حل جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ آج اشاعت مسلم لٹریچر سے وابستہ ہے +
 خلاصہ اس عرضداشت کا یہ ہے۔ کہ اقتباس مذکورہ بالا کو بتوڑ پڑھا جائے۔ اس کے نتائج پر غور کیا جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک تھوڑی سی محنت اور خرچ کے ساتھ اسلام کا وہ شاندار مستقبل ہمارے سامنے آجاتا ہے جس کا رنگ ایام ماضی میں تھا + خواجہ عبدالغنی

اسلام اور کلیسیا

اسلام اور عیسائیت دنیا کے دو عظیم الشان مذاہب ہیں۔ ان کے اساسی اعتقادات ایک دوسرے سے ایسے متضاد و متخالف نہیں ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام اور عیسائیت دونوں ایک معبود کے پرستار ہیں۔ عہد نامہ عتیق میں جن سرسلین ربانی کے اسمائے حقہ مرقوم ہیں ۲۲ نوے نزدیک ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دونوں ہی مسیح علیہ السلام کی عظمت و رسالت کے قائل ہیں۔ تفاد و صرف یہ ہے۔ کہ مسلمان مسیح کی ادعائی الوہیت کے قائل نہیں ہیں۔ ان مذاہب کی یہ حد فاصل نظریہ تثلیث پر مبنی ہے۔ یہ عقیدہ یہیں لحاظ زیادہ تائید انگیز ہے۔ کہ یہ ایک اطالوی لفظ پرسونا (Personae) کی گمراہ کن تعبیر کا رہین مفت ہے۔ اطالوی میں اس کا مفہوم حجاب ہے۔ گویا پرسن (Personae) ایک حجاب ہے۔ جس میں رُوح اپنے آپ کو مجبُوب کر لیتا ہے۔ اور اس مُستعار لباس کی صورت میں اپنے جلوے کھیرتا ہے۔ اس تصور کی علت موجب یہ ہے۔ کہ معبود حقیقی اپنے آپ کو ان تین حجابات یا اشکال یا حیثیات کے ذریعہ

ظاہر کرتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ تین علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں اور یہ تین شخصیتیں تین ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ یہی وہ چیز یا جسے التکلیث فی التوحید (ایک میں تین) اور التوحید نے التکلیث اتین میں ایک کے مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ تو تین ہیئات مختلفہ میں رُوح کی جلوہ نمائی بالکل ایک قابل اور اک شے ہے۔ خلاف عقل نہیں۔۔۔ اور کسی مسلم کو اس سے اعراض کا موقع نہیں مل سکتا۔ مسبود کی ان تین ہیئات کو بعض صوفیوں نے بھی وجود۔ اصل ہستی۔ صورت۔ نمود اول۔ وسط۔ آخر۔ نور ازل۔ ضیاء سلیم۔ علم۔ معلوم۔ حقیقی۔ اصنافی۔ لازمی وغیرہ اصطلاحات میں ظاہر کیا ہے +

قدیم عرب میں عیسائیوں کا مزعومہ مرتد فرقہ نسٹوری آباد تھا۔ بعض کے نزدیک یہ فرقہ آغاز اسلام کے وقت بھی موجود تھا۔ تاہم نین بھری کے بعد فلسطین۔ شام اور متقل ممالک میں حدود صلیب کے تاثرات کے ماتحت جب مشرق اور مغرب کا ٹکھم ہٹا۔ تو مذہب سے مستنیر طریق پر خیالات اور تہذیب کا امتزاج ہٹا۔ نصرانی مجاہدین یا خدام یروشلم نے اس امتزاج سے بہت کچھ معلومات حاصل کیں۔ اور وہ ان معلومات کو اپنے ہمراہ یورپ میں لے گئے۔ ان دو مذاہب کے اس سنگٹھنے دو میل ملاپ کی راہیں پیدا ہوئیں۔ یہاں ان اثرات کی ممنون ہیں۔ جن کو مشترکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم و تربیت نے کشادہ کیا۔ یہ درسگاہیں اُنڈس میں تھیں۔ اس میں کچھ حصہ یہودی علوم کا بھی ہو۔ آج بھی ہسپانیہ کی بولی میں متعدد الفاظ ایسے ملتے ہیں۔ جو عربی کی اولاد ہیں۔ مشرق قریب میں ہم اسلام اور عیسائیت کے معتقدات کی حدود درمختل دروڑی۔ لسانی۔ فلسطینی وغیرہ فرقے دیکھتے ہیں۔ جو ریاستہائے قائمہ (بقرا) کا کام دے رہے ہیں +

اسلام کے اثرات صقلیہ (سلی) پڑمانٹ اور پروس میں نمایاں ہیں جن کے

متعدد مقامات کے نام غلطی ہیں۔ اور جو اس زمانہ سے پیشتر کی یاد دلاتے ہیں۔ جب عربوں کو چارلس عاثرل نے شکست دی۔ ٹیکسٹ یورپ میں علم و تہذیب کی ہزیمت تھی۔ کیونکہ اس کے بعد ازمنہ تاریک (ڈارک ایجز) کا دور شروع ہوا۔ اس وقت علم و معرفت کو پاپاؤں نے اپنا تختہ مشق بنایا۔ ان کی تحقیق۔ ان کا فتویٰ یا ان کا حکم یہ تھا۔ کہ تمام ذہنی علوم اور تخیلی حقائق شیطانی کارستانیوں یا خطوات شیطانی ہیں +

زائے بعد فراز نسکین۔ ڈومینیشن اور جیوزٹ کے نام سے مختلف مجالس پورا دور۔ یا انجمن کا اخت نہ قہسایم پذیر ہوئیں۔ انھیں ایک لحاظ سے مرنند تصور کیا گیا۔ اور انکی مخالفت کی گئی۔ لیکن روم کی سیاست و خدایت (مکر) نے انھیں اپنے میں جذب کر لیا۔ کیونکہ یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ انھیں بحیثیت ایک مضبوط تبلیغی طاقت کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تقدیس ماب فرانسس (اسپی) ایک زبردست غزل نگار۔ بذریعہ شاعر تھا کہا جاتا تھا۔ کہ اس کا کتھاری کی منفی الاسرار قوموں سے قریبی تعلق ہے۔ اور آخر الذکر کا اثر نیم مشرقی نوعیت کا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ہسپانیہ کے صوفی تمیڈل نے جو کارلینس اگر پاسار کا دوست تھا۔ اسلامی ممالک میں سیاحتیں کیں۔ اس کا مدعا لوگوں کو سمجھی بنانا تھا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ وہ اپنے ارادوں میں بدیہی طور پر پنا کامیاب رہا لیکن ادارہ پوپ اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور اسے اپنی اغراض کیلئے استعمال کیا۔ اگناٹس لایولانے جس نے جیوزٹ آرڈر (مسلک) کی بنیاد ڈالی مراکش میں سفر کیا۔ بہت سادقت وہاں گذارا۔ اور اسلامی طرز پر عیسائی درویشوں کے زوایا کی تبنیاد قائم کی۔ ان تمام مجالس متصوفین کی پوپ کی طرف سے شروع میں مخالفت کی گئی لیکن آخر کار محسوس کر لیا گیا۔ کہ ان کے ذریعہ سے بہت بڑا اثر و رنج پسیدہ کیا جاسکتا ہے۔ بنا بریں ان کو اپنے مرہم خصوصی کی بجائے آدری کی ہدایت کی گئی۔ انھیں ایک حد تک شخصی آزادی دی گئی۔ اور روم کی متصرفانہ سیادت کے ماتحت ان کا انفرادی اور امتیازی وجود قائم رکھا گیا +

جہاں تک ایشیا کا تعلق ہے۔ جیسی خاں ایک وسیع سلطنت کا گمان تھا۔ اُسکے دربار میں عیسائی ریاستوں کے سفرا رہتے تھے۔ اور اس کے مابین نصرانی تاجداروں کے ہاں اس کی نیابت کرتے تھے۔ سکین میں اُسقف اعظم (لاٹ پادری) کی نشست بھی تھی۔ لیکن اس موت کے بعد عام انتشار پیدا ہو گیا۔ سلطنت کے پرچم زے ڈھیلے پڑ گئے۔

بیسویں صدی کے آغاز سے مبارک انقلابات نمود پذیر ہیں۔ دنیا کے اویسے نگاہ میں دست پیدا ہو گئی ہے۔ عام انسانوں میں رواداری کا جذبہ بیش از پیش ہوتا ہو گیا ہے۔ آمد و رفت کے وسائل کی کثرت نے زمان و مکان کی قیود و حدود کو مٹنے کی راہ دی ہے۔ مشرق اور مغرب میں رجحان ارتباط پیدا ہو گیا ہے۔ مذاہب میں بھی مخلصانہ جذبہ اتحاد مذہب نشو و نما حاصل کر رہا ہے۔ یہ تمام آثار مستقبل کیلئے امید افزا ہیں۔ مختلف مذاہب و عقائد کے پرستار محسوس کر رہے ہیں۔ اختلاف باہمی بہت کم اور مشترک امور بہت زیادہ ہیں۔ مزید برآں یہ کہ سارے جہان کو ایک خاندان تصور کرنے کا تحریک قوت پذیر ہے۔

اسلام فرقہ بندیوں کی بندھنوں سے پاک ہے۔ اسلام مختلف اقوام اور مختلف تہذیبوں کو مزید خاص سنانے کیلئے اپنے دامن میں بہت سے اساسی اصول رکھتا ہے۔ اس کے عکس عیسائیت فرقہ داریوں میں لکھی ہوئی ہے۔ عیسائیوں میں کثرت سے فرقے ہیں۔ اس وقت اباب علم و دانش کی تحقیق اور آزاد خیالی کلیسیاء کی آزاد خیالی ان کاٹوں کو دور کرنے میں بڑی سرعت اور تیز گامی کا ثبوت دے رہی ہے۔ جنہیں ازمنہ وسطیٰ کے ہاتھوں نے کثرت سے بکھیرا۔ تحریک تصوف ان مساعی حسنہ کو چار چاند لگا رہی ہے۔ یہ تحریک فراست مشرق کو جہاں مذہب میں پیش کر رہی ہے۔ اور مغربی تہذیب کی پہنائیوں سے ایشیا کو آگاہ کر رہی ہے۔ ہم جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اتحاد۔ اشتراک اور مواصلت طلبی کی قوتیں مصروف کار نظر آتی ہیں۔ یہ مناظر مذہب۔ علم۔ معاشرت اور سیاسی مسائل

میں عام طور پر نمودار ہیں۔ ہمیں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ خوشگوار انقلاب اپنی تخلیق کے لئے
 سامان آمد و رفت کی سہولتوں کا زمین منت ہے۔ وہ ایام جبکہ پہاڑیوں کی سر بفلک
 چوٹیاں دو تو مونگو ایک دوسری سے الگ کرتی تھیں۔ اب نہیں رہے۔ وقت ہے کہ
 اسلام بلیغ کو ششش سے کام لے کر عیسوی تختیاں کے بطریق احسن ملنے کی راہ
 نکالے۔ عیسائیوں کی انتہا پسندی۔ اور عقاید پرستی فنا پذیر ہے۔ وقت کا تقاضا یہ ہے
 کہ مسلمان اس غایت عظمیٰ اور مقصد کبرئے کو محسوس کریں۔ جس کو پانچویں تک پہنچانے
 کیلئے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے۔ اور آپ نے اسلام اور توحید
 کا علم بلند کیا۔ اسلام کا مشن کیا تھا؟ اسکا مرکز کاشن یہ ہے۔ کہ دنیا میں عالمگیر
 اخوت قائم ہو جائے۔ ذات۔ رنگ۔ اور ملک کے تمام امتیازات ہمیشہ کیلئے
 کافور ہو جائیں۔ اور دنیا مادیت کے بحر میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ اور ساری
 کائنات اس راز سرمدی کو آشنا ہو جائے۔ ان اکرمکرم عند اللہ التقاکم (قرآن) ۵
 بندہ معشوق شہدی ترک نسب کن جامی
 کاندیں راہ فلاں ابں فلاں چیزے نیست

اسلام اور روحانیت چلنہ کے نکات جاتلہ

ایک جاتل میانی کا عالم جاکہ

اسلام کے باب میں اکثر تصانیف کی جہالت اندوہناک ہے عیسائی اس حقیقت
 عظمیٰ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ جس مذہب کے پرستار گل دنیا کی کبادی کے چھ
 پر مشتمل ہیں۔ ضروری ہے۔ کہ اس میں بہت سی خوبیاں ہوں۔ اور لازمی ہے۔ کہ اسکی عمارت
 محکم بنیادوں پر قائم و ہستوار ہو۔ کیونکہ ہونہیں سکتا۔ کہ جس علت کے شدید اثر
 کو ڈول ہوں۔ اسکی بنیادیں صداقت پر مبنی نہ ہوں۔ میں اس صداقت کو بلا تامل
 تسلیم کرتا ہوں۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک روحانی انسان تھے۔ آپ کی روحانیت

بہت بڑے مقام پر پہنچی ہوئی تھی۔ آپ خدا کے رسول تھے۔ اور آپ ﷺ ربانی تھے قرآن شریف کی آیات کے علاوہ میں نے اپنے اس مضمون میں جو امور بطور استشہاد پیش کئے ہیں۔ ان کیلئے میں بہت حد تک مولانا محمد علی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی تحریرات کا رہن منت ہوں۔ مولانا محمد علی مدوح اس وقت دنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اعلیٰ درجے کے قابل و فاضل حلقہ بگوش ہیں۔ بنا بریں مذہب اسلام کے خصوص میں جو کچھ آپ بیان کرتے ہیں۔ لازمی ہوگا کہ اسے ثقہ۔ اور مستند یقین کیا جائے۔ قرآن کا مادہ لفظ قرا (تلاوت کر یا پڑھ) سے ہے۔ قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے اس میں تدبر و تفکر کی بحد ضرورت ہے اور اس کی بحیثیت مجموعی غور کرنا لازمی ہے۔ اس لئے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر و توضیح کرتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ میں جس قدر زیادہ تدبر سے کام لیا جائے۔ اسکے معارف زیادہ میر ہوئے اور نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر ایسی لغویات جنہیں عیسائی قرآن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قرآن کا دامن ان کے لوث سے قطعاً پاک ہے۔ نہ تو انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ اور نہ ان کا کوئی اثر قرآن میں معلوم ہوتا ہے۔ یہ افتراء بعد میں وضع کئے گئے۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاک دین کو بھی مسخ کرنے کی ایسی ہی سعی کی گئی ہے۔ جیسی کہ حضرت مسیح کے ارشادات کو محرف و مبطل کرنے کے لئے کی گئی۔ بطور مثال ایک شخص عیسائیوں کے عذاب ہائے دوزخ کی ہولناکیوں کے بیانات اور جنت کے لذائذ کی کیفیات کے مطالعہ سے متذکرہ دعوے کی صحت کے ثبوت فراہم کر سکتا ہے، تذکرہ ہولناکیاں اور ہوسناکیاں اس قدر وحشت انگیز اور بلا خیز ہیں۔ کہ ان کو زیادہ لٹو محض ایجادات انسانی ذہن قوت تخیل کی انتہائی پرواز کا مرقع معلوم ہوتی ہیں۔

قرآن کی حفاظت

چونکہ قرآن کا ہر حصہ حفظ کر لیا جاتا تھا۔ اور جو بھی کوئی آیت اُترتی تھی۔ اُسے

سپرِ قلم بھی کر لیا جاتا تھا۔ اسلئے وثوق سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ قرآن کی کوئی آیت حافظوں کو محو ہو سکتی ہے۔ اور نہ ضائع ہو سکتی ہے۔ ان آیت بھی اسی زبان میں ہر زبان میں ۱۳ سو برس پہلے وہ نازل ہوا۔ اپنی زبان کو تائیں دم محفوظ رکھنا بھی قرآن کا ایک اعجازِ خصوصی ہے۔ اس سے زیادہ غور طلب واقعیت یہ ہے۔ کہ جب ازمنہ تاریک میں عیسائیت اپنے بانی کے بلند نصیبین سے بتدریج پیچھے رہ رہی تھی۔ اس وقت سرزمینِ اندلس میں ۷۱۱ عیسوی تک جب عربوں کو جنگِ طورس میں چارلس مارٹل نے شکست دی۔ تہذیب۔ اور علم کے خضرِ راہِ عرب ہی تھے۔ ایک موقع پر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عیسائیوں کو یوں مخاطب کر کے فرمایا:-

میں تمہارے اختلافات مٹانے اور تم میں انصاف کرنے آیا ہوں۔ جس خدا کے تم پرستار ہو۔ اسی خدا کے پرستار ہم بھی ہیں یہی اپنے اعمال کا بدلہ لے گا۔ اور یہی پڑو رضا کے نتائج دیکھنے ہوتے۔ ایسے ہی ایک اور موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی ہے۔ اور اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی تھی۔ ہمارا رب بھی اللہ ہے۔ اور تمہارا رب بھی اللہ ہے (قرآن)

مقصدِ حیات

اب میں اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ قرآن کی تعلیم کے مطابق موت ہماری شخصیت اور ہمارے مشورِ نفس کا خاتمہ نہیں کرتی۔ بلکہ زندگی کے اعلیٰ منازل کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ حضرت محمدؐ فرماتے ہیں :-

کیا تم نے تمہاری حیات پر غور کیا ہے۔ کیا جہان کے پیہہ اکرنے والے تم پر کیا اس کے خالق ہم ہیں۔ ہم نے موت کا حکم اس لئے صادر فرمایا ہے۔ تاکہ ہم تمہاری اس موجودہ ہیئت کو تبدیل کر دیں۔ اور انھیں وہ کچھ بتائیں جسے تم نہیں جانتے (قرآن) یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ اس گڑھ ارضی میں انسان کی زندگی بنیہر کسی مقصد کے نہیں ہے۔ اور یہ کہ اس کا مقصد زندگی بلند تر حیات کا حصول ہے جہنم اور جنت

جن کا ذکر حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے۔ مصیبت یا راحت کے ایسے مقامات نہیں ہیں۔ جہاں انسان کو مرنے کے بعد جانا ہوگا۔ بلکہ وہ کائنات کی اس طرف ہی حقائق حیات کے کاشف و مظہر ہیں۔ جو حقائق یہاں نمود آ رہے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے اس اصلیت کی چہرہ کشائی کی ہے۔ کہ ایک نئی دنیا بھی ہے۔ جس کے سامنے اس جہان کی ترقیت کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جو شخص آئندہ زندگی میں ترقی کا طالب ہوگا۔ اسے اس کی خوشنوشوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا (قرآن) +

حضرت محمدؐ نے بالکل واضح کر دیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی کے اثرات پختے اور برے کاموں کے نتائج جیسے اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ویسے ہی ان کا تعلق دوسرے جہان سے بھی ہے۔ اور یہ کہ ان کا اظہار اُس وقت ہوگا۔ جبکہ دستِ اجل اس مادی دُعاویٰ کی تمام حدود و قیود کو دور کر دیگا +

یہ تصریحات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ قرآن کے نزاد یہ نگاہِ موت ایک نئی اور بلند تر حیات کا دروازہ کُشاہ کرتی ہے۔ ایسا ہونا کسی اُلَّفِاق یا یونہی کسی حادثہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وجود علت و معلول مؤثر اور موثرات کے دائم البقا قانونِ کارمیت ہے۔ کیا یہ تصورات کیا یہ توضیحات سائنس کے انتہائی اکتشافات کے حامل اور آئینہ بردار ہیں۔ کیا یہ ایک عجیب و غریب حقیقت نہیں ہے۔ کہ جن حقائق کو گزشتہ صدی نے اَلْمُفْشَرَحْ لیا تھا محمدؐ صاحبِ ہر مہر و سال کی بات ہے۔ ان صد اَقْتُول کو عالم آشکارا کر چکے ہیں +

قرآن کہتا ہے۔ جو شخص دائرہ خشناس کے برابر نیک عمل کریگا۔ اسے اس کا نتیجہ کھایا جائے گا۔ اور جو دائرہ خشناس کے مثل بُرائی کریگا۔ اسے وہ بُرائی دکھادی جائیگی۔ اور یہ کہ ہر ایک بُرے فعل کا بُرا نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہ اس کا کرنے والا مسلم ہو یا مسلمان۔ اس کے ساتھ ہی حضرت محمدؐ نے اس حقیقت کو بھی مُکَشَّف فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فیضِ کرم کے تصدق میں ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے بلکہ سات سو گنا ملتا ہے۔ بدی کو اگر اس کا مرتکب توبہ کرے۔ اور آئندہ اپنی بد حرکت سے

باز آہلٹے تو محو کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ کراؤ سے بدی کے مثل سزا دی جاتی ہے۔ لہذا اس سے صاف عیاں ہے۔ کہ انسان اپنی بُرائیوں کی وجہ سے خود اپنے آپ کو سزا دیتا ہے اور دوسروں کو بھی اس جہان میں اپنی بُرائی کے باعث مُستلائے آلام کرتا ہے۔ کیا دیگر پیامات والہامات ربانی میں یا نکل ہی امور نہیں بیان کئے گئے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا ہے۔ کہ بدی اور نیکی کے نتائج کا قانون اب ہمہ گیر شان رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کے اعمال کو کراماتیں (دیانتہ اور پورٹ) قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ اور اُن کی نگاہوں کو انسان کا کوئی فعل او جھل نہیں رہ سکتا (قرآن) ✽

بشت اور دوزخ

اب رہا سوال حیات اخروی کا۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ جنت اور دوزخ کے متعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حیات بعد الممات دو صورتیں اختیار کرتی ہے۔ جن اشخاص کے اعمال نیک کا پلہ بدیوں سے بھاری ہے۔ اس کا مقام فردوس ہے۔ اور جس کی بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہو گئیں۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لفظ جنت کا مترادف لفظ فردوس ہے۔ جس کا مطلب ایک باغ یا بستان ہے۔ لیکن لفظ جنت کو عام طور پر صادقین کا مقام سمجھا جاتا ہے۔ یا یہ کہ جنت ایک ایسی جگہ ہے جہیں اہل جاہلی ہیں۔ انہارا ایمان کا مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اور باغات سے مقصود ایسے اعمال ہیں۔ جو کسی شخص نے کئے ہوں۔ یا کر رہا ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جنت کی نعمتوں میسرتوں اور برکتوں کو اس گروہ ارضی کے کے ساکنان کے سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں۔ کیونکہ اُن کا تعلق اس جہان ہی میں ہے۔ اسی راہ کو ایک اطالوی ضرب النثل نے یوں منکشف کیا ہے :-

دل ان معلومات کا ادا رک نہیں کر سکتا۔ جن کا قبل ازیں حواس ظاہری میں تصور موجود نہ ہو۔ کیا یہ وہی حقیقت نہیں۔ جسے مقدس پال نے اپنے پہلے خطبات قرآنی میں بدین الفاظ بیان کیا ہے ✽

جو نعمتیں خدا نے اہل جنت کے لئے طیار کر رکھی ہیں۔ جن کو انھیں محبت ہے۔ ہے۔ جو کسی آنکھ نے دیکھی کسی کان نے سنی اور نہ کسی قلب میں گزری ہیں ✽

مخاری شریف میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جن کا تذکرہ

اوپر کیا گیا ہے مثلاً آپ کا ارشاد یہ ہے +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اپنے مومنین قاضین کے لئے ایسی نعمتیں طیار کر رکھی ہیں۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی۔ نہ کسی کان نے سنی۔ اور نہ کسی دل میں ان کا تصور گزر رہا ہے۔
 خور۔ انار۔ عیون۔ دودھ۔ شہید۔ زعفران۔ سر (تحت) حریر۔ لؤلؤ و مرجان (جوہرات) وغیرہ جن نعمتوں کی تفصیل قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ اس خصوص میں صرف یہ اشارہ کافی ہے۔ کہ نعمتیں ان مشرقی آثار و علامات شکوہ و تجمل کی مظہر ہیں۔ جو ہم اس سفلی دنیا کے رہنے والوں کو مرغوب ترین اور محبوب ترین معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے ہی الہامات یوحنا میں بھی جن منزل من السماء بلکہ مقتبس کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے بازار سونے اور دروازے موتیوں کے بیان کئے گئے ہیں جس کے پتھر ازبس قیمتی بنائے گئے ہیں۔ ان اشیاء کو بھی ان اخیاء کی مانند جو اسلامیات کی زینت ہیں۔ اصطلاحی یا لفظی طور پر نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ ان الفاظ میں صرف ان شاندار چیزوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو مشرق مغرب کے تخیل کی انتہائی پرواز میں آسکتا ہے۔ مزید برآں حضرت محمدؐ نے ہیں اس راز سے آگاہ کیا ہے۔ کہ حیات اخروی میں زمان اور مکان کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ یہ بیان عالمیان علوم بالہطیبت کی تصریحات و تحقیقات کے عین مطابق ہے۔ جب آنحضرتؐ سے یہ پوچھا گیا۔ کہ اگر جنت آسمانوں کی تمام وسعت کو گھیرے ہوئے ہے۔ تو دوزخ کہاں ہے؟ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا۔ جب دن ہوتا ہے۔ تو اس وقت رات کہاں ہوتی ہے؟ یہ جواب مشکف کرتا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ صاحب کے نزدیک جنت اور دوزخ محض ذہنی کیفیات ہیں۔ واقعی مکانات نہیں ہیں۔ یہ بیان تمام دیگر بیانات ایزدی کے مراد ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جنت اور دوزخ کے درمیان صرف ایک حبسہ حائل ہے۔ جنت اور دوزخ کا اسلام کے نزدیک کوئی مادی جسمی یا طبعی وجود نہیں ہے۔ البتہ ازمنہ وسط کے عیسائی اصباہ اور یہ بیان خرد و دہم کو مادی وجود قرار دیتے ہیں۔

اور آج بھی تمام ارباب کلیسیا اُسے ایسا ہی تسلیم کرتے ہیں۔ میسائیل کے تصورِ جہنم جنت کو ڈنٹے نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ بہ جملہ ازین قرآن صاف اور بین الفاظ میں بتاتا ہے۔ کہ جنت اور دوزخ اس دُنیا میں شروع ہو جاتا ہے اس لئے کہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں۔ اے نبی کہ جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں آپ ان کو یہ خوشخبری سنادیں۔ کہ انھیں ایسے باغات نصیب ہونگے جن کے پتے نہرں جاری ہونگی۔ جب انھیں جنت کا کوئی میوہ دیا جائیگا کہیں گے کہ اس سے تو وہ پہلے بھی لذت اندوز ہو چکے ہیں۔ اور انھیں ایسے ہی پھل پھر بھی دیئے جائیں گے (قرآن) کئی ایک دیگر آیات میں بھی اس مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یہ آیت بوضاحت تمام ظاہر کرتی ہے۔ کہ یہاں جس پھل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا وجود صرف نیک اعمال کا ایک نشان ہے۔ اور اس اطمینان قلب کا آئینہ بردار ہے۔ چونکہ انسانوں کو اسلئے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کے باعث ان کو راضی ہتے ایسے ہی حضرت محمد صلعم بیان فرماتے ہیں۔ کہ جنتیوں کو سب سے زیادہ لطف اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور اس کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے سے ہوگا۔ کیا یہی حقائق نہیں جس کی وہیں اہل رُوحانیاں آگاہ کرتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ ملائکہ کے قلوب میں نہ کسی کی طرف سے کوئی شکوہ ہو نہ رنج نہ حسد نہ نفص۔ بلکہ صرف محبت و رنج ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ حضرت محمد صاحب کا عالم رُوحانیت سے گہرا تعلق تھا۔ وہاں سے آپ کو پیامات آتے تھے۔ ایسے ہی آپ فرماتے ہیں:-

وہاں نہ انھیں کوئی نواسہ سنائی دیگی۔ اور نہ گنہگار نہ گفتگو سننے کی رحمت اٹھائی پڑیگی۔ بلکہ وہاں صرف سلامتی اور امن جسلوہ گر ہوگا + (قرآن)

حضرت محمد صلعم نے اس حقیقت پر خاص زور دیا ہے۔ کہ جنت محض آرام و راحت کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ کام کرنے اور تقدس و طہارت کی بلند ترین چوٹیوں پر گامزن ہونے کا مقام ہے۔ آپ کے الفاظ میں جنت بام رُوحانیت کا ایک زینہ ہے +

جہنم

ایسے ہی کنایات و مجازات آپ نے دوزخ کی حقیقت کو منکشف کرنے میں بھی استعمال فرمائے ہیں۔ دوزخ کے شعلے اور آگ کی سزائیں ان ہولناک کہانیوں کی مانند جن سے ہمیں بچنے میں ڈرایا جاتا تھا۔ کئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ محض نقصوں کی پاک صفی ہوتا اور روحانی ترقیاں ہیں حضرت محمد صاحب کائنات ہرگز یہ نہ تھا۔ کہ آپ کی اُمت ان چیزوں کو حقیقی معنوں پر محمول کرے۔ دوزخ کا پس پشت یہ خیال ہے۔ کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں ان مباح کو ضائع کر دیا۔ جو انھیں حاصل ہوئے۔ اس اصول کے ماتحت کہ جو بیچو گے وہی کاٹو گے۔ روحانی مرض کے مداوا کی زحمت برداشت کرنی ہوگی۔ جس بیماری کا سبب ان کی اپنی بے التفاتی اور بد پرہیزی ہوگی۔ اسی بناء پر آپ نے ساکنان جنت اور اہل دوزخ کو امتیازی طور پر علیحدہ علیحدہ مقامات پر سکونت پتہ دیا ہے۔ اور دوزخ کی زندگی کو عارضی اور ضعیف زندگی کو مدامی قرار دیا ہے۔ مسترآن نے ہمارے پادریوں کی طرح جہنمی زندگی کو ابدی نہیں ٹھہرایا محمد نے عذاب دوزخ کو ایک سزا کی قرار دیا ہے۔ تاکہ رُوح لوٹ عصیان کی پاک صفی ہو کر خداوند کے حضور میں عاجزی کرنے کے قابل ہو جائے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ دفع عاصیوں کا فریق ہے۔ کیونکہ انھیں عذاب کی بھٹی میں جھونک کر پاک صاف کیا جائے گا۔ اس پر مال کر ان کے عیوب دور کئے۔ اٹینگے۔ اور اس طرح انھیں عروج روحانی کے قابل بنایا جائیگا۔ بلا شک و شبہ ایک آیت میں دوزخ کو گنہگاروں کی (اُمۃ ہا ویدا) کہا گیا ہے۔ یہ ماں اور اس کے بچے کی مانند کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا گنہگار ایسا ہے کہ اس نے آغوش جہنم میں پرورش حاصل کی ہے۔ محمل صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا ہے۔ کہ دوزخ ایک عارضی مقام ہے۔ اور عاصیوں کی تپہ پیر کے لئے بنزلہ ایک شفا نہ کے ہے۔ قرآن کی بعض آیات میں دوزخ کو خلا سے دوری کے مراد بتایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت کو انتہائی پشیمانی کا دن قرار دیا ہے

مختصر یہ کہ ہر ایک صورت میں آتش سوزاں یا تارِ سمیر کو بنگ مجاز خاص تھا ہی یا بُنے اعمال کو مجسم کر جانے کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے دوزخ کو قرآن میں سات مختلف نام بتائے گئے ہیں۔ انھیں دوزخ کے سات جداگانہ طبقات خیال کیا گیا ہے۔ قرآن نے زیادہ کثرت سے لفظ جہنم استعمال کیا ہے۔ جو جہنیا کے مراد ہے۔ آخر الذکر لفظ ہماری اناجیل کے ذیلی حواشی میں مرقوم ہے۔ جسے غلطی ہو ہیڈس یا اہل (دون) کا ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ وادیِ نوم پر دلالت کرتا ہے جس میں ہمیشہ شریہ و شلم کا نام گڑا کر کٹ پھینکا جاتا اور نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ یسوع مسیح نے جسے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ کہ وہ نہ کوئی کیرا ہلاک ہوتا ہے۔ اور نہ آگ فرو ہوتی ہے۔ انجیل میں اس آیت نے ہمیشہ ہی ایک ہول طاری کیا ہے۔ یہ امر بدیہی طور پر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت حضرت محمدؐ نے یہ توضیح کی۔ کہ جہنم کوئی واقعی عذاب گھر نہیں ہے۔ اس وقت مُت بکرہ خیال ضرور اُن کے دل میں موجزن تھا۔ اسلئے کہ زواح کا کوئی نظام عصبی نہیں ہے۔ اور وہ بدنی درد و کرب محسوس کرنے کے ناقابل ہیں +

مجھے اُمید ہے۔ کہ جو اس مضمون کو غیر متعصبانہ دل و دماغ کی اعانت سے پڑھیں گے۔ لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ جنت اور دوزخ کی جو تصویر قرآن نے کھینچی ہے وہ ہماری اناجیل کی پیش کردہ تصویر سے زیادہ معقول۔ زیادہ صاف اور بہتر ہے۔ اور یہ کہ قرآن کا بیان ان اطلاعات سے زیادہ مشابہ و مماثل ہے۔ جو ہمیں رُوحانی ذرائع سے عالم ارواح سے حاصل ہوتی ہیں۔ میں ایک عیسائی ہوں۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن حیاتِ بے ہمتی کا جو حق حضرت محمدؐ نے پیش کیا ہے۔ وہ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ کہ آیا واقعی خدا کے رسول تھے۔ آپ کو خدا نے اس لئے مبعوث فرمایا۔ کہ آپ دُنیا کو صداقت کا سپہا راستہ بتائیں۔ اور زندگی کا بہتر مفہوم واضح کریں۔ یسوع مسیح کی مانند آپ بھی اعلیٰ درجے کے رُوحانی اور عالم رُوحانیت کے اسرار کے کاشف تھے۔ آپ نے دوزخ جنت کی جو حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وہ ماہرِ رُوحانیت کی تازہ ترین تحقیقات سے مطابقت ہے۔ البتہ آپ کے بیان کردہ حقائق ان توہمات کے خلاف ہیں جنہیں تیسری صدی کے لیکر تائید مہل مبارک رہبان سناتے رہے ہیں +

شاہجہان مسجد و وکٹنگ انگلستان میں عید الفطر

ہزار ہا سیلندہ حضرت خاتونِ نبیؐ حبیبہ صفا سفیرِ سرکاری بننا ہنری سلطان ابنِ حبیب
کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی۔

شاہجہان مسجد وکٹنگ میں اسلامی فحوت کا عملی نمونہ

عید الفطر کا اسلامی تہوار اس سال نہایت بزرگ و احتشام سے شاہجہان مسجد وکٹنگ انگلستان میں مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۷۶ بروز جمعرات منایا گیا۔ عید سے ایک رات پیشتر ہوا سرد اور تیز تھی خفیفہ سی برف بھی پڑی۔ فروری سرد مہینہ پھر اس پر برف کے پڑنے نے طبعاً دنوں میں شکوک پیدا کر دیئے۔ کہ موسم کی ناملائمت کہیں تقریب عید کی خوشی میں خلل نہ ہو۔ اسلئے مہم کی حالات کو سامنے رکھ کر ممکن احتیاط برتی گئی۔ خیمے اس قدر وسیع لگائے گئے کہ ان کے اندر جملہ متعلقات عید بہ امن و جو انجیلیم پاسکیں خیموں کے اندر کی فضا کو گرماتے کیلئے بجلی کی انجیٹھیوں کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن اگر عید کے روز موسم خوشگوار نہ ہوتا۔ تو یہ سب اہتمام خاک میں ملجاتا خوش قسمتی سے عید کی صبح نہایت ہی خوشگوار نمودار ہوئی۔ نماز کی ادائیگی کے وقت تک تمازت آفتاب اس قدر تھی کہ مجبوراً خیموں کے ایک طرف کے پردے اٹھانے ہی پڑے۔

صبح دس بجے کے قریب مسجد میں دوستوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اس تقریب سعید میں تین صد سے زیادہ نفوس شامل ہوئے۔ کئی ایک پہلو سے یہ اجنہ عظیم اپنے رنگ میں عیدم النظیر تھا۔ یہ تمام بالشان اجتماع تین بڑا عظیموں کی نمایندگی کر رہا تھا اسلام کے جھنڈے تلے اس جگہ نہ صرف پیروان اسلام ہی تھے۔ بلکہ سکھ۔ ہندو۔

پابری اور عیسائی تکت بھی شامل ہوئے۔ جو اسلام سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے۔
اس طرح اس ملی و قومی اجتماع نے دُنیا پر اسلام کا حمہ دنی و معاشرتی نقطہ نگاہ
علماء پیش کر دیا ۛ

عالمیناب ہز میجسٹی سلطان ابن سعود ادام اللہ ملکہا کے نمایندہ سفیر و منسٹر
عالمیناب ہز ایجسلسنسی حضرت شیخ حافظ وہبہ بالق مقیم بہ لندن کی اقتد امین نما
عید ادا کی گئی۔ آپ نے عیدہ کا خطبہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی زبان عربی
میں پڑھا ۛ

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی امام شاہجہان مسجد دوکنگ
کی استد عا پر ہز ایجسلسنسی عالمیناب حافظ شیخ وہبہ صاحب نے عید کی نماز کی ہت
قبول فرمائی۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب موصوف نے امامت کے انتخاب میں
روایات و دوکنگ کو قائم کیا۔ اور معاملہ امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھا۔
اور انھوں نے حقیقی اخوت اسلام کے قائم کرنے کے لئے ایک ایسے امر
کی تجویز کی جس کے نہ ہونے سے مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ پچھلے سال ہسی
دوکنگ مسجد میں نماز عید کا ایک حصہ مفتی اعظم فلسطین نے ادا کیا۔ اور
آج ہم حضرت حافظ شیخ وہبہ صاحب کی اقتد امین گل فرمائے اسلام
کو شاہجہان مسجد دوکنگ میں نماز ادا کرتے ایک ہی صف میں دیکھ رہے ہیں
جہاں اخوت اسلامی کا علی نمونہ نظر آ رہا ہے۔ جماعت ہی درحقیقت اسلام
میں ایک بندھن ہے۔ جو ہم میں روح اتحاد پیدا کر دیتی ہے۔ جو لوگ اسلام کو فرقی
مصائب سے آزاد کرتا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے مسلمانوں میں کرامت کی
تمیز و در کریں۔ تبلیغ اسلام سینے گھر سے باہر نکلنا اول اس امر کا منتقاضی
ہے۔ کہ ہم عملاً اس فرقی تمیز کو اپنے اندر سے نکال دیں۔ کیونکہ فرقی اسلام

غیر قوموں میں نہیں پھیل سکتا +

الغرض مختلف فرقہ ہائے اسلام اور مختلف اقوام کے مسلمانوں نے عید کی نماز میں شامل ہو کر اسلام کی ایک عظیم الشان و نمایاں خصوصیت کو کہ ”اسلام میں کوئی فرقہ نہیں“ اور اسلام میں فرقی اختلاف ماننے اقتداء نماز نہیں ہو سکتے۔ دنیا پر عمل ثابت کر دیا + ہزار سیلےسی کا شاہجہاں مسجد و کنگ میں عید کی نماز کی امامت کرانا۔ اس امر کا پتہ ثبوت ہے کہ اسلام فرقہ بندی سے بالاتر ہے۔ امتداد زمانہ قشتنت و افتراق نے خواہ کتنے ہی نام نہاد فرقے اسلام میں پیدا کر لئے۔ لیکن ہر ایک فرقہ محکم اصول پر قائم ہے۔ اور محکومات میں ایک دوسرے سے باطل متفق ہے۔ مذہب تمدن کی جان ہے۔ تمدن کے لئے مذہب آیا کرتا ہے۔ حقیقی تمدن کی بنیاد اتفاق و اتحاد ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر اخوت ہے۔ اس راز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب سمجھا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن بد قسمتی سے ہم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھ کر اس قشتنت و افتراق کو اپنے اندر سپہا کر لیا +

اسلام میں مذہب کی تلقین کرنیوالی پیشہ و رجاعت کا وجود ہی نہیں رکھا گیا۔ نہ یہی اقتداء ہر اس مسلم شخص کا حق سمجھا گیا ہے۔ جو اسلام کے تحت اُن و مہارت سے واقف ہو۔ اس کے برخلاف دنیا کے دیگر مذہب میں اہل دین ہونا ایک خاص فرقہ کا پیشہ قرار پانچکا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں جیسا کہ ایک سیاست دان کے لئے برکت راحت و بھلائی کا موجب ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی ایک بازاری آدمی کیلئے موزوں و مفید ہے۔ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں۔ اُن میں اس قدر قشتنت و افتراق نہیں جو عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں موجود ہے۔ اور اسی اختلاف

نے وہاں مختلف گرجاؤں اور کلیسیاؤں کی شکل اختیار کر لی ہے جو اصولاً ایک دوسرے کے

قیصر واقع ہوئے ہیں مثال کے طور پر عیسائیت میں یاروہم و قیاس کی بالاتر ہے کہ ایک کیتھولک عقاید کا پادری ایک نون کنفارمٹ پادری کی جگہ اُن کی مذہبی رسومات کو ادا کرے۔ یا ایک پادری دوسرے کے ممبر پر سے خطبہ دے سکے لیکن اسلام میں اس کے برعکس اس قسم کی اجازت کوئی عجیب امر نہیں۔ ایک شیعہ بزرگ مسجد میں اگر امامت کراتا ہو۔ تو وہابی مسلم بھائی اس کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس طرح ایک وہابی مسلم بھائی مسجد میں اگر امامت نماز کر رہا ہو۔ تو ایک شیعہ مسلم بھائی اُس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا ہو۔ اور اسی عملی عالمگیر اخوت کی وجہ سے اسلام غیر قوموں میں قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے +

جوں ہی کہ ہر ایک سیلنسی نے خطبہ عتیقہ ختم فرمایا۔ تو اس کا انگریزی ترجمہ سامعین میں مقسم کیا گیا۔ یہ زیادہ موزوں ہوتا۔ اگر اس کا انگریزی ترجمہ سامعین کو پڑھ کر سنایا جاتا لیکن قلت وقت اور موسم کی نا ملائمت کی وجہ سے اکثروں نے امام مسجد کو کنگ کو یہی مشورہ دیا۔ کہ اس کو مقسم تقسیم کر دیا جائے +

خطبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء تھی۔ اس کے بعد اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا۔ پھر روح اسلام زیر بحث رہی۔ اور اس انقلاب کا ذکر کیا گیا۔ جو بعثت اسلام نے عربوں کی زندگی میں سب کر دیا۔ پھر مسلمانوں کی توجہ اس بحیرہ العقول سامی اور تمدنی تفوق کی طرف منطقت کرائی گئی۔ جس نے انسانوں کے درمیان تمام قسم کے امتیازات کو اڑا کر تقویٰ اللہ کو موجب نجات قرار دیا۔ مسلمانوں کی تمام شان و شکوہ عظمت و جلال کی وجہ سے فقط نہ نسب سلام کی انقیاد فرمانبرداری ہو۔ اور اسکے موجودہ انحطاط و تنزل اور تومی فرسودگی اور زوال کی وجہ اس صراط مستقیم سے انحراف ہے۔ جو اسلام نے تجویز کیا ہوا ہے پھر خطبہ کو خدائی کی تجبیہ و تحمید اور حضرت نبی کریم اور صحابہ کرام پر برکات کے نازل ہونے اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کیلئے دعا پر ختم کیا گیا +

مطلبہ کے بعد دوست و احباب نے آپس میں مخالفت کیا۔ اور ایک دوسرے کو عید کا ہدیہ تبریک پیش کیا۔ کل مہمانوں کی چاء سے تواضع کی گئی۔ دوستوں میں اکثر تو مہنگے شام تشریف لے گئے۔ لیکن ان میں کوی بعض راحت تک اس برادرانہ اجتماع کی خوشی میں شرکت کے لئے ٹھہرے رہے۔

ذیل کے احباب نے اس تقسیم میں حصہ لیا۔ جناب ہر ہائس شاہ ولی خاں صاحب منسٹر افغانستان۔ ہر ایکسیلنسی ڈاکٹر حافظ عقیفی پاشا منسٹر مصر۔ ہر ایکسیلنسی۔ ڈاکٹر اسکریڈاس منسٹر فارس۔ میسٹرم نوری اسفندیاری۔ ایم ذوالفقار خاں۔ افغان کونسلر ہسٹورس سیڈورس پاشا۔ لیڈی بلومفیلڈ۔ اینڈ منسٹر بیل ہال۔ سردار اقبال علی شاہ صاحب بمبایہ۔ منسٹر بولکین سلٹن۔ منسٹر عبد اللہ یوسف علی صاحب منسٹر حبیب اللہ لوگو۔ پروفیسر ہارون لیون۔ ڈاکٹر زادہ۔ ڈاکٹر سلامہ۔ ڈاکٹر عبد الحمید۔ کپتان گورڈن کینن پرنس کے ایس محمد صادق اینڈ منسٹر کیلین۔

حنا دم

خواجہ عبدالغنی سکریٹری وکننگ مسلم شن اینڈ لٹریچر سوسائٹی برٹش انڈین میوزیم لاہور

گوشوارہ آمد خرچ دی وکننگ مسلم شن اینڈ لٹریچر سوسائٹی برٹش انڈین میوزیم لاہور ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	رقم آمد	تفصیل خرچ	رقم خرچ	ہندوستان و انگلستان		
				پانی	آہ	روپیہ
آمد منسٹر دیوید کتب	۹۴۹۲	خرچ منسٹر دیوید کتب ہندوستان و انگلستان	۱۰۶۵۲	۰	۱۱	۵
آمد دیوید کتب	۱۷۴۶	خرچ رقم قرضہ دیوید کتب ہندوستان و انگلستان	۱۶۸۶	۰	۶	۱
میزان	۱۱۲۳۸	میزان	۱۲۳۳۸	۰	۱۱	۶

دستہ حسنہ: منسٹر سکریٹری وکننگ مسلم شن اینڈ لٹریچر سوسائٹی برٹش انڈین میوزیم لاہور

نقشہ التفصیل اسماء مشرکین و کفار اسلام کے لوگوں کی درمستندان و گناہان باہر جنوری ۱۹۳۱ء

تاریخ	کریئر	اسم معنی صاحب	پان	آر	روپیہ	تاریخ	کریئر	اسم معنی صاحب	پان	آر	روپیہ
۱۴۹۷	۲	از سب پرانی و قدیمہ و سب پرانی	۱۰۰	۰	۰	۱۶۰۳	۵	جامعہ الحق صاحب گورتن	۱۶۰۳	۵	۰
۱۵۰۰	۱	جناب نزار علی محمد صاحب	۳	۰	۰	۱۶۰۴	۱	ابن محمد صاحب نظر	۱۶۰۴	۱	۰
۱۵۰۱	۳	جناب شیخ منہاج الدین صاحب	۱۰	۰	۰	۱۶۰۵	۱	شیخ محمد حسن صاحب	۱۶۰۵	۱	۰
۱۵۰۳	۵	سیّد محمود صاحب فکر مشن	۱	۰	۰	۱۶۰۶	۱	محمد عبد المجید صاحب	۱۶۰۶	۱	۰
۱۵۰۴	۵	ایم فانت محمد صاحب لائبر	۲	۰	۰	۱۶۱۳	۲	حضرت نور محمد صاحب	۱۶۱۳	۲	۰
۱۵۰۵	۵	میرزا عبد الحق صاحب	۲	۰	۰	۱۶۲۱	۲	میرزا عبد الحق صاحب	۱۶۲۱	۲	۰
۱۵۰۷	۵	محمد امین صاحب	۲	۰	۰	۱۶۲۲	۲۲	میرزا عبد الحق صاحب	۱۶۲۲	۲۲	۰
۱۵۰۸	۵	محمد وراثت خاں	۲	۰	۰	۱۶۲۵	۳	میرزا عبد الحق صاحب	۱۶۲۵	۳	۰
۱۵۱۱	۵	حاج فیصل الدین صاحب آستانہ	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۱۲	۶	عبد الحق صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۱۶	۴	زکریا دو علی خاں خاں خاں	۲	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۱۶	۹	جناب داؤد علی خاں خاں خاں	۲۰	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۲۱	۳	جناب علی علی علی علی علی	۲	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۲۲	۴	زکریا علی خاں خاں خاں	۱۲	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۲۲	۴	جناب داؤد علی خاں خاں خاں	۱۰	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۳۶	۵	چودھری نواز صاحب	۲۲	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۴۱	۱	جناب علی محمد خاں خاں خاں	۲	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۴۱	۱	عبد الحق صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۴۸	۲۰	محمد ارشد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۱	۲۱	سید نصر علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۲	۲۲	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۳	۲۳	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۴	۲۴	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۵	۲۵	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۶	۲۶	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۷	۲۷	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۸	۲۸	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۵۹	۲۹	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۰	۳۰	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۱	۳۱	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۲	۳۲	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۳	۳۳	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۴	۳۴	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۵	۳۵	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۶	۳۶	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۷	۳۷	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۸	۳۸	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۶۹	۳۹	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۰	۴۰	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۱	۴۱	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۲	۴۲	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۳	۴۳	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۴	۴۴	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۵	۴۵	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۶	۴۶	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۷	۴۷	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۸	۴۸	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۷۹	۴۹	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰
۱۵۸۰	۵۰	محمد علی صاحب گورتن	۵	۰	۰	۱۶۴۸	۵	جناب شیخ محمد صاحب	۱۶۴۸	۵	۰

نقشہ تفصیل حرج مسلم مشن اسلامک ولوکتب دہلی بابت ماہ جنوری ۱۹۳۱ء

تاریخ	جلد	تفصیل حرج	پان	روز
۱۹۸	۲	تفخوہ عملہ لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء سے مع بونس و پراویڈنٹ فنڈ - -	-	۶
۱۹۹	۶	بل امیر سٹ ڈفٹر لاہور - تفصیل ذیل :- ۱- محصول (بحوالہ رجسٹر ڈاک ہی از نمبر ۳۸۳۸ تا نمبر ۴۲۳۴) ۵۷-۳۳-۵۷ ۲- تفخوہ ہستراتی بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء ۶ عمر ۳- سٹیشنری :- سیاہی پیر - سیاہ پینسل ۲ = ۱۳۳	-	۶
		۴- تار ۱۲ ۵- طباحت - کاغذ وغیرہ تفصیل ذیل دفتری بل کے جلد سازی اسپل قوطہ ۵۶۸۰ - ۵۶۸۰ - ۵۶۸۰ کاغذ ایکریم اور پاپر کارڈ بورڈ ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰ کریفٹ پیپر ایکریم ۱۰۰ - ۱۰۰ - ۱۰۰ ۶- موسیقی اجازت کرکٹر پیر ۷- منصرفی اخراجات ذیل :- ۸- کتب خرید کردہ از مسلم یک موسیقی برائے مفت تقسیم عملہ ۱۹- ۱۲	-	۱۰۰
۲۰۰	۱۲	سفر خرچ اسٹنٹ امام مسجد دوکنگ از بردارن بالاہور برائے دوکنگ بل امیر سٹ برائے دفتر لاہور یہ تفصیل ذیل :- (۱) سوئی ۴ (۲) محصول ڈاک (۳) دو عدد ڈواری عملہ (۴) بری ۴ (۵) ریلوے محصول بلٹی اسٹاک ۶ یو ۶ - (۶) ملٹری اسٹنٹ کرشٹل پریس لاہور برائے تین رجسٹر - کیش ملک لیبر اینڈ سٹریٹ رجسٹر ممبر (۷) رین پرنٹنگ پریس لاہور برائے طباحت ۵۷-۳۳-۵۷ ۴۰- ۱۲	-	۱۰۰
۲۰۱	۲۱	سفر خرچ اسٹنٹ امام مسجد دوکنگ از بردارن بالاہور برائے دوکنگ بل امیر سٹ برائے دفتر لاہور یہ تفصیل ذیل :- (۱) سوئی ۴ (۲) محصول ڈاک (۳) دو عدد ڈواری عملہ (۴) بری ۴ (۵) ریلوے محصول بلٹی اسٹاک ۶ یو ۶ - (۶) ملٹری اسٹنٹ کرشٹل پریس لاہور برائے تین رجسٹر - کیش ملک لیبر اینڈ سٹریٹ رجسٹر ممبر (۷) رین پرنٹنگ پریس لاہور برائے طباحت ۵۷-۳۳-۵۷ ۴۰- ۱۲	-	۱۰۰
۲۰۲	۲۱	سفر خرچ اسٹنٹ امام مسجد دوکنگ از بردارن بالاہور برائے دوکنگ بل امیر سٹ برائے دفتر لاہور یہ تفصیل ذیل :- (۱) سوئی ۴ (۲) محصول ڈاک (۳) دو عدد ڈواری عملہ (۴) بری ۴ (۵) ریلوے محصول بلٹی اسٹاک ۶ یو ۶ - (۶) ملٹری اسٹنٹ کرشٹل پریس لاہور برائے تین رجسٹر - کیش ملک لیبر اینڈ سٹریٹ رجسٹر ممبر (۷) رین پرنٹنگ پریس لاہور برائے طباحت ۵۷-۳۳-۵۷ ۴۰- ۱۲	-	۱۰۰
۲۰۳	۲۸	میسٹر دین پیجی احمد آباد برائے طباحت جراتی اسپل تعداد ۱۰۰۰ از بل ۴/۴ موروثہ ۱۶ ۲۰۴	-	۱۲
۲۰۴	۱۶	امیر سٹ ڈفٹر لاہور یہ تفصیل ذیل :- (۱) ایک بوتل سیاہی پیر (۲) برنگ لقاہر ۲ (۳) تفخوہ ہستراتی بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء ۶ عمر (۴) آل انڈیا ریلوے پراویڈنٹ فنڈ (۵) محصول ڈاک دفتر از نمبر ۳۸۳۸ تا نمبر ۴۲۳۴ - رجسٹر ڈاک ہی ملٹری (۶) پرنٹل اسٹنٹ جناب پرنٹنگ صاحب ملٹری (۷) دفتری بابت حد سازی ۱۰۰۰ جلد تھن ہلام غلہ (۸) دفتری بابت حد سازی ایک پیر ۲ - (۹) پرنٹنگ ریسٹل پریس لاہور بابت تیار کردگی رجسٹرات دفتر ۲۰۵	-	۱۲
۲۰۶	۹	ملٹری اینڈ کرشٹل پریس لاہور بابت تیار کردگی رجسٹرات دفتر ۲۰۷	-	۱۲
۲۰۸	۱۰	سفر خرچ در ذمہ کتب خرید کردہ از مسلم یک موسیقی برائے مفت تقسیم عملہ ۲۰۹	-	۱۲
۲۰۹	۱۱	بحوالہ دوکنگ بل نمبر ۳۷۹۰ رت ڈاک ۱۱۱۱ و بحوالہ دوکنگ بل نمبر ۱۱۱۱ (۱۹۲۹) ۲۰۸۰۸۶ ۲۰۸۰۸۶ ۲۰۸۰۸۶ ۲۱۰	-	۱۲
۲۱۰	۱۱	اسلامک ولوکتب دہلی بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء ۶ عمر ۲۱۱	-	۱۲

نقشہ ۳۔ تفصیل خرچ مسلم مشن اسلامک لایو و کتب ہندوستان پاکستان بابت جنوری ۱۹۳۱ء

[illegible]

نقشہ ۲ تفصیل خرچ ریز وقتہ

[illegible]

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بلا حضرت خواجہ صاحب موصوف سے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھن شروع فرمادی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے جس سے عاصروں کا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ ہادیہ مذہب ہے۔ جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم و مکرّم حضرت خواجہ صاحب ممدوح سے نگہ شدہ سترو سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اسی طرح سے مطالعہ کیا ہے جس امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے مطلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک رولورائز فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ان کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی پچی ٹپ پیدا کر دیگی جس سے انشاء اللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہو۔

بہیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساطی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اجدہ ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر متکاشیان مذہب حق کو قائل کر دیں گے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دو منظم کتابیں

جن شاندار نتائج مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

تبلیغ المسیحیت و نبوکاظہوراتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بنی مسلم مشرق و گنگ

و وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اول الذکر کتاب سے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب سے مسیحی قلوب میں اس انہدام کے بعد تیسرے اسلام شروع کی۔ مگر نتائج المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں جو انیسیت۔ الوہیت و کفار صریح ان یہ ایک ہی ایسی قسم نہیں

وہ مثالے رہا ہی دیگر بڑے سکوت ایسا ہی ان کا ایک ہی جہد تھا کہ جس ۔ ایسٹر
 گذر گئے دیر ہو سب کے سب سے صدیوں پہلے وہ مذہب کھنڈا تھا جو بہرہ ور تھے
 مٹی اور جاسٹس کے میں ایک نام ہو گیا ہے جو نے جس اور ایسی دو کھلات جو انجیل اور تیسروں کے جناب
 شیخ کی طرف مذہب کھنڈا ہے وہ سب کے سب قبل از شیخ کنواری زادہ دیوانوں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی ان
 ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں گو یہ امر وہ جیسا ایت مذہب کفریات کا ایک کال حرم ہے یہ یہ ہے۔ کہ
 یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک جواب سب سے ہی وہ جیسا تھیں
 کو اپنے مذہب سے بڑا کر کے لے کافی تھے چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا اس اہل مذہب کتاب کے بعد فاضل
 مصنف نے ضروری تھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربی کو پیش کیا جائے چنانچہ آپ نے انھیں ہی ایک
 کتاب آیتیل پرافٹ لکھی جس نے اس شخص کو علم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا۔ ہم کہہ
 سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو تالیف پیدا کیں ہیں۔ وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہونے والی
 دو صدیوں اور پورے ان کتابوں کو بڑھ کر عقیدہ کو پیش اسلام ہونے والی ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم
 قرآن پر ایک نئے سے جمہور کیا جو اب متمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ نینوں کتابیں
 اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھر ان سے غالی نہ ہو۔ ان کے مطابق تو جو موجودہ اپنی علوشیان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ ہیں
 اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ شروع
 کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ افسانوی لفاظی نہیں اس کا ثبوت اسی کتاب متمدن اسلام
 سے مل سکتا ہے۔ کہانی چھپائی بقیہ کا نظم سب کے سب معاف کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان مضامین
 کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عام کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

نیلیج اسیحیت نبوت کا ظہور آتم متمدن اسلام
 ۴ ۴ ۴
 ذیل کے چارے سب کتابیں مل سکتی ہیں۔

مسلم ایک سوسائٹی۔ غریب منزل۔ برانڈر تھروڈ۔ لاہور

[illegible]

۸۰/۵۲

[illegible]

۱۰

[illegible]

[illegible]

وہ کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب کچھ ہی ہے۔

۱۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۲۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۳۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۴۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۵۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۶۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۷۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۸۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۹۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۱۰۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔

۱۱۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۱۲۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۱۳۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۱۴۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔
 ۱۵۔ ہر شخص کو اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر لے۔

Vhd

المسلم

+ تہا تشریفات بہت سی تھیں
 جس میں سے پہلے شہزادہ کو لے کر
 جاتے تھے۔ پھر اس کے ساتھ
 اس کے بھائی اور بہنیں۔ پھر
 اس کے دوست اور رفقاء۔ پھر
 اس کے اہل خانہ۔ پھر اس کے
 اہل کار۔ پھر اس کے اہل
 کار۔ پھر اس کے اہل کار۔

سبحانك يا ذا الجلال والإكرام

۱۰۰

سید الشہداء

192

ما نسو ادسن

خبریں : حکومتی قرار ہے
اس پرچہ میں اس خبر اور چند دیگر خبریں

منازل فیہر تہجہ

[illegible]

تہذیب و تمدن کی بنیاد پر انسانی معاشرہ قائم ہے۔ اگر اس کو ختم کر دیا جائے گا تو انسانیت کا وجود ختم ہو جائے گا۔

[illegible][illegible]

میں نے اپنے دل سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس نے میری طرف سے کیا ہے وہ میری طرف سے بھی کرے۔

نہیں جو کہ ہستیوں کے لیے اس کے لیے ایک ہی ہے۔

تجربہ کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ اگر ایک شخص کو کسی چیز کی خبر ہو تو وہ اس چیز کو خرید لے گا اور اگر وہ اس چیز کو نہ خرید لے گا تو اس کی قیمت کم ہو جائے گی۔ اس لیے اگر ایک شخص کو کسی چیز کی خبر ہو تو وہ اس چیز کو خرید لے گا اور اگر وہ اس چیز کو نہ خرید لے گا تو اس کی قیمت کم ہو جائے گی۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

منہ پر کتبہ استقرائے یحییٰ

۱- در صورتی که بخواهیم یک صفحه را به دو صفحه تقسیم کنیم، باید از خط وسط آن استفاده کنیم.

یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اگر میں نے یہ سب کچھ کیا تو میرے لئے کیا ہوگا؟
میں نے سوچا کہ اگر میں نے یہ سب کچھ کیا تو میرے لئے کیا ہوگا؟

وَتَجِبُ لَهَا نِكَاحٌ مَعَ مَنْ تَشَاءُ

[illegible][illegible]

ترجمہ: اگرچہ اس نے اپنے آپ کو ایک عظیم شخصیت کے طور پر پیش کیا، لیکن اس کی زندگی بھر کی زندگی کا یہی حال رہا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک عظیم شخصیت کے طور پر پیش کیا، لیکن اس کی زندگی بھر کی زندگی کا یہی حال رہا۔

המחבר: הרב יצחק אייזיק ווארשקא

مجلس

الحمد لله رب العالمين

ص ۱۷۸

۱۔ لے جاتا ہے

۱۳۰۰

۱۔ آقا خانہ
 ۲۔ آقا خانہ
 ۳۔ آقا خانہ
 ۴۔ آقا خانہ
 ۵۔ آقا خانہ
 ۶۔ آقا خانہ
 ۷۔ آقا خانہ
 ۸۔ آقا خانہ
 ۹۔ آقا خانہ
 ۱۰۔ آقا خانہ

[illegible]

பெரியவாழ்க்கை

+ متیاجت کرا۔ اسماء و عمرہ کے لئے جو کہ تھیں

+ و چون که چنانچه در این کتاب مذکور است که در این کتاب

[illegible]

(GEORGEY H. R. PYE-SMITH
(Jat'ar bin Dawud)



۱۱۶۵-۱۱۶۶

کے لیے

[illegible]

مِنْهُ

مکتبہ خیریتہ نجفیہ برائے فقہ و فرائض

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۱ء
 جسر ایل نمبر ۹۰
 رسالہ
 ایشاعیہ اسلام

ایشاعیہ اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک یونیورسٹی انگریزی مجلہ مسجد و کنگ

نیرادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ
 قیمت پانچ روپیہ سالانہ ممالک غیر

نہتا و دیو ہستمانے خریداری نام منبر رسالہ اشاعت اسلام
 عزیز منزل برادر تھ روڈ لاہور پنجاب

۱۹۳۱ء

عزیز منزل
 برادر تھ روڈ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب تلخ اسلام امام شاہجہاں مسجد دوکنگ لاہور

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۲	ام الائمہ معروف بہ زندہ و کمال زبان بلا جلد	۱۲	توحید فی الاسلام
۱۲	برائین نیزہ بلا جلد ۱۲	۱۲	سک مرطریہ بمعرتہ الارادین لکچرین کا مجموعہ بلا جلد
۸	پیام اسلام	۱۲	ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ
۳	مقصود مذہب	۱۲	ضرورت الہام بلا جلد ۱۲
۱۲	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲	۱۲	رازیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ
۱۲	اینگار یار و حانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲	۱۲	مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۲
۶	مستی باری تعالیٰ بلا جلد	۱۲	سطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲
۳	یسوع کی الوہیت اور انکی کامل انسانیت پر نظر	۱۲	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
۳	اسلام اور علیم جدیدہ	۶	لمعات اندر محمدیہ بلا جلد ۶
۳	صلوات نصرت باہل ہمت	۶	مذہب محبت
۱۲	حیات بن الموت	۸	فرائد عالم کا مذہب
۱۲	رحمہ للبتقاء	۱۲	اسبۃ شہ معروف بہ زندہ و کمال نبی بلا جلد

دیگر مصنفین

۱۲	سیرت نبوی قیمت صرف	۱۲	جمع قرآن
۲	لندن میں جلسۃ لوڈ انسٹی صلم	۱۲	قرآن شریف مترجم شہ رفیع الدین صاحب شہ دہلی جلد
۳	قرآن اور جنگ قیمت صرف	۱۲	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد
۱۲	پادری صاجان کے لیے حل طلب مہمہ	۱۲	اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف
۱۲	سیرت خیر البشر عہر محمد عہر مقام حدیث بلا جلد عہ	۱۲	تفسیر سورہ فاتحہ قیمت
۱۲	نصا دیر نذیر مسلمان یورپ فی درجن ۱۰ تین درجن	۱۲	اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب
۱۲	نصا دیر نماز عیدین مسجد دوکنگ قیمت فی درجن	۱۲	اسلامی نماز اور اسپر مغربی اعتراض صرف

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی - عزیز منزل برادر تھر روڈ لاہور پنجاب آئی جاہلیں۔



Mr. LINCH, whose declaration form is appended below, was introduced to Islam by Mr. R. E. Walker, who accepted Islam last year *and* has photo in ISLAMIC REVIEW for January, 1939. Mr. Walker writes to say that "this young man is tired of a religion which is built upon legends and stories of past ages. He wants a solid foundation to build his character on. He does not find it in the Christian religion; hence his conversion to Islam."

DECLARATION FORM

I, Ernest Linch, son of Franz Linch, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt ISLAM as my religion, that I worship One and only Allah (God) alone, that I believe Muhammad to be His messenger and servant; that I respect equally all prophets - Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah.

*Lā Hāha il 'l-Lāha
Muhammad ar Ra'ul Allāh.*

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

نمبر ۱۷ | باب تہ ماہ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ایشوال ۱۳۵۰ھ | نمبر ۳۴

نمبر	مضمون	مستعمل نگار	نمبر صفحہ
۱	تشیع تصویر - - - -	از خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ٹرسٹ	۹۸
۲	ایک اور شیعہ قوم - - - -	" " " " " "	۹۹
۳	شاہجہان مسجد و گنگ میں عبدلفطر	از مترجم - - - -	۱۰۰
۴	آئین و ضابطہ جنگ و جدل	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب -	۱۰۵
۵	قرآنی اخلاق منزلیہ - - - -	" " " " " "	۱۱۹
۶	حدث النان - - - -	" " " " " "	۱۲۴
۷	حمد - تسبیح - استغفار - تکبیر	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب -	۱۳۰
۸	آدم و شیطان - - - -	" " " " " "	۱۳۷

و گنگ مسلمشن { آپ کی صدقات - زکوٰۃ خیرات کا

بہترین معرکت اشاعت اسلام کا و عظیم الشان کام ہے جو و گنگ مسلم
 مشن کے ذریعہ یورپ میں پھوڑا رہا ہے۔ ہم ان حبیب کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔
 جنہوں نے اپنی زکوٰۃ و فطرانہ کا کثیر حصہ اس کا خیر میں ارسال فرمایا ہے۔ ان
 احباب کے اسمائے گرامی اشاعت آئینہ میں انشاء اللہ بدیہ ناظرین کرام پہونگی +
 حاد م۔ سکرٹری

اشاعت اسلام

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۷ء

نمبر ۳

جلد ۱

شذرات

تشریح تفتیش اس رسالہ کو ہم جناب مسٹر لینچ کے قوٹ سے زمین دیتے ہیں۔ شکل و صورت سے ہی یہ پرجوش نوجوان نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کے قبول اسلام سے جو ہیں ایک خاص مسرت ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان کو اسلام کی طرف ایک تو مسلم ہی لے آئے ہیں۔ ابھی پچھلے سال ہی مسٹر واکر کی تصویر ان صفحات میں چھپی تھی۔ اور ان کے اعلان اسلام پر ہم سب رات شکر بجالا رہے تھے۔ مسٹر موصوف نے اپنا اعلان کرتے ہوئے جو کچھ کہا اُسے سچ کر دکھایا۔ اور اپنی مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے وہ اشاعت اسلام میں بجد مصروف رہے۔ اور آخر اُن کی مساعی میلہ مشکور ہوئی +

ہم اُس دن کے منتظر ہیں۔ کہ جب ہمارے نو مسلم بھائی مشعل اسلام اٹھا کر خود اس مذہب کے مبلغ ہو جائیں گے۔ تاہم اسلام بھی یہی کہتی ہے۔ ہماری یہ بھی دعا ہے کہ یہ لوگ خود غرضی کرنا چاہیں۔ اور مذہب کو تجارت نہ بنائیں۔ جیسا کہ پچھلے دو تین سال میں ایک عبد اللہ اغراض نے ایسا کیا۔ وہ نادان اس طرح سے لالچ کا شکار ہو گیا۔ کہ ۱۹۲۷ء میں اُس نے اپنے گھر کے نہ خانے میں چند نمازیں پڑھ کر اعلان کر دیا۔ کہ میں نے لندن میں مسجد بنائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمان بھائی اس سے نہیں +

ذیل میں مسٹر لینچ کا اعلان اسلام بہ نیا طریقہ کرام کیا جاتا ہے
میں فرز لینچ کا بیٹا۔ آرٹسٹ لینچ اپنی رضا و رغبت سے ضمیمہ قلب کے ساتھ اسلام قبول کرتا

ہوں۔ میں ایک ہی خُلائے دہم کی عبادت کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر اور اس کے بند ہیں۔ میرے دل میں تمام انبیاء کرام حضرت ابراہیمؑ، جناب موسیٰؑ، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مساویانہ عزت و احترام ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مخلص مسلم کی زندگی آئینہ بسر کروں گا۔ صلا اللہ علیہ وسلم اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

ایک اور شہید قوم

آج قوم کو صحیح طور پر محمد علیؑ کا رونا ہے۔ آج وہ آوازِ غفلت سے اپنے بھائیوں کو جگانے کے لئے، بخوف و خطر ہو کر پکارتی تھی۔ وہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ مرچوم نے اپنے دُشمنی مفاد کو قومی مفاد پر ہمیشہ قربان کیا۔ ہم میں کون ہے جو غلطیوں سے پاک ہے۔ اور اگر مرچوم و مغفور کسی معاملہ میں کسی نقطہ خیال سے جاوہ اعتدال سے اوجھریا اُدھر ہو گیا۔ تو اس لئے قابلِ اعتنا نہیں ہے۔ وہ اُن کی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے نہ تھا۔ اُن کی اپنی ذاتی رائے میں ہی بات صحیح تھی۔ جو انھوں نے اختیار کی۔ ولایت جانے سے پہلے ہی وہ امراض و آلام کا شکار تھے۔ کون عقلمند اُن کو ولایت جانے کا مشورہ کر سکتا تھا! انھیں نسبت ہی روکا۔ لیکن اُن کا قومی درد انھیں ولایت لیگیا۔ اور جسے انھوں نے قومی فرض سمجھا، کسی کی ادائیگی میں اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس موقع پر ہیں شہید مرچوم کا ایک واقعہ یاد ہے جس کی طرف حضرت خواجہ صاحب نے کئی دفعہ مرچوم کو متوجہ کیا۔ ایام سکونت پچھتر وادہ میں مرچوم نے ایک خط لکھا تھا۔ کہ وہ آئندہ اپنی زندگی اشاعتِ اسلام میں صرف کرینگے۔ اور اُن کا مسکن دوکنگ ہوگا۔ اُن کے اس پاک ارادہ کا غیر مقدم اگر حضرت خواجہ صاحب نہ کرتے تو اُوں کون کرتا۔ لیکن جوں ہی مرچوم اسیرِ خنک سے نکلے۔ تو وہ کانگرس کے پلیٹ فارم پر دیکھے گئے۔ پھر چند سال کے بعد انھوں نے یہ لکھا۔ کہ وہ اپنے تجربہ کے رُو سے اس نتیجہ پر آپہنچے ہیں۔ کہ کشتیِ اسلام آج اشاعتِ اسلام کے ذریعہ سے ہی بچ سکتی ہے۔ لیکن جب وہ دوبارہ پولیٹیکل قید سے

نے اپنی تصانیف میں اس بات کا بالخصوص زور دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
حضرت مرزا صاحب کو کوئی مجدد مانے یا نہ مانے۔ لیکن آپ نے کام وہی کیا۔ جو ایک
مُجدد کا کام تھا۔ مُجدد نہ کوئی نبی ہوتا ہے۔ نہ شایع ہوتا ہے۔ وہ انہی
باتوں کی تجدید کرتا ہے۔ جو اس کے قبوع حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تجویز فرمائیں +

آج اسلام غیر قوموں میں عالمگیر اخوت کے لئے قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے
لیکن بد قسمتی سے اخوت کا وعظ کرتے ہوئے قرآن کریم نے جس بات سے ہم کو ڈرایا
ہے۔ وہی آج ہم میں نمودار ہوئی ہے۔ قرآن نے نعمت اخوت کا ذکر کرتے ہوئے
مسلمانوں کو فرقہ بندی سے ڈرایا۔ اسی سورہ شریف میں فرقہ بندی کی لعنت ہے۔ بچنے
کے لئے محکمت و متشابہات کی تعلیم کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قرآن کریم نے اور اسکی
پیروی میں آنحضرت صلعم نے اسلام کے کل اصولوں کو محکم سے محکم طریق سے برنگ
بینات بیان کر دیا۔ جسے کہ آج تیرہ صدیوں کے بعد۔ بعد زمانہ اور تشنۂ افتراق
نے بھی خواہ سکنے ہی فرقے اسلام میں پیدا کر دیئے۔ لیکن ہر ایک فرقہ محکم اصول پر
قائم ہے۔ ان فرقوں میں سے بعض میں اس قسم کے ادئے سے ادئے معاملات کے
اختلاف ہیں (اور جہاں اختلاف ہے۔ وہ محکمت کے نیچے نہیں آتا۔ وہ متشابہات
میں ہے) کہ اگر کوئی شخص اپنے سر میں سے وہ اختلاف کو نکال بھی دے تو تو بھی
اسلام میں فرق نہیں آسکیگا۔ لیکن تباہی اور انحطاط چونکہ ہمیں چاروں طرف
سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسلئے ہم مسلمان فرقوں میں تقسیم ہو گئے حضرت مرزا صاحب
نے اس زمانہ میں سے اول اس مرض کو سمجھا۔ اہ گھلے گھلے الفاظ میں تعلیم کی۔
کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں لیکن ہم مسلمان تو اس قدر تباہ حال ہو چکے ہیں کہ آج اس رنگ کی عین ایک حصہ
فوقہ بندی کو ہی دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نے کفر کلمہ گویاں کی سخت مخالفت کی۔ اور اسی کی

لہ اذ کنتم اعداء فالن بین قلوبکم فاصبحتم بجمعہ اخوانا +

جماعت کا ایک حصہ کلمہ گو یوں کی تکفیر پر مصر ہے۔ ہاں ایک حصہ اُن صحاب کا بھی ہے جو اسلام میں کسی فرقہ کے قائل نہیں۔ اور ان راہزن کے بھی مخالف ہیں جن کو فرقہ بندی کو تقویت ہو۔

اس اصول پر چلنے کی پہلی مثال دو کنگ مشن ہے۔ انکی ابتدا ایسے وقت نہیں پڑی جب اس جماعت کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ بلکہ ایسے وقت میں پڑی جب کل جماعت ایک تھی۔ اور اس جماعت کے سربراہ حضرت خیم نور الدین صاحب مرحوم تھے۔ اُن کی اجازت سے دو کنگ کی کارکن جماعت میں کل اسلامی جماعتوں کے نمائندے رکھے گئے۔ اگر حضرت حکیم صاحب مرحوم کا رکن جماعت کے مرنے تھے تو عالیناب نواب وقار الملک و عالیناب حکیم جملنان صاحب جیسے بزرگ حکیم صاحب کی نیابت میں تجویز ہوئے۔ الغرض احمدی جماعت کو لھور نے دو کنگ مشن کو قائم کر کے اس بات کا عملی ثبوت دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ پھر اس اصول کو آج تک عملًا قائم رکھا۔ اسی اصول کے ماتحت نیا ٹرسٹ بنا۔ قریباً ۱۹۱۷ء میں حضرت حکیم صاحب نے بذریعہ تار خواجہ صاحب اطباع دی۔ کہ انگلستان میں مسلمان امامت نمازیں وہ فرقہ تیز نہ رکھیں۔ اور اس امر کو قوتاً نوқта کار کو ان دو کنگ نے ملحوظ رکھا۔ ابھی پچھلے سال ہی نماز عید کا ایک حصہ مفتی عظیم فلسطین نے ادا کیا اور آج ہم پھر نماز عید کو حضرت شیخ وجہ صاحب کی اقتدا میں ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

یہ ایک سولی بات نہیں۔ جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جیسا کہ حضرت میرزا صاحب نے چالیس سال ہوئے اعلان کیا۔ وہ خوب یاد رکھیں۔ کہ اخوت کا عملی نمونہ مسجد کی پانچ وقتہ نماز میں نظر آتا ہے۔ جماعت ہی ایک بندھن ہوتی ہے۔ جو ہم میں روح اتفاق پیدا کرتی ہے فرقہ منفعہ نے اسی لئے اہلیت امام میں فرقہ کی تخصیص کو نہیں رکھا جو لوگ مصائب فرقہ کو اسلام کو آزاد کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے مسلمانوں میں سے امامت کی تمیز کو دور کریں۔ تبلیغ کے لئے گھر سے باہر نکلتا اول اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ ہم عملًا اس فرقہ کی تمیز کو اپنے میں سے نکال دیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ فرقہ اسلام غیر قوموں میں پھیل نہیں سکتا۔ اب اگر ہمارا ایمان ہے کہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور فرقہ اسلام پھیل بھی نہیں سکتا۔ تو پھر ہمیں قرآن کریم کی تحدید کی عزت کرنی چاہئے۔ جہاں مصحف پاک نے فرمایا۔ لِمَا تَقُولُونَ مِمَّا لَا تَفْعَلُونَ۔ یہ ایک قسم کی منافقت ہے۔ کہ ہم فرقہ تمیز کو اڑانے کے لئے اس بات پر تو زور دیں۔ کہ انتخاب امام میں فرقہ تمیز نہ ہونی چاہئے۔ لیکن عمل کے وقت اس امر سے رک جائیں +

اس امر کو نہ بھولنا چاہئے۔ کہ مذہب تمدن کی جانب سے۔ تمدن کیلئے ہی مذہب آیا کرتا ہے۔ حقیقی تمدن کی بنیاد اتفاق۔ اتحاد ہے یا بلوغات دیگر اخوت ہے۔ اس راہ کو آنحضرت صلیم نے خوب سمجھا۔ اسی لئے آنحضرت صلیم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن قبرتی سریم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھ کر اسی فتنہ و افتراق کو اپنے اندر پیدا کر لیا۔ ہاں تکفیر ایک بڑی بھاری لعنت ہے جس کو ہمیشہ آنحضرت کے بعد بزرگان دین نے نفرت سے روکا اسی کے روکنے کیلئے آنحضرت صلیم نے یہاں تک فرما دیا۔ کہ جو من کو کا فر کہے وہ خود کا فر ہو جائیگا۔ تکفیر ایک قسم کی تفریری تکفیر ہے۔ یہ جہل کے محاورے کے مطابق بائیکاٹ یعنی مقاطعہ ہے۔ ہم سارے ہی آج تکفیر کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ لعنت ہم کرب مای دور ہوگی۔ اگر ہم کلمہ گو کے مکفر کے ساتھ حسب فرمودہ مصطفویٰ کامل مقاطعہ کریں۔ اور مقاطعہ کی پہلی صورت یہ ہوگی۔ کہ کسی کلمہ گو کے مکفر کے پیچھے ہم نماز ادا نہ کریں۔ لیکن اس کا صحیح عکس منطقی یہ ہے۔ کہ جو مکفر نہیں۔ اور اپنے اندر امامت کی اہلیت رکھتا ہے۔ تو اختلاف فرقہ کے باعث نمازیں اس کی اقتدا سے پرہیز نہ کریں۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ ایک طرف تو ہم دوسرے کو کا فر نہ سمجھیں۔ اور بائیکاٹ عمل اس بات پر زور دیں۔ کہ فرقہ اختلاف مانع اقتداء نماز نہیں ہونا چاہئے اور جب موقع پیش آجائے۔ تو اس وقت ہم نہ صرف متاثر ہوں۔ بلکہ اس فعل حسنہ پر نکتہ چین ہوں۔ اسی کے باعث انسان لِمَا تَقُولُونَ مِمَّا لَا تَفْعَلُونَ مصداق ہو جاتے ہیں +

آئین ضابطہ جنگ و جدل

(بہارِ حضرت خجّاج بن یوسف کمالِ امین ص ۱۷۷)

امن و امان حاصل کرنے کے لئے ہمیں بسا اوقات مشغول جنگ ہونا پڑتا ہے اور اس وقت وہ جنگی رُوح جو خدا نے ہمارے اندر دودست کی ہے۔ بڑے کار آتی ہے۔ حفاظتِ جان و مال ایک عالمگیر احساس ہے۔ لیکن بعض اوقات لوگ اپنے جنگ و جدل کے لئے بہانہ بھی بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر اوقات جڑے اعتدال سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں کسی ایسی شے کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں صبحِ راستہ پر چلائے۔ تو جنگ و جدل ایک ضروری امر ہے۔ تاکہ ہم اُن لوگوں کو دائرہ ضابطہ میں لاسکیں۔ جو ہمارے حیطہ اقتدار سے باہر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، ہمیں ایک ضابطہ جنگ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جنگ ضروریاتِ زندگی میں سے ہے اور ہمارے تمدن کا ایک لازمی جزو ہے۔ اور اسی لئے ایک شمشیر زن نبی کی ضرورت تھی۔ جو اس معاملہ میں ہمارے سامنے ایک عمدہ نمونہ قائم کر دے۔ بائبل میں تو جنگ و جدل کیلئے مفید اصولوں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ بنی اسرائیل کی جنگوں کا مقصد صرف دشمنوں کو نیست و نابود کرنا تھا۔ اور اُن کی بناء پر قلوبِ انسانی میں نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔ صلح کا شہزادہ اگرچہ صلح کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ آگ لگاتے اور تلوار چلاتے۔ جیسا کہ خود اُس نے اعتراف کیا۔ لیکن اُس نے بھی اپنے شاگردوں سے یہی کہا۔ کہ اگر کچھ نہ ہو تو لباسِ بیچ کر سامانِ جنگ خرید لو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کے دماغ میں مختلف بلند بانگ لیکن مُنتزاع خیالات چکر لگا رہے تھے اور وہ زمان میں تطابق باہمی پیدا کر سکا نہ پورے طور پر سمجھ سکا۔ جنگی اصولوں کے لحاظ سے اُس نے اپنے

شاگردوں کو بالکل تاریکی ہی میں رکھا۔ اور اس کی وفات کے بعد وہ لوگ خون کی ہولی کھیلنے لگے۔ جب موتو ہوتا ہے۔ تو اب بھی اُس کے پیروؤں کا یہی شغل ہو جاتا ہے۔ لیکن ذرا خوبصورتی کے ساتھ +

خفیہ محکمہ انسان کو اس موضوع پر رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔ سیکرٹری اسی مقصد کیلئے قائم ہوئی تھی۔ لیکن بُری طرح ناکامی ہوئی۔ مجلس بین الاقوام نے بھی اب اسی طرف حرکت کرنی شروع کی ہے۔ لیکن اس کے بانیوں کی نیت صاف نہیں معلوم ہوتی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مجلس مشرقی اقوام کے جذبہ حریت کو فنا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یورپی طاقتوں کے پاس کافی سامانِ حرب موجود ہے۔ جس کے بدولت وہ دوسروں کو محکوم رکھ سکتے ہیں۔ اور مجلس مذکور میں استردادِ اسلحہ کی تجویز محض مشرق کو بیدست و پابنانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔ تاکہ وہ کبھی اپنی طاقت باز رفتہ کو بحال نہ کر سکے +

لیکن یہ جماعتیں بہر حال انسانی ساخت ہیں۔ اور اگر کوئی بات میرے مفاد کے خلاف ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اس کی پابندی کروں۔ اور اگر میں کسی طرح اس کی پابندی پر مجبور ہو جاؤں۔ تو پھر میں کوشش کروں گا۔ کہ اُس سے رہائی نصیب ہو۔ یورپ کے صلحنامے عموماً ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور بجائے اُن کی پابندی کرنے کے دولِ یورپ اُن کی خلافت و ریزی کیا کرتی ہیں۔ لہذا ہمیں خدائی احکام کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمارے ایمانیاں کا جزو بن سکیں۔ یہ ایک محض نظریہ ہی نہیں ہے۔ جنگِ اقوام کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔ جو لوگ کسی زمانہ میں ظلم و ستم کا مجسمہ تھے۔ اور بوجہ اپنی طاقت کے انسانیّت کے حق میں ایک بلائے عظیم تھے۔ وہ الہامِ ربّانی کے زیر اثر آ کر رحمت اور شفقت کے پتے بن گئے۔ اور دنیا تے..... انھیں شریعتِ سپاہیوں کا خطاب دیدیا۔ بیشک پہلے تو وہ زندگی کے معاملہ میں بڑے بے پرواہ تھے۔ اور جاؤ بجا اپنی تلوار کا استعمال کرتے تھے۔ لیکن احکامِ الہی کے ماتحت آ کر یہ بیضابطہ لوگ بہت

مُتَنَصِّف مزاج جنگجو بن گئے +

سحر خزر کے ارد گرد ابتدا ہی سے جنگجو اقوام آباد چلی آتی ہیں۔ قدیم زمانہ میں یہ لوگ بالکل وحشی تھے۔ اور ٹوٹ ماراُن کا پیشہ تھا۔ گویا قدیم یا تاجج اور ماجوج کی یاد دلاتے تھے۔ اسی لئے دارا نے ایک زبردست دیواؤں خزر اور کوہ قاف کے مابین تعمیر کرائی تھی۔ تاکہ ایران ان لٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے۔ بعد ازاں یہ لوگ سیتھین کے لقب سے دنیا میں نام آور ہوئے۔ اور ہندوستان تک اُن کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یورپ میں یہ لوگ دوسرے نام سے حملہ آور ہوئے اور مسیح کے زمانہ میں یہ لوگ مُہَن اور گاتھ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی خونخواری کا اثر مُہَن اُن کی نسل میں باقی ہے۔ اسی نسل کے لوگ آریوں کے نام سے ہندوستان میں آدھکے اور۔ یہاں کے قدیم اور اصلی باشندوں کو پہاڑوں میں مار کر بھگادیا۔ اور ان بیچاروں کو سانس لینے کیلئے بھی بچہ بھر زمین نہ دی۔ ہم آج کل اکثر سُنتے ہیں۔ کہ اہل ہندو اپنی قدیم آریائی تہذیب پر فخر کیا کرتے ہیں لیکن جب اُن کی مزعومہ تہذیب کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ آریوں نے ”اچھوتوں“ کے ساتھ بدترین طرز کا برتاؤ کیا۔ اور اچھوت آج ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندوں کی یادگار ہیں۔ تو پھر صاف ظاہر ہے۔ کہ اُن کی تہذیب کو اخلاق اور فاضلت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ بیچارے اچھوتوں کو آج بھی انسانیت کے اکثر حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ ایک زمانہ میں ہندوؤں نے سایہ سے بھی دور بھاگتے تھے۔ اور اب بھی یہ لوگ دُور دُور پرتے ہیں۔ اور یہ تفریق سابقہ مظالم اور سختیوں کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ جو پہلے زمانہ میں ان لوگوں پر وارد بھی جاتی تھیں۔ محض اس قصور کی پاداش میں کہ وہ ہندوستان کو اپنا آبائی وطن سمجھتے تھے +

اسی نسل کے دیگر افراد ایام جاہلیت میں تاتاری کہلاتے تھے۔ یہ لوگ رطاشیا پر بھگا گئے۔ اور تمام خطہ کو تباہ کر دیا۔ اور جہاں کہیں جاتے تھے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے سوا دوسرا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کے نقاروں کی آواز مفتوح

اور بیس اقوام کے حق میں سوت کی گھنٹی بھڑا کرتی تھی۔ اگرچہ انہوں نے بد مذہب اختیار کر لیا تھا، لیکن ہلاکو اور چنگیز کے نام ایسے ہیں۔ جن کو سن کر مہر خزر کے لوگ اب بھی لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔ بعد ازیں یہ لوگ مختلف مذاہب کے زیر اثر آئے۔ تا تاری مذاہب کے لحاظ سے بد مذہب کے پیرو تھے۔ اور آریہوں کے بہت عیسائی ہو گئے لیکن کسی مذہب نے ان کے اندر سے خوشخواری اور سفاکی عناصر کو دور کرنے میں کامیابی حاصل نہ کی +

الغرض مسئلہ جنگ ہمیشہ سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ نہ تو امن امان کی خاطر ہم جنگ و جدل سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے۔ کہ قدیم الایام سے جن اصولوں پر جنگ ہوتی رہی ہے۔ ان کا اتباع کیا جائے اس معاملہ میں ہل دینا کو اشد ضرورت تھی۔ کہ کوئی مصلح ربانی، جنگ و جدل کے صحیح اصول انہیں تلقین کرے۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ اسلام نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے +

میں بغیر کسی حمید کے اصل مطلب پر آنا چاہتا ہوں۔ اسکا صرتے ایسی جنگوں کو جو محض جلب منفعت یا حصول طاقت یا غصب مملکت کے لئے برپا کی جائیں، مزد و قرار دیا ہے۔ لیکن دنیا میں جنگ و جدل کے لئے ہی باتیں شروع سے محرک رہی ہیں۔ اور آج بھی یہی جذبہ ہے۔ جو دنیا کی متمدن اقوام کو حرص طمع کی طرف مائل کئے ہوئے ہے۔ ممکن ہے۔ وہ تجاویز اور منصوبے بنائیں اور عذر ترشیں لیکن حرص اور لالچ اور طمع ان کی مجملہ حرکات کی تہ میں کارفرما ہے۔ اسلام نے ان امور کے لئے جنگ کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ محض اتنی حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ جن کے ماتحت جنگ کرنے کیلئے خالق ارض و سما نے ہمارے اندر جنگی روح و دلالت فرمائی ہے۔ اسلام تین وجوہ سے جنگ کی اجازت دیتا ہے +

(۱) فتنہ کا سد باب کرنے اور مملکت کو اغیار کے حملوں سے بچانے کیلئے +

(۲) دوسروں کے حملوں سے اپنی جان اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے +

(۳) شخص کو اپنے معتقدات مذہبی پر بہ آزادی عمل پیرا ہونے کے لئے خواہ وہ کسی

مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو + پہلی دو صورتوں کے متعلق کسی تصریح کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ ظہر من الشمس ہیں۔ لہذا ان کے متعلق صرف قرآنی آیات نقل کرنے پر اکتفا کروں گا +

(۱) اگر تم جنگ نہ کرو گے تو ملک میں فساد اور فتنہ برپا ہو جائیگا (۷۳: ۸)

(۲) جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو جن پر غیروں نے حملہ

کیا۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور اللہ یقیناً اُن کا ناصر ہے۔ وہ لوگ جن کو اُن کے گھروں

سے بلا وجہ معقول باہر نکال دیا گیا ہے۔ . . . (۲۲: ۳۹-۴۰)

جنگ کا تیسرا مقصد ایک متنازعہ قیہ امر ہے۔ اور اسکی بناء پر معاندان

اسلام کو اسلامی تعلیمات کے خلاف لغو اعتراضات کا موقع ملا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید

نے اس معاملہ میں نہایت خوش آئند اور معقول تعلیم پیش کی ہے +

قرآن نے یہ کہہ کر کھلا کر لاکھا فی الدین یعنی دین کے معاملہ میں کسی پر

کوئی جبر نہیں ہے۔ دنیا کو امن اور آزادی کا پیغام سننا دیا ہے۔ اور ہر شخص

خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس زمان کی رُو سے معتقدات

کے لحاظ سے بالکل آزاد ہے +

اسلام علی الخصوص اس لئے آیا۔ کہ مذہبی آزادی اور ضمیر اور فعل کی آزادی

دنیا میں قائم کرے مسلمان پر فرض ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ وہ اُس کا عزیز یا مہربان

ہی کیوں نہ ہو کسی دوسرے پر زیادتی کرے۔ یا اس کے مذہب میں مداخلت

کرے۔ تو وہ اس سے جنگ کرے۔ مذہب میں اس صورتِ معاملات کو دین اللہ کھائی

ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے معتقدات اور اعمال میں آزاد ہے۔ جس طرح چاہے اپنے مہربان

کی پرستش کرے۔ اگر مسلمان کسی کے خلاف تلوار نکال لیگا۔ تو اس لئے کہ مذہبی آزادی

مفقود ہوگئی ہوگی۔ مسجد اور دہریہ بھی اس زریں اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ گویا اسلام

سے پہلے ضمیر کی آزادی کا دنیا میں کہیں وجود نہ تھا۔ لوگ اپنے اپنے مذہب کو

الہامی یا منزل من اللہ مانتے تھے۔ وہ نہ دوسروں کو اپنے مذہب میں شامل

کرتے تھے۔ اور نہ اپنے ہم مذہبوں کو دوسرے عقاید اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اسلام نے دونوں باتوں کی اجازت دی۔ اور اس طرح تہذیب تمدن کی تکمیل فرمائی۔ اسلام میں مذہبی آزادی کا جذبہ اس درجہ قوی ہے کہ کجملہ معابد کی حفاظت بھی ایک مسلم پر فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یا جماعت خواہ وہ مسلمانوں ہی کی کیوں نہ ہو کسی گرجے پر حملہ آور ہو تو ایک مسلم کا فرض ہے کہ وہ اُس گرجے کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید اس موضوع پر بالکل واضح ہے۔ اور اگر اللہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے دفع نہ کرتا رہتا تو صومعے اور گرجے ہیاکل اور مساجد سب برباد ہو جاتیں۔ جن میں خدا کا ذکر کبریت کیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ اُس کی مدد کر لگا۔ جو اللہ کے کام میں معاون ہو (۲۲:۶۰) آیت مذکورہ بالا میں قرآن مجید نے حفاظتِ معابد کو مقصدِ خداوندی کا مراد قرار دیا ہے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی مساجد بلکہ دوسرے مذاہب کے معابد کی حفاظت میں اپنی جانوں کو قربان کر دیں ۴

موجودہ مُتمدن دُنیا جس کے سینہ میں عدم رواداری کے مسیحی خیالات پوشیدہ ہیں۔ ابھی تک ان اُصولوں سے جو قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں بہت دُور پڑتی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں مسیحی حکمرانوں کو اسلام سے ایک اور سبق بھی سیکھنا چاہیے۔ مذہب اسلام نے مسلمان بادشاہوں پر یہ بات فرض قرار دی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے معابد کی بقاء و استحکام میں بقدر استطاعت حصہ لیں۔ چنانچہ شہنشاہ اورنگ زیب نے بتائے ہیں یہی کیا۔ تاریخ اسلام میں صرف ہی ایک مثال نہیں ہے لیکن میں نے قصداً یہ دو نام منتخب کئے ہیں۔ ہندوستان کے موجودہ مؤرخین نے خواہ وہ ہندی ہوں یا یورپین سیاسی مصالحت کی بناء پر اسلامی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے مسلسل دروغ بانی سے کام لیا ہے۔ اور انہوں نے اورنگ زیب کو خصوصیت کے ساتھ اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے یہ لوگ

کہتے ہیں کہ اُس نے بنا راس میں بہت سے مندر مسمار کرا دیئے۔ اور ہنود کی بہت سی رسوم حکماً بند کرا دیں۔ حالانکہ حقیقت حال اس کے عکس ہے۔ بادشاہ مذکور نے ہندوؤں کے معابد کے لئے بہت سی جائیداد عطا کی تھی۔ اور خوش قسمتی سے ان معابد کے منتظمین کے پاس آج اُس کے فرامین موجود ہیں۔ ورنہ وہ جائیدادیں بھی سرکار انگلشیہ ضبط ہو گئی ہوتیں۔ میرے پاس اُن فرامین کے عکس موجود ہیں۔ کشمیر میں جو ایک ہندو ریاست ہے آج بہت سی جائیدادیں مسلمانوں کی دمی ہوئی تھت کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن میں سے بہت سی جائیدادیں اور نگ زیب کی عطا کردہ ہیں۔ اور آج بھی ریاست حیدر آباد اور بھوپال میں اس قسم کی فیاضی کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ جہاں کہ بہت سی جائیدادیں مذہبی اوقاف کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن کی آمدنی عیسائی اور پارسی معابد کی نگہداشت پر صرف کی جاتی ہے ۛ

بحالت جنگ بھی مسلمانوں کو یہ حکم ہے۔ کہ وہ کسی مسید کو مسمار نہ کریں۔ ورنہ نبی پیشواؤں کو قتل کریں۔ اس ضمن میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان قابلِ غور ہے۔ ”مسلمانو! دشمنوں کے ساتھ صلح ناموں میں کسی قسم کی فریب کاری اور دغا بازی کو دخل نہ دو! ہر معاملہ میں ایمان داری سے کام لو۔ اور ہمیشہ شرافت اور راستبازی کا برتاؤ کرو۔ کسی نراہد یا عابد کو آزار مت پہنچاؤ۔ نہ اُن کے معابد کی بیجڑ متی کرو۔ اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ لیکن جو لوگ تمہاری عاید کردہ شرائط کی پابندی نہ کریں ان کو سخت سزا دو“ ۛ

پس یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ گزشتہ جنگ عظیم میں یورپ کی تمدن اقوام نے ان زریں اصولوں پر عمل نہ کیا۔ فرانس اور بلجیم میں بہت سے گرے مسمار کر دیئے گئے۔ اور پادری قتل و غارت کی لپیٹ میں آ گئے ۛ

آنحضرت صلعم جیسا کہ میں پیشتر لکھ چکا ہوں بحیثیت ایک ایسے نبی کے جلوہ گر ہوئے جس نے صرف اپنا مذہب محفوظ رکھنے کے لئے بلکہ اپنے پیروؤں کی جانیں

بچانے کیلئے اور جنگی معاملات میں زمین و نسلوں کو ضابطہ اور ہدایات دینے کیلئے جنگِ عظیم کی داستان اس بات کی زندہ مثال ہے کہ انسانی ساختہ قوانین یا صورتِ حالات کا مقابلہ کرنے کے ناقابل ہیں یا متحکمیں جن کے مفاد سے وہ ضوابط اختلاف کرتے ہیں۔ ان کو بلائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ آپ کو اکثر جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ اس لئے آپ نے ہمارے لئے اس معاملہ میں بھی کامل ہدایات ہم پہنچائی ہیں۔ آپ ہمیشہ ان صلحناموں کا احترام فرماتے تھے۔ جو آپ نے دشمنوں کے ساتھ کئے۔ اب میں آپ کے سوانحِ حیات اس ضمن میں اختصاراً بیان کروں گا۔ اور ان قرآنی آیات کو بھی لکھوں گا۔ جو اس سلسلہ میں نازل ہوئیں +

ابتداءً بعثت سے آپ کو مع اپنے وفادار ہمراہیوں کے سخت سے سخت مشکلات کا پورے تیرہ برس تک سامنا کرنا پڑا۔ اسلام کے دشمنوں نے حقے الوسع کوشش کی کہ مذہبِ اسلام کا ابتدا ہی میں قلع قمع کر دیا جائے۔ اگر ان تکالیف کا کوئی شخص تصور بھی کرے۔ جو ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کو برداشت کرنی پڑیں۔ تو اس کے روٹھے کھڑے ہو جائیں گے۔ جب حضرت یسوع نے پہاڑی وعظ بیان کیا تھا۔ تو جو خطرات اُن کو اپنے دشمنوں کی طرف سے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ سب مادی شکل میں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ظاہر ہو گئے۔ ایسے موقع پر دشمنوں سے مقابلہ کرنا گویا موت کے مُنہ میں جانا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں حضرت یسوع نے جو تعلیم دی تھی۔ یعنی اگر دشمن دُشمن گال پر لپٹا سچہ مارے تو بایاں گال بھی اُس کے سامنے کر دیا جائے۔ وہ ایسی ننھی۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو آپ کے متبعین کے اندر سے جو انردی اور ہمت کا عنصر منقوود ہو جاتا۔ لہذا آپ نے کمال دانشمندی سے کام لے کر حکم دیا۔ کہ یا تو مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ یا ہجرت کر جاؤ۔ لیکن اپنے اُھلوں سے دستبردار نہ ہو۔ اور نہ دشمنوں کی اطاعت کرو۔ اس طرح کہ اپنے عقاید کو ترک کرنا پڑے + آپ کے اکثر متبعین ملک حبش میں ہجرت کر گئے

لیکن وہ وقت بھی آگیا۔ جب دشمنوں کے مظالم نے مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز کر دیا۔ چنانچہ سب مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور نبوت کے تیرھویں سال صرف چند ہجرا ہی آپ کے ساتھ مکہ میں رہ گئے۔ دشمنوں نے صلاح کی۔ کہ آنحضرت صلیعم کو قتل کر دینا چاہئے۔ اسلئے آپ کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ مدینہ ہجرت کر نیسے چند ماہ پیشتر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی: "اجازت دی جاتی ہے۔ جنگ کی ان لوگوں کو جن پر جنگ عاید کی گئی ہے۔ دوسروں کی طرف سے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔" اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے کے لائق ہے۔ نیز یہ جو لوگ غیر کسی معقول وجہ کے اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں۔ اور ان کا کوئی قصور نہیں۔ سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے" (قرآن مجید صورت ۲۴ آیت ۹-۱۰) یہ وحی ایک رنگ میں مسلمانوں کے لئے تنبیہ تھی۔ کہ عنقریب دشمن ان پر حملہ آور ہونگے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کو مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا۔ کہ مکہ سے ایک ہزار قریش تیر و کمان سے مسلح ہو کر اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے۔ آنحضرت صلیعم نے بھی یہ خبر سنی۔ آپ سوائے ان چند لوگوں کے جو مسلمان ہو گئے تھے مدینہ والوں پر اعتماد نہ کر سکتے تھے۔ الغرض تین سو تیرہ آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ جہیں بہت سے بیس سال سے کم عمر کے لوگ بھی شامل تھے۔ آپ دشمنوں کے مقابلہ کو باہر نکلے۔ اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ اہل مکہ کے بہت سے لوگ ماہے گئے۔ اور بقیۃ السیف بھاگ کر مکہ پہنچے۔ وہاں جا کر انھوں نے شکست کا ماجرا مکہ والوں کو سنایا، وہ لوگ بہت برا فروختہ ہوئے۔ اور انھوں نے دوبارہ مقابلہ کی طیاری کی۔ اب کی مرتبہ ان کی فوج کی تعداد تین ہزار سے متجاوز تھی۔ آنحضرت صلیعم پھر مدینہ سے باہر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آپ کے ساتھ نو سو آدمی تھے، اُص کے مقام پر دوسری جنگ ہو گئی۔ اگرچہ مسلمان فتحیاب نہ ہوئے لیکن دشمنوں کو بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ آخر الذکر نے اب مسلمانوں کو بالکل

نیست و نابود کر دینے کا ہمتیہ کر لیا۔ اُنھوں نے عرب کے دوسرے قبائل سے آنحضرت صلیم کے خلاف ساز باز شروع کی۔ اور دس ہزار آدمیوں کی فوج طیار کی اور مدینہ کا محاصرہ شروع کیا۔ کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی۔ لیکن ایک رات زبردست طوفان برپا ہو گیا۔ کدوالوں کے تمام چراغ گل ہو گئے۔ اور سارے قیصر ہنوا سے اُکھر گئے۔ اس بات سے اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ فوراً راتوں رات سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ اگرچہ اس محاصرہ کے بعد دشمنان اسلام کوئی دوسری سازش نہ کر سکے۔ لیکن اس واقعہ سے تمام عرب میں آتش جنگ مشتعل ہو گئی مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اور زیادہ تر اس موقع پر مفصل ذیل آیات قرآنی نازل ہوئی تھیں۔ ان میں جو رنگ اعتدال پایا جاتا ہے۔ وہ ہر طرح لائق تحسین ہے +

”جس قدر فوج تم اُن کے مقابلہ میں لا سکتے ہو ہمتیا کرو۔ اور گھوڑے سنا رکھو۔ تاکہ تم انھیں خوفزدہ کر سکو، جو اللہ کے اور تمہارے دشمن ہیں۔ اور اُن کے علاوہ اُوروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے۔ مگر اللہ خوب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے۔ وہ تم کو پورا پورا اور اپنی لمبائی لگا۔ اور تمہارے ساتھ نا انصافی ہرگز نہ ہوگی“ (قرآن مجید، سورت ۸، آیت ۶۰) +

”مُشکروں سے کہہ دو۔ اگر وہ باز آجائیں تو اُن کے سابقہ قصور معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ پھر شرارت کر نیچے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے وہی انجام اُن کا بھی ہو گا۔ اور کافروں کے ساتھ لڑو۔ یہاں تک کہ قساوت نام کو بھی باقی نہ رہے اور مذہب صرف خدا ہی کے لئے قائم ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو اللہ اُن کے اعمال سے خیردار ہے اور اگر سرتابی کریں تو مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تمہارا حامی ہے۔ کیا ہی اچھا حامی ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے“ (قرآن مجید، سورت ۸، آیت ۳۸ تا ۴۰) +

”اور اگر تم فیصلہ کے طالب تھے۔ تو فیصلہ تمہارے پاس آگیا (کہ سچے کو

فتح ہوئی) پس اگر تم اپنی شرارت سے باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر تم مخالفت کرو گے۔ تو ہم بھی مخالفت کریں گے۔ اور تمہاری فوجیں تمہارے کام ہرگز نہ آئیں گی۔ خواہ وہ بہت سی کیوں نہ ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے“ (قرآن مجید رکوع ۸ آیت ۱۹)

ان تمام آیات سے صرف حفاظت خود اختیاری میں جنگ کرنے کی اجازت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان میں صراحت کی گئی ہے۔ کہ جب دشمن جنگ و جدل سے باز آ جائیں تو مسلمان بھی ہاتھ روک لیں خواہ انہیں نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ یہ آیت اس پر دال ہے۔ ”اور وہ صلح کی طرف جھکیں۔ تو تم بھی صلح کی طرف جھک کر۔ اور اللہ پر اعتماد رکھو۔ اور اگر وہ تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کریں۔ تو تم۔ ہی یقین رکھو۔ کہ اللہ تمہاری مدد کے لئے کافی ہے“ (۸: ۶۱ و ۶۲) +

بہر حال اس کے بعد بہت سے قبائل آنحضرت کے طرفدار ہو گئے۔ اگرچہ ان کا مقصد جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہے مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہے۔ اور وہ ہر مرتبہ عہد شکنی کرتے ہیں۔ اور عذاب خداوندی سے نہیں ڈرتے“ (۸: ۵۶)

اس جنگی سپرٹ کو زائل کرنے کے لئے مسلمانوں نے جتنے المقدور مصالحت کی کوشش کی۔ لیکن جب کبھی غیر مسلموں کو آنحضرت پر کوئی تفوق حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ فوراً تعلقات نسبی یا سوا عید دونوں کو بالائے طاق رکھ دیتے تھے۔ اس صورت حال کے تسلسل سے مسلمانوں کی جانیں معرض خطر میں پڑ گئیں۔ وہ لوگ ان لوگوں سے جن کے ساتھ عہد و پیمان تھا، دوست سمجھ کر ملتے جلتے تھے۔ لیکن یہ منافستین۔ مساوات خالص طبع مسلمانوں کو فریب دیتے تھے۔ اور بہت سے مسلمان اس سلسلہ میں مارے گئے۔ لہذا صرف یہی صورت رہ گئی۔ کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔ بہت سے ان لوگوں کے پابند نہ تھے جنہوں نے خلاف ورزی کی تھی۔ لہذا مفصلہ ذیل وحی بطور اعلان نازل ہوئی۔

”یہ اعلان ہے اُس آزادی کا جو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکین کے سلسلہ میں جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے عہد کیا تھا جس چار مہینے تک یہ آزادی ملک میں گھومتے رہو۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کر سکتے۔ اور اللہ کا فزوں پر ذلت نازل کریگا۔ اور سب بڑے حج کے موقع پر اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے یہ اعلان بھی ہوگا کہ اللہ اور اُس کا رسول دونوں مشرکین کے ساتھ کسی معاملہ میں پابند نہیں ہیں۔ پس اگر تم توبہ کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر روگردانی کرو گے۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کر سکتے۔ اور کافروں کو عذاب الیم کی تجربہ دیدو۔ سو اے ان کافروں کے جن کے ساتھ تم نے معاہدے کئے اور انہوں نے کسی معاملہ میں خلافت درزی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے خلافت کسی شخص کی امداد کی۔ پس اُن کے ساتھ اپنا معاہدہ پورا کرو۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ پس جب مقدس مہینے گزر جائیں تو قتل کرو کافروں کو جہاں پاؤ۔ اور انہیں قید کرو۔ اور اُن کا محاصرہ کرو۔ اور ہر جگہ انکی تاک میں رہو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں آزاد چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ معاف کرتیوالا اور مہربان ہے۔“ اور اگر کوئی مبت سرت تمہاری پناہ میں آئے تو اُسے پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ کلام خدا کا سنے تب اُسے کسی محفوظ جگہ تک پہنچنے میں مدد دو۔ یہاں سلسلے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو (حقیقت سے)

خبردار نہیں ہیں (سورۃ ۹: آیات ۱ تا ۶) ✽

نہ گورہ بالا اقتباس کی چوتھی آیت معاملہ کو صاف کر دیتی ہے۔ اور اُن لوگوں کیلئے جو عہد کی پابندی کریں۔ حفاظت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ جس سزا کا آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صرف ان پر عاید ہوتی ہے۔ جو اس بچانے والے جملہ کے ماتحت تھیں آ سکتے۔ بہر حال مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے اور اُن سے وعدہ خلافتی کر نیوالے کافروں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا گیا۔ جو بلا بر مسلمانوں کو سزا دیتے تھے۔ اور اگر یہ اب انہیں کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اس سورت

کی چھٹی آیت اُن کو بھی زندگی کا ایک اور موقع عطا کرتی ہے *
 بہر کیف اس آیت سے لوگوں کو غلط فہمی بھی پیدا ہوئی ہے۔ اور یقین
 اسکی بناء پر اسلام کے خلاف نہایت مضحکہ انگیز اعتراض کرتے ہیں۔ وہ
 کہتے ہیں کہ ابتدائی مسلمانوں نے غیر مسلموں کے سامنے وہ چیزیں پیش کیں
 اسلام یا تلوار ایک معترض لکھتا ہے۔ کہ یا تو غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا گیا
 یا انھیں تلوار کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ غالباً قرآنی الفاظ کے اس سے
 زیادہ غلط معانی بیان کرنے کی کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ میرے خیال
 میں اس آیت کے یہ معنی بیان کرنا جس کے پہلے اور آخر میں دو آیات اور بھی
 شامل ہیں پر لے درجہ کی ضرارت ہے۔ اول الذکر آیت میں ان غیر مسلموں کو
 مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جو اپنے عہد پر قائم رہے۔ اور آخر الذکر ان لوگوں کو دُنیا میں
 زندہ رہنے کا حق دیتی ہے جن کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس سے
 ظاہر ہے کہ مشرکین اور بُت پرستوں کو محض اس بناء پر قتل کرنے کا حکم نہیں
 دیا گیا۔ کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ بقول سبیل جیسا کہ اُس نے اس آیت کے حاشیہ
 میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس آیت کے ماتحت اُن کفار کو جنہوں نے اسلام
 قبول کرنا مناسب نہ سمجھا، مخالفت تمام ان کے گھروں کو واپس پھینچا دیا۔ میں نے
 تو کسی شخص کو اپنے دشمن کے ساتھ اس سے بہتر سلوک کرنے کی مثال آج تک کہیں
 نہیں پڑھی ہے۔ اب میں ناظرین کے سامنے چند قرآنی آیات اور بھی بیان کر دوں گا
 جن سے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے جنگ کو کیا مرتبہ دیا ہے۔ میری مراد
 گیارہویں سُورۃ کی آیات ۱۲ تا ۱۴ سے ہے۔ سورہ بُرَآت کی آیت ۱۲
 سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ دُنیا بھر کے کفار سے نہ تھی بلکہ
 صرف ان لوگوں سے جنہوں نے اسلام کو مٹنے کی ہستی سے نابود کر دینے کا تہیہ کر لیا
 تھا۔ وہ آیت یہ ہے :-

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان کا زوں سے لڑو جو تمہارے قریب ہیں۔“

اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ پہ ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ *

یہ حکم عام نہیں ہے۔ پس اسلامی لڑائیوں کی صحیح توضیح کرنے کیلئے اس اصول کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا اقتباسات میں ان تمام آیات کا ذکر بھی ہوا ہے جن پر مخالفین نے وقتاً فوقتاً اعتراضات کئے ہیں۔ نقاد کا فرض ہے۔ کہ وہ بے لاگ تنقید کرے۔ میں حیران ہوں کہ عیسائی مقررین۔ اور اسلام کے خلاف لکھنے والے زیادہ تر یہی لوگ ہیں۔ کسی طرح قرآن کی ان صاف آیات پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں؟ اور کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس قماش کے لوگ مختلف مقامات سے آیات لے کر جو ان کے مفید مطلب نظر آئیں، سیاق و سباق سے قطع نظر کر کے چند محل اعتراضات وارد کر دیتے ہیں۔ *

مختصر یہ کہ دنیا کو اصول جنگ کی ہمیشہ سے ضرورت لاحق رہی ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جس نے یہ اصول دنیا کو تلقین کئے ہیں۔ اسلام نے ایسی تمام جنگوں کی ممانعت کر دی جو دوسروں کی املاک اور جائیداد غصب کرنے کے لئے برپا کی جاتی تھیں یا جو مذہب کے نام پر جاری ہوتی تھیں۔ اسلام دنیا میں امن و امان قائم کرنے کیلئے آیا ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نے تلوار چلانے کی اجازت محض اس وقت دی جبکہ اپنی جان و مال اور مذہب خطرہ میں ہوئے اور جبکہ کوئی شخص بغیر کسی حقوق و وجہ کے دوسرے پر حملہ آور ہو۔ *

اسوۃ حسنہ

(مصنفہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) معروف بہ نزہۃ و کمال نبی (قیمت صرف ۱۰ روپے)

ہمیں انصاف کے نام پر کمال غور و تحقیق انسان کا لڑنا چاہیے۔ یہ حق مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ سب کو پڑھ کر جاننے کے سوا چارہ کار نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبی ہرکت، توحید آپ کی ذات، در خواستیں بنام منجبر مسلم بن سنان بنی ہاشم پر لکھ کر دیکھ کر لکھوانی چاہیں

قرآنی حنلاق منزلیہ

از قلم حضرت اجماع کمال الدین صاحب علیہ السلام

یورپ کی متمدن دنیا کو دیکھ کر انسان کی نگاہ میں قرآن کریم کی خاص عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک وقت امور منزلیہ کے متعلق کتاب مقدس کی بعض باتیں مجھے بے ضرورت نظر آتی تھیں۔ نہ تو اس وقت زندگی کے آثار چڑھاؤ پر غور کرنے کا مجھے موقع ملا تھا۔ نہ دوسروں کے تمدن سے چمچاں واقفیت تھی۔ ہم مغربی مال و معال اور ان کے اسباب ہمیشہ و آسائش کے حالات سن کر دوسرے ہی حیران رہ جاتے ہیں۔ اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن جو جاکر وہاں نظر آیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اسباب راحت کے موجود ہونے پر یہ لوگ گھر کی خوشی سے محروم ہیں۔ کاش شادی کے بعد میاں بیوی کا تعلق ہی آپس میں صحیح ہوتا۔ وہ بھی نظر نہیں آتا۔ مغرب میں شادی ایک قسم کی لائٹری سمجھی جاتی ہے۔ اس سے مراد وہ راحت افزا شادی ہے۔ جو ایک کنبہ کو راحت و آرام میں رکھے۔ اسی شادی کا فہم ان اس قدر ہیں ہے۔ کہ شادی کو مغرب نے لائٹری قرار دیا۔ یعنی جس طرح سینکڑوں میں سے ایک شخص کے حق میں لائٹری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی طرح راحت افزا امتاہل زندگی بھی نادرات میں سے ہے۔ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ہر جگہ صادق نظر آتا ہے۔

دختران را بہ جنگ بست بامادر پسراں را بہم بنواہ پدر سے بنیم
بیج لے جے نہ برادر بہ برادر وار د بیج شفقت نہ پدر را بہ سپرے بنیم
چودہ سال تک تو علی العموم بچوں کا تھا ہد تو والدین کے ذمہ ہر جگہ ہے لیکن

اس عمر کے بعد درمیانی درجے کے لوگ عموماً اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ ان کے بچے خواہ کسی صنف کے ہوں کچھ کماکر والدین کو دیں۔ اس تمدن کا اثر جو بچوں پر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کھانے کے ایک دو سال بعد ہی لڑکا ہو یا لڑکی اپنی آمد میں سے اس قدر روپیہ اپنے والدین کو دیتا ہے۔ جو اس کی رہائش اور خوراک کیلئے بکٹتھی ہو۔ وہ اپنی آمد کا ایک حصہ اپنے لئے الگ کر لیتا ہے۔ استثنائی حالات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ طریق زندگی ہر خاندان کو ہر گھر کو مغرب میں ایک ہوٹل بنا دیتا ہے۔ جس کے چلانے والے ماں یا باپ ہوتے ہیں۔ اس کا ایک اور اثر خصوصاً صنف لطیف میں ایک اور رنگ میں پیدا ہوتا ہے لڑکی کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ جس طرح چاہے روپیہ پیدا کرے۔ والدین کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں رہتا۔ اس سے نبض بچے بد اخلاقی کے راہ پر قدمزن ہو جاتے ہیں۔

امیں شک نہیں کہ اب تک اہی میں ہر بچے میں ذاتی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے لیکن دیگر مشعل نقص جو اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اس فائدے سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ عموماً نظر آتا ہے۔ کہ لڑکے لڑکیاں بیس سال کی عمر کے ہو کر جہاں ان کے سینک سائیں چلے جاتے ہیں۔ اگر ایسے بچوں میں والدین کے تعاد کا خیال نہ رہے۔ تو ایک طبعی امر ہے۔ یہ کون نہیں جانتا۔ کہ بچے تو اپنے روزگار میں پہلے دے کی خوشحالی کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے والدین ضعیفی کے علاوہ تنگی معاش سے نالاں رہتے ہیں۔ والدین کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ اپنے آسودہ اولاد کی بھرت تیلے کسی لمبے وقت کے لئے راحت کو دیکھیں۔ ایک ہندوستانی افسر جو ڈپٹی کمشنر ہو کر آخر پنشن یا بھوٹے۔ وہ ۱۹۱۷ء میں انگلستان آئے۔ وہ ہمارے ہاں ہی مہمان تھے۔ ایک دن وہ پنجاب کے ایک پنشن یافتہ لفٹنٹ گورنر کو ملنے گئے جہاں ایک عورت جا رہی تھی۔ جو بعد میں معلوم ہوئی۔ کہ اسی افسر نڈو کی حقیقی بہن تھی۔ یہ تسلیم کیا کہ اس طریق تمدن سے ایک قسم کی ذمہ داری اور

خود اعتمادی کی روح پیدا کرنے کی طرف انسان کی توجہ ہوتی ہے لیکن منزلی راحت کسی کُنْبے کو نصیب ہونی چاہئے۔ وہ مغرب میں نظر نہیں آتی ۔

اس مفتدانِ راحت کا ایک بھاری باعث تعلیمِ مذہب ہے۔ بانٹے مذہب کے اخلاق اور اسکی تعلیم انسان میں پختے اخلاق پیدا کرتی ہے۔ مذہب کا فرض چند رسمی عبادات یا چند نرم اخلاق کی تعلیم دینے تک محدود نہیں۔ حقیقی مذہب وہ ہی ہے۔ جو اپنے پیروؤں کے شعوبہٴ زندگی میں سامانِ راحت پیدا کر دے۔ انجیل تو ریت کو شروع سے آخر تک دیکھ لیا جائے۔ جناب موسیٰ کے دس احکام شریعت کے ایک حکم کے سوا منزلیِ اخلاق کی تعلیم بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ مذکورہ بالا احکام عشرہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ ہم والدین کی عزت کریں۔ جہاں کہیں تو ریت میں اس امر پر تعلیم دیکھی جائے۔ وہ اسی حکم کا اعادہ ہے لیکن انجیل میں جو نمونہ جناب مسیح کے متعلق روایت کیا گیا ہے۔ وہ کوئی اچھا نمونہ نہیں۔ جناب مریم تو اپنے بچے کی تلاش میں اپنے دوسرے بیٹوں کے ساتھ سرگرداں ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس آتی ہے۔ اور اپنی سرگردانی کا حال بیان کرتی ہے۔ تو حسبِ روایت انجیل جناب مسیح انہی اللہ ماجدہ کو کسی ادب کے لفظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ”اے عورت میرا تجھ سے کیا واسطہ“ پھر آپ اپنے شاگردوں کی طرف ارشاد کرتے ہیں۔ کہ یہ میرے بہن بھائی ہیں۔ مانا کہ اپنے بھائیوں سے آپ کا کوئی مذہبی مخالفت ہو گا۔ لیکن آپ کے اس نمونے نے کل مغرب کا نقشہ بدل دیا۔ نہ کسی کو بھائی سے تعلق ہے۔ نہ ماں باپ کی کوئی حقیقی خدمت کرتا ہے دوسری طرف آنحضرتؐ کی زندگی میں ایک نہایت ہی سبق آموز واقعہ پیش آتا ہے۔ آپ مدینہ میں فاتحانہ زندگی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ عربی قیدیوں کا ایک گروہ آپ کے سامنے آتا ہے۔ ان میں ایک ضعیف بی بی بھی ہے۔ وہ اپنے آپ کو جھپٹا رہی ہے آپ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ اُس وقت شفقتِ پسری کا ایک مجسمہ

بن جاتے ہیں اپنی رداء مبارک کندھوں سے اُتار کر زمین پر پھیل دیتے ہیں۔ اور اس اسیر کو اس پر بیٹھنے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ پھر نہایت شفیقانہ الفاظ کے بعد نہ صرف اس بی بی کو بلکہ اُس گُل کی گُل جماعت کو آزاد فرما دیتے ہیں جو عسلا مانہ حیثیت میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حلیمہ دائی تھی۔ جس نے آیام رضاعت میں آپ کی پرورش فرمائی تھی +

الغرض مذہب حقہ کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہماری زندگی میں راحت کے اسباب پیدا کر دے۔ اس نقطہ نگاہ سے جب میں قرآن حکیم کو دیکھتا ہوں تو مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اس کتاب نے کس قدر حقیقی خدمت انسان کی کی۔ اور نہ صرف اس ایک امر میں بھی آنحضرت صلیم حقیقی رحمۃ اللعالمین تھے۔ یوں تو طوح طح سے اور مختلف دلائل دیگر ہم پر مبرہن کر دیا ہے۔ کہ ہمیں والدین کی خدمت میں کس طرح حاضر ہونا چاہیے لیکن سورہ بنی اسرائیل کی ذیل کی آیت نہ صرف اسی امر پر ہی زور دیتی ہے۔ بلکہ تین ایک ایسے وقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو والدین محتاج خدمت ہوں۔ اور دوسری طرف ہمارا اُن کی خدمت میں رہنا ایک کٹھن امر ہے۔ وَتَضَى رَبُّكَ أَتَعْبُدُ إِلَّا يَٰهَا وَالْوَالِدِينَ إِحْسَانًا طَاعًا مَّا يَلْعَنُ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيُوبُ لَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَخَفَضَ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا رَبِّكَ أَعْلَمُ بِهِمَا فِي نَفْسِكَ مَآ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلَّهِ وَأَبْنَيْهِ غَفُورًا وَاتَّذَكَّرُوا الْقُرْبَانَ حَقًّا وَالْمُسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ تا ۲۶)

ترجمہ۔ اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ان کے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں کوئی ایسا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو انکو اُن (مک) نہ کہ اور نہ انکو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے ادب کے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری

کا بازو جھکا۔ اور کہ اے میرے بُنواں پر رحم کر جس طرح تھوٹے مجھے چھوٹے ہوتے پالانہما لادے
خُب جانتا ہوں کہ خُٹھارے لوں میں ہر اگر کُرم نیک ہو۔ تو وہ بار بار جمع کر سوا لوں کی حفاظت کر سوا لا،
اور تیری کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی اور بیجا خرچ کر کے اعلیٰ کو اَضائع نہ کرو +
سب سے پہلے ہیں اس امر کو دیکھنا ہے۔ کہ خُدا تعالیٰ اپنے حقوق عباد
کے بعد والدین کی خدمت کا ذکر کیا ہے یعنی خُدا کے بعد انسان کے اگر کوئی
مخدوم ہو سکتے ہیں۔ تو اس کے والدین۔ چنانچہ صرف ایک بات کے علاوہ ہمیں
اُن کے سامنے تسلیم خم کرنا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے۔ کہ اگر وہ ہم سے احکام
خُداوندی کے خلاف کچھ وہ کہنا چاہیں۔ تو وہ ہم نہ مانیں۔ لیکن اس موقع پر بھی
زمری اور حُسن سلوک کو اپنے ہاتھ سے نہ دیں۔ والدین کی زندگی کا نازک وقت
اُن کی ضعیفی یا ارذلِ عمر ہوتی ہے۔ اُس وقت وہ مزاج کے تلخ اور چڑچڑے
ہو جاتے ہیں۔ نشیب و فرازِ زمانہ کو وہ نہیں سمجھتے۔ جہاں کے مُنہ میں آتا ہے
کہ گُذرے ہیں۔ اُن کے الفاظ بیچوں کے اشتعال کا موجب ہوتے ہیں۔
لیکن اسی وقت کیلئے کتابِ حکیم کی تعلیم ہے۔ کہ ہم اُن کے مقابل مُنہ کھولنا
تو درکنار اُت تک بھی نہ کریں۔ انجیل کی تعلیم اور قرآن کے اس ارشاد
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اُن کا عملی اثر جو مغربِ مشرق میں نظر آتا ہے
وہ بھی ظاہر ہے +

جن دو باتوں کا قرآن کریم میں بار بار ذکر ہے۔ وہ صدقات و حسنات
اور نماز ہیں۔ لیکن جہاں کہیں بھی تقسیم صدقات کا حکم ہے۔ تو سب سے پہلے
والدین کا ذکر ہے۔ لفظ صدقہ ہماری زبان میں ایک مُتبدل لفظ ہو گیا ہے۔
یہی خیرات کی حقیقت ہے۔ حالانکہ اسلام نے ان دونوں الفاظ کو اُن کی
کاموں پر استعمال کیا ہے جن میں ہمارے مکشوبات خرچ ہوتے ہیں۔ والدین
چھوڑ جو کچھ بھی ہم اپنے بی بی اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اُسے بھی قرآن کریم
نے لفظ صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ لفظ اسلئے استبدال ہوا ہے۔ کہ ہم اپنے مال

خیر کہ ایک طرف احکام خداوندی کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُن تعلقات قلبی کو بیخ کن کر دکھاتے ہیں۔ جو ہمیں دوسروں سے جڑتے ہیں ۛ

تقسیم آمد قرآن کریم کے کُل احکامات کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی آمد کو بطریق ذیل خیر کرنا چاہئے۔ سب سے اول ہم اپنی آمد میں سے زکوٰۃ کو الگ کر دیں۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ماہوار آمد میں سے اڑھائی فیصدی قرآن کے اُن مقرر کردہ راہوں پر خرچ کریں۔ جو زکوٰۃ کے متعلق قرآن نے فرمائے ہیں۔ اس کے بعد والدین پر کچھ حصہ خرچ کرے۔ پھر اپنے میال اقربا کا فکر کرے۔ ان ہی میں ہمارے محتاج دوست بھی آجاتے ہیں۔ بعد میں ہمیں قومی امور کا فکر کرنا ہے۔ اس سے میرا نہیں۔ کہ ہم کُل کی کُل آمد کسی ایک مد پر ہی خرچ کر دیں۔ پانے حالات کے مطابق اپنی آمد کی تقسیم کریں۔ اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ خیر کریں ۛ

وحدت انسان

جس طرح عامہ تہذیب و تمدن کے مقابل عدم وحدت انسانیت کا۔ نظریہ حائل ہوا ہے۔ شاید ہی کوئی اور ایسی روک ترقی انسانی کی راہ میں پیدا ہوئی ہو۔ وہ انسان جس کے لئے خدا تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں۔ اور جن نعمتوں سے مستفید ہونے کے لئے کُل انسانوں کو ایک ہی قسم کی قوتیں اور استعدادیں دیکھیں اُن کی نسل کا ایک بھاری حصہ اسی عدم وحدت کے اعتبار سے محروم ہو چکا ہے۔ مذہب اگر رب العالمین کی طرف سے تھا۔ تو اُس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ اس وحدت کو قائم کرے لیکن قبل اسلام مذہب نے ہی اس مصیبت کو پیدا کیا۔ قدیمی ایرانی

مذہب یعنی پارسیوں کے طریق نے ہی ہندوستان میں ذات پات کو پیدا کیا۔ انہیں کی طرح یہاں کے باشندے چار قوموں میں تقسیم ہوئے۔ مذہب نے ہی ہندوستان کے کئی کروڑوں انسانوں کو معمولی حقوق انسانیت سے محروم کر دیا۔ آج گیارہ کروڑ سے زیادہ اچھوت قومیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ ان کے سایہ تک سے اعلیٰ قوم کو مذہباً نفرت ہے۔ اور تو اور انہیں نہ تو خدا کے گھر میں جانے کا حق حاصل ہے۔ نہ وہ خدا کے کلام کو سن سکتے ہیں۔ اپنی معیشت کے لئے جس ادنیٰ سے ادنیٰ کاروبار میں وہ پھنس گئے ہیں۔ ہزاروں برس سے اسی میں گرفتار ہیں۔ ہم نے تو مغرب میں تصابوں اور موشیوں کے بیٹوں کو وزیر اعظم ہوتے دیکھا لیکن ہندوستان کا دس ہزار برس کا چار آج چار سی ہر۔ ہاں یہ چار بھی مسلمان ہو کر عموماً دوسری پشت میں تاجرخرم اور تیسری میں جنرل مرحیٹ ہو جاتے ہیں۔ عیسیٰ طور پر بھی یہ لوگ اعلیٰ طبقہ کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ تناسخ کی رُو سے جو لوگ ادنیٰ حالت میں ہوتے ہیں وہ پچھلی جنم کے سیاہ کار اور گناہگار ہوتے ہیں۔ پھر اچھوت یا ادنیٰ درجہ کے لوگ دوسرے ہندو صحاب کے نزدیک کیوں قابل نفرت نہ سمجھیں جائیں۔ یہ لوگ اگر واقعی پیچھے جنم میں بد معاش اور نلے ایمان تھے۔ تو کیوں ہم ان سے نہ بچیں۔ اس طرح اس مسئلہ تناسخ نے جو ہندو مذہب کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ نسل انسانی میں ایک خطرناک تفریق پیدا کر دی ہے۔ تو عیسائیت بھی اس جرم کی مرتکب ہوئی۔ مثلاً پیدائش کے وقت جو بپتسمہ پالے وہ تو جنتی ہر۔ اور باقی کے دوزخی سمجھے جاتے ہیں۔ جسے کہ کوئی عیسائی بچہ بھی اگر بپتسمہ پاتے سے پہلے مر جائے۔ تو اُسے مقدس کردہ قبرستان میں دفن نہیں کیا جاتا۔ اور چند صدی پہلے تو رُوس میں ان بچوں کو جلادیا کرتے تھے۔ جب عیسائی کی نگاہ میں کل غیر عیسائی دنیا پیدا ایشا جمہنی اور بے ایمان ہے تو پھر کیوں انہیں دوسروں سے نفرت نہ ہو۔ اس حقیقت کے خلاف آج کل کے عیسائیوں کا طرز عمل پیش نہیں ہو سکتا۔ یہ تو آج کل کی تمدن آج کل کی تعلیم اور ان کے ماتحت آج کل کے وسوسہ قلب کے نتائج ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہئے۔ کہ چند صدیاں پہلے اس

میں عیسائی قلب کی کیا کیفیت تھی۔ آج جب یہ لوگ گریہ میں جاتے ہیں۔ تو اُنکے مُنہ سے کیا کلمات نکلتے ہیں۔ کتاب دُعا عمومی کے موجودہ ترمیم سے پہلے کی ادیشن کو دیکھا جائے۔ اور یہ ترمیم بھی کوئی پانچ چھ سال ہوئے۔ تو ہمیں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو کج پر ایمان نہ لائے۔ اس کے لئے ابدی جہنم ہے۔ پھر جو گرنے کے اندر پرستاروں کے مُنہ پر الفاظ لعنت کے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصّہ کے مُستحقِ تِرکون کو قرار دیا گیا ہے۔ اور آج تو نہیں لیکن آج سے دو نسل پہلے تِرکون سے مراد مسلمان لئے جاتے تھے۔ اب جو نیک مزاج عیسائی ان دُعاؤں اور لعنتوں کو پڑھ کر گرجہ میں سے نکلیگا۔ اُس کی نگاہ میں غیر عیسائی کی حقیقت کیا ہوگی۔ کیا اس معاملہ میں اسلام نے نسل انسانی پر کچھ کم رحم کیا۔ جب آنحضرت صلم نے فرمادیا۔ کہ جو بھی پسیدا ہو ا وہ گناہ سے پاک پسیدا ہوا۔ اور وہ پسیدائش کے رُوسے جنتی ہے۔ ہندو عیسائیوں کے بعد قریب قریب ہر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہے۔ جب ان کے نزدیک دوسری قومیں خدا کے مخاطبہ کے قابل ہی نہیں رہیں۔ تو پھر ان کی حقیقت ہی کیا ہے ؟

مذہب کے بعد لپٹیکل قوانین نے نسل انسانی میں بیچ کن تمدنی تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ رومی یونانی تو کسی الہامی مذہب سے تعلق نہ رکھتے تھے اُنھوں نے بھی مفتوح قوموں سے بہت ہی بُرا سلوک کیا۔ اُنھیں غلامانہ حیثیت میں رکھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جیٹین جیسے متفنن تے اہل روماکو دو جماعتوں میں تقسیم کیا۔ جن میں ایک کی حیثیت تو آقا کی تھی۔ اور دوسرے کی حیثیت غلاموں کی بھی بدتر تھی۔ اسلام سے پہلے جس طرف جاؤ وہی نقشہ نظر آتا ہے۔ ہر نسل انسانی کا ایک بھاری حصّہ ایک قسم کی ترقی اور آسائش سے محروم کیا گیا۔ وہ توجیر بُرائی باتیں میں۔ توجیر بُرائی قومیں کم و بیش ہی کر رہی ہیں۔ افریقہ کے اصلی باشندوں سے غلامانہ سلوک ہو رہا ہے۔ اور محکوم قوموں کو بھی ایک حد تک وہ حقوق نہیں دئے جاتے جو حاکم قوم اپنے

لئے رکھتی ہے۔ جنگ عظیم سے دارالسلام (افریقہ) میں تو حاکم محکوم قوموں کے لئے تعزیری قوانین تک الگ الگ تھے +

لوگ آج بھی ایک حد تک حقیقت مذہب کو نہیں سمجھتے۔ اصل کام تو یہ ہے کہ نسل انسانی کو راست بنیے اور انھیں تمدن کے بارگراں سے نجات دی جائے۔ مذکورہ بالا مصائب سے بڑھ کر نسل انسانی کے لئے اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے۔ اسلام سے پہلے کسی قوم کی تہذیب و مذہب کو اچھی طرح سے دیکھ لیا جائے کسی نے انسان کو ان اغلال سے آزاد نہیں کیا۔ اگر مذہب یا الہام کا کوئی کام ہے۔ تو یہ کام ہے۔ میں نے ایک اور جگہ یہ بات لکھی ہے۔ کہ مذہب میں رواداری پیدا کرنے کے لئے جو قوانین قرآن کریم نے مرتب کئے ہیں صرف ان کی بناء پر آنحضرت صلعم افضل الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔ اب وہ ہی بات میں یہاں کہتا ہوں۔ کہ اگر جناب ائی یا عیسیٰ یا حضرت کرشن اور مجتہدین ہوں کہ نسل انسان کو ان تکلیف سے جو عدم وحدت انسانیہ نے پیپا کر رکھی تھی۔ اور اب بھی بہت حد تک موجود ہے نجات نہیں دے سکے۔ تو پھر اس لحاظ سے تو آنحضرت صلعم کا بدرجہ اولیٰ حق ہے کہ انھیں نبی کہا جائے +

سب سے اول قرآن نے شروع میں خدا کا نام رب العالمین رکھا یعنی اُس نے نسل انسانی کے ہر فرد کی ربوبیت ایک ہی طرح کی ہے۔ پھر اس موجودہ مغربی امتیاز کی لعنت کو دور کرنے کیلئے خدا کا نام رب المشرق والمغرب رکھا یعنی مشرق مغرب کے باشندے اس کے ساتھ ربوبیت کے نیچے یکساں طور پر آئے ہیں۔ پھر قرآن نے اس خدا کا نام رحمان رکھا جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ تقسیم فیض میں کسی قوم و مذہب و نسل و جان کی تمیز نہیں کرتا۔ اسی رحمت کا دروازہ سب کے لئے یکساں کھلا ہے۔ عموماً طور پر فرمایا۔ کہ کل نسل انسانی ایک ہی کتبے کے اراکین ہیں۔ اور انھیں ایک ہی مذہب دیا گیا۔ بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کر دیا۔ پھر اخوت عالمگیر کے قائم کرنے کے لئے تعلیم دی۔ کہ نیک اصولوں کے ماننے والے اور اُن پر چلنے والے ایک دوسرے

کے نبھائی میں +

دُئیائیں جس بات نے نسل انسانی میں تفرق ڈالا۔ وہ نسلی۔ قومی۔ اور مذہبی امتیازات تھے۔ قرآن کریم نے ان سب امتیازات کو اڑانے کیلئے نیک اعمال کو وجہ مُکرمّت قرار دیا۔ اور یہ وہ چیز ہے جو کالے گورے چھوٹے بڑے سب کے لئے ممکن الحصول ہے۔ مثلاً فرمایا کہ مُغل فتح پٹھان یا برہمن۔ پھرتی انگریز فرانسیسی وغیرہ صرف تعارف کی غرض سے ایسے کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں کوئی وجہ عزّت نہیں۔ انسان کو بحیثیتِ مجموعی خدا تعالیٰ نے مُکرم و مُعظم کیا ہے۔ لیکن یہ مُکرمّت کسی کو نسلی یا قومی وجوہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ تقویٰ کے لئے حاصل ہوتی ہے۔ اور تقویٰ سے مُراد حُسنِ اعمال ہے۔ نسلی امتیاز کے اڑانے کے لئے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تمہیں اگر یہ تازہ ہو۔ کہ ہم ابراہیم کی اولاد ہیں سو یاد دہیے کہ جب جناب ابراہیم نے اپنی نسل کی بابرکت ہونے کی وعدا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ نے کہدیا۔ کہ تیری قوم تو بابرکت ہوگی۔ لیکن بدعمل اس سے فائدہ نہ اُٹھائیں گے اسی طرح یہ جو ہر ایک مذہب والا فخر یہ کہدیا کرتا ہے۔ اور اس عیب میں مُسلمان بھی شامل ہیں۔ کہ ہم فلاں مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے باقی کُل لاشے ہیں۔ جو کچھ ہیں۔ ہم ہی ہیں۔ اس موقع پر تشریح کیلئے عیسائی یہودیوں کو سامنے رکھ کر کہیا کہ یہ یونٹنہ کی باتیں ہیں حقیقت مذہب تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے کُل قواء کو خدا کی مشائے کے ماتحت لانے کا ارادہ کرے۔ اور پھر اس پر عمل کرے۔ بقول قرآن ایسے لوگ ہی خدا کی رُبوبیت کے ماتحت آتے ہیں +

مذہب حقہ واقعی ایک قابل امتیاز چیز ہے۔ لیکن آج قہمتی سے کسی مذہب کا پیر نہ کہلانا ہی وجہ امتیاز سمجھا گیا ہے۔ اور اس امتیاز کی وجہ سے دوسروں کو نفرت دیکھا جاتا ہے۔ اس بیہودہ خیال کو دور کرنے کیلئے فرمایا۔ کہ خدا کے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَ كَفَّارٌ
تَالِ مِنْ ذُرِّيَّتِي تَالِ لَا يَنَالُ عَهْدَ الظَّالِمِينَ لَعَنَ تَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ
لَا مِنْ كَانُ هَرْدًا وَلَا نَصَارَى تَالِ أَمَا نَبِيهِمْ +

ساتے وہ ہی کامیاب ہو گا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے علاوہ امر صالح کرے۔ خواہ ایسا شخص کسی نہ کسی تعلق رکھے۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی غرض بھی عمل صالح سے ہی ہے۔ کیونکہ یہی دو چیزیں انسان کو نیک عملی کی طرف لئے جاتی ہیں۔ اور بدی کی طرف سے روکتی ہیں الغرض اگر کوئی چیز وہ امتیاز ہے۔ تو وہ حسن اعمال ہے۔ جسے کہ ایک موقع پر یہودی عیسائی کو کہا گیا کہ تم تو ابراہیم یا یعقوب کی اولاد ہونے کے باعث دوسروں کو اپنی نگاہ میں نہیں لاتے۔ لیکن ابراہیم اور یعقوب تو بذات خود احتساب عمل کے ماتحت ہیں۔ ان کو خود پوچھا جائیگا۔ کہ تمہارے اعمال کیسے تھے۔ پھر ایسے ہی اختلاف امتیاز مٹانے کے لئے یہ فرمایا۔ کہ خدا تو سب کا ایک ہے۔ معاملہ سب اعمال پر ہے۔ پھر آپس میں جھگڑا کیوں ہو؟

اس طرح ایک طرف یہ تعلیم کرتا۔ کہ سب کا خدا ایک ہے۔ اور اس کی رحمت ربوبیت کے فیوض سب کے لئے یکساں ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ تم سب ایک ہی کنبے کے افراد ہو۔ مشرق و مغرب کی کوئی تمیز نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر صرف نئی اعمال کو وہ امتیاز ٹھہرا کر کل قومی۔ نلی۔ جدی ملی امتیازات کا خاتمہ کر دینا۔ اور کل نیک انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہنا۔ یہ وہ چار باتیں ہیں۔ جو اسلام

حاشیہ مؤلف الذین امنوا والذین ہادوا والنصارى والصائبین من امن باللہ والیوم الآخر عمل صالح فالھما اجرھما عند ربھما ولا خوف علیھما ولا ھما یحزنون (سورہ بقرہ) یعنی جو لوگ ایمان لائے یا جو یہودی۔ عیسائی یا صابی ہیں۔ جو بھی خدا اور یوم آخر پر ایمان لائے! نیک اعمال کئے! اس کا اجر اس کے رکے پاس ہے۔ اور وہ خوف و غم سے پاک ہے۔

کل مذہبی لٹریچر میں ہر قسم کے امتیازات و تعصبات کو مٹانے اور کل نسل انسانی کو وحدت اور آزادی کا فرمان (چارٹر) دینے میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو اپنی نظر آپس۔ آج اگر اس آیت کے مطابق صرف نیک عمل ہی کو وہ امتیاز رکھا جائے تو دنیا سے کل قومی۔ لسانی۔ لونی اور ملکی فسادات ان واحد میں مٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ انہی امتیازات نے آج دنیا کو تباہ کر رکھا ہے۔

اس آیت کے سمجھنے میں کسی قدر اشکال بھی پیش آگئے ہیں۔ میض نے تو اس آیت کے ماتحت ایمان بالرسالت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

سے پہلے معذور تھیں۔ اور چن کی تعلیم کے فوائد کو لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ ان امور کی تعلیم اور پھر ان کو عملی لبس دینا صرف اسلام نے ہی کیا ہے۔ لہذا جیسے میں نے اوپر کہا کہ صرف ان چار امور کی تعلیم کے لئے آنحضرت صلیم کو نبی کہا جائے۔ وہ ایک امر حق ہے +

حمد تسبیح - استغفار - تکبیر

(بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(سلسلہ کے لئے دیکھو سالانہ اسلام صفحہ ۷۷، جلد ۱ نمبر ۱)

میں پچاس تین پانچ سو کے ساتھ تکبیر کو بھی شامل کرتا ہوں۔ یہ حقائق اربعہ حیوانیت سے اٹھا کر انسان کو ربانی حدود تک پہنچا دیتے ہیں۔ میری مراد ربانی حدود سے نہ صرف مشہور معنوں میں تزکیہ نفس ہے۔ بلکہ ان حدود میں وہ عظمت و جلال و علو شان بھی شامل ہے جن کا مظہر ایک طرف صحیفہ قدرت اور دوسری طرف مصحف پال ہے۔ یہ ربانی عظمت و شوکت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک حصہ ہمارے حصے میں بھی آیا ہے۔ خدا کا مذہب یا الہام انسانوں کو اسی عظمت و شان کے دینے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ تہماز بھی ان ہی حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ سورہ عنکبوت آیت ۵۴ میں ذکر الہ "کبر" یعنی تہماز پڑھنے والے کے سامنے خدا کی کبر پائی آ جاتی ہے۔ اور تہماز اسے یاد دلاتی ہے۔ کہ اُس کا نصیب العین اسی عظمت خداوند کو بطور نفل حاصل کرنا ہے۔ تہماز کو ان ہی معنوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جو تہماز ہم تہماز میں کھڑے ہوں۔ اور اللہ اکبر کہیں تو فوراً یاد کریں۔ کہ ہم نے بھی انسانی حدود میں اکبر ہی بننا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ تہماز کے بعد اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں +

اگر تہماز سے غرض محض رہی سجود و رکوع ہی ہوتے۔ جن سے وہ ہستی بزرگ خوش ہوتی ہے۔ تو یہ ایک

ایسا مختل ہے۔ جو نہ شانِ امیری کے خدایاں ہے۔ نہ اس میں ہمیں کوئی چندان فائدہ ہے۔ آج ہم مسلم ایک قسم کی مذہبی دلدل میں پھنسنے ہوئے ہیں۔ ہم نے رسمیات کو مذہب سمجھ لیا ہم الفاظ پرست ہو گئے ہیں۔ ہم نے رُوح مذہب کو ذبح کر دیا ہے۔ یہی نماز بہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ترقی تھی۔ آج ایک مقدس شغل بیکاری ہو گئی۔ یہ میں نہیں کہتا۔ خود قرآن یونہی فرماتا ہے۔ مثلاً ہماری نماز کی بہترین افضل اور ضروری جزو نماز کے وقت رُوح قبلہ کھڑا ہونا ہے۔ جو کسی اور طرف مڑ کرے۔ اُسے ہم مسلمان نہیں گنتے لیکن اسی رُوح بہ کعبہ ہونے کے متعلق قرآن کریم کھلے سے کھلے الفاظ میں فرماتا ہے، کہ مشرق یا مغرب کی طرف مڑنے کرنے کا نام تو کوئی نیکی نہیں صحیح فعل تو صحیح عقاید اور صحیح عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ جن میں نماز بھی ایک عمل ہے۔ نماز رُوح بہ کعبہ ہونے کا یا رُوح بخود کا خالص نام نہیں۔ اُن کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر ہم ان امور کی بجا آوری کے بعد اصل مقصد کے حصول کی کوئی فکر نہ کریں۔ تو حسب ارشاد قرآن ہم ٹکڑی ہی مارتے ہیں جہاں ہمارا ایسا کرنا فی نفسہ کوئی نیکی نہیں۔ ویسے ہی نماز کا اس ہیئت میں ادا کرنا یا خود نماز ہی پڑھنا اس واسطے ضروریاتِ انسانی سے ہے۔ کہ وہ ہمارے مقصدِ حقیقی کو آٹھوں پہر ہمارے سامنے لا رکھتی ہے۔ وہ مقصد تسبیح۔ حمد۔ استغفار اور تکبیر ہے۔ اگر پہلی تین چیزوں کا ذکر سبحانک اللہم میں آجاتا ہے۔ تو ہم نماز کی ہر حرکت و کون ماقبل یا مابعد تکبیر کہتے ہیں۔ انقض کل کی کل نماز ان چار چیزوں پر منقسم ہے۔ لیکن اگر یہ چاروں باتیں تکرار سانی تک محدود ہیں۔ تو پھر یہ ایک بے معنی حرکت ہے +

میں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ حد کرتے ہوئے۔ ہم خدا تعالیٰ کی طرف ہر ذریعہ کو منسوب کرتے ہیں۔ یعنی ہر قسم کی خوبی اور شرف جو تجسّیل انسانی میں آسکتا ہے اس کی ذات میں آج جمع ہوا۔ اس کے بالمقابل تسبیح کرتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں

سورة بقرہ آیت ۱۷۷ کہ سورہ عنکبوت آیت ۲۵ +

کردہ ذات پاک ہر قسم کے عیب نقص یا بدی سے منزہ وارفیع ہے۔ اسی طرح تخلیق کرتے ہوئے ہم اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کردہ بلند سے بلند مقام پر جو ہمارے خیال و دہم میں آسکتا ہے قائم ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ یہ حقائق ہیں۔ لیکن کیا خدا اس بات کا محتاج ہے کہ ہم دن میں پانچ دفعہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر تسبیح و حمد و تکبیر کریں۔ قرآن تو خود کہتا ہے۔ کہ وہ ان باتوں کا محتاج نہیں۔ پھر آخر اس تکرار کی غرض کیا ہے؟

اس سوال کا جواب بھی خود قرآن کریم دیتا ہے۔ اس نے مذہب کا نام اگر بطور معبود و تعالیٰ استعمال رکھا ہے تو ملت بیضاء کا نام بطور معبود و تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔ اسلام کے معنی اگر احکام خداوی پر چلنا ہے۔ تو اسکی غرض ہمارا ضیعتہ اللہ بنانا ہے یعنی ہم میں خدا کا رنگ پیدا ہو جائے یہی غایت مذہب ہے۔ پھر خدائے تعالیٰ نے پیدا شد انسان کا ذکر کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ انسان دنیوی زمین پر خدا کا نائب ہو کر آیا ہے۔ یہ وہ شرف ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کو بخشا۔ ہمیں تنگ اسی لئے ہی پیدا کیا۔ کہ ہم ربانی لباس میں ملبوس ہوں چنانچہ قرآن نے لباس انسانی کا ذکر کیا۔ وہاں تقویٰ نے کو ہی بہترین لباس ٹھہرایا۔ اسی لباس کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیں تمارے چڑھائی گئی۔ ہم تسبیح کرتے ہوئے نہ صرف خدا تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ہمارا خداوند عجب یوب و نقائص کو پاک ہے۔ ویسے ہی ہمیں ان نقائص و عیوب سے پاک ہونا چاہئے۔ اگر خدا تعالیٰ زمین کا اصلی حاکم ہے اور ہم اسے نائب ہیں۔ تو ان دو وجودوں میں کس کو تسبیح و تنزیہ کی ضرورت ہے، وہ تو مسکنہ منزہ و پاک ہے بالقابل سمجھنے اپنے اندر ہر قسم کے نقص جمع کر رکھے ہیں۔ اس قضیہ و صفات ہی تینوں نکتہ ہے کہ تسبیح کرنے کے وقت ہمیں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنے وجود کو اسی طرح تاحید امکان نقصوں کو پاک کر لیں۔ جیسے ہمارا معبود ہے یہی اشارہ ہمارے عمل و صورتوں سے ہر نماز سے پہلے ہم وضو کرتے ہیں۔ ہم ان اعضاء کو دھو لے ہیں۔ جن کو نقص اور بدیاں

پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بدنی تطہیر ہی ہوتی۔ بلکہ یہ ایک تسبیح ہے +
 یہ امر بدیہہ ہے کہ ہم کسی خیر و خوبی کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب تک سب پہلے ہم بدیوں
 سے پاک نہ ہو جائیں۔ اسی لئے اگر نماز سے پہلے وضو لازمی ہے۔ تو سب سے پہلا
 حرف جو ہمارے مُنہ پر پڑتا ہے۔ وہ سبحان ہے۔ یعنی ہم نے کامل طور پر
 عبد سبحان بننا ہے +

اس موقع پر مزید لکھنے سے پہلے مجھے یہ کہنا چاہئے تھا۔ کہ ہم تسبیح سننے بھی
 پہلے خدا کی تکبیر کرتے ہیں۔ تکبیر تو ہماری اپنی رفعت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔
 اور نماز میں ہم کئی دفعہ تکبیر کرتے ہیں۔ لیکن اس رفعت انسانی تک پہنچنا
 اسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو عملی طور سے تسبیح کرے۔ اور حمد کرے یعنی اول تو بدیوں
 سے پاک ہو جائے اور پھر ساری کی ساری خوبیاں اُس میں پیدا ہو جائیں۔ اگر
 تو نماز کا یہی مقصد ہے۔ کہ ہم بدیوں سے بچنے اور خوبیوں کے حاصل کرنے کی طرف
 مُتوجہ کئے جائیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں۔ کہ پانچ نمازیں بھی تھوڑی ہیں۔ ہاں یہ
 وقت ایسے چُنے گئے ہیں۔ جو طبعاً بیماری مصروفیات یا اشتغال میں ایک وقفہ
 پیدا کر دیتے ہیں۔ یعنی ہم ان وقفوں میں تسبیح و حمد کی طرف ہی مُتوجہ کیا جاتے
 ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن پاک نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ہم صُبح و شام حمد و تسبیح
 کریں۔ صُبح کے وقت تو ہم یہ سامنے رکھیں۔ کہ ہم نے آج بدیوں سے بچنا ہے۔
 اور خوبیوں کو حاصل کرنا ہے۔ پھر شام کے وقت ہم یہ حساب کریں۔ کہ گزشتہ
 دن میں ہم کہاں تک ان دو فرائض میں کامیاب ہوئے۔ کہاں تک ہم نے نقائص
 میں کامیاب ہوئے۔ کہاں تک ہم نے نقائص کو چھوڑا۔ اور خیر و خوبی کو حاصل کیا +
 آج ہم کو بحیثیت قوم رونما ہے۔ ہم ترقی کی آخری صفت پر کھڑے ہیں۔ ہم میں وہ
 آثارِ ربیہ اہو چکے ہیں۔ جن کے ماتحت قوموں کی صفت لپیٹ دی جاتی ہے۔ ہم
 میں کے درد مند دل ان اسباب کی تلاش میں بھی ہیں۔ کہ جس سے ہم اس آنے والی

معدومیت سے بچ سکیں۔ خود اس ہندوستان میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہم قدم بقدم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ آخر اس کا کوئی علاج ہے۔ یا رب العالمین نے ہمیں اس ذلت کیلئے ہی پیدا کیا ہے +

دنیا نے مختلف قوموں میں مختلف اوقات پر ترقی و تمدن کو دیکھا۔ جب تک تمدن قوموں میں خوبیاں رہیں رہ عزت و شوکت کے مالک رہے۔ جو نہی خوبیوں کی جگہ اُن میں نقص پیدا ہو گئے۔ وہ تباہ ہو گئے۔ یہی حالت ہمارے تمدن کی بھی ہوئی۔ لیکن تاریخ اس بات کی مُعترف ہے کہ جہاں مسلم تہذیب اپنی شان و شوکت میں سب تہذیبوں سے بڑھ گئی۔

وہاں اُس کا امتداد زمانہ بھی سب سے بڑھ گیا۔ جہاں اور تہذیبوں نے زیادہ سے زیادہ چار سو برس کی عمر پائی۔ اور مغربی تہذیب تو ڈیڑھ سو برس کے اندر ہی اسباب انحطاط پیدا کرنے لگی۔ وہاں اسلامی تہذیب نے ایک ہزار برس عمر پائی۔ یہ بھی دشمنوں تک نے مان لیا ہے۔ کہ اس تہذیب کا باعث قرآن کریم تھا۔ آج بھی وہی مذہب ہمارا ہے۔ آج بھی ہم وہی نماز پڑھتے ہیں۔ تو نتائج کیوں برعکس ہیں۔ اس کا ایک ہی باعث ہے۔ کہ ہم الفاظ پرستی کے دلدل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت سے بہت دُور ہو گئے ہیں +

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تہذیب و ترقی لغت لُص سے بچنے اور خوبی کے حصول پر منحصر ہے۔ لہذا ہماری موجودہ حالت کہتی ہے۔ کہ ہم خوبیوں سے مُحرّض ہو چکے ہیں۔ اور غلط کاری نے ہم پر قبضہ کر لیا ہے۔ حالانکہ ان ہی اُمور کا علاج نمازیں تھیں اور اسی غرض کیلئے صبح و شام ہیں تسبیح و حمد کا ورد سکھایا گیا۔ ہم جو صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہم میں سے بعض حمد و تسبیح کا تکرار کرتے ہیں۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ جتنے ان مقدس اشغال کے بعد کہا تک عملی رنگ میں خدا کی تسبیح کی۔ اور کہا تک جتنے اپنے آپ کو بدیوں سے بچایا۔ اور کہا تک جتنے نیکیوں کو حاصل کیا۔ زیادہ سے زیادہ نماز فجر سے لے کر ظہر تک اٹھ گھنٹے کا وقفہ ہوتا ہے۔ جبکہ نماز ظہر میں جتنے

پھر حمد و تسبیح کا تکرار کرنا ہے۔ تو کس قدر یہ شرم اور نفاق کی بات ہے۔ کہ ان آٹھ گھنٹوں میں نہ تو ہم نقصوں سے بچیں اور نہ ہم خوبی کو حاصل کریں۔ اور پھر وضو کر کے ان ہی اعضا کو پاک کریں۔ جو بدیوں میں ملوث تھے۔ پھر وہی حمد و تسبیح و استغفار کریں۔ اور اس زبانی شغل کے بعد پھر اسی گند میں پڑ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا صحیح فرمایا تھا۔ کہ تمہارے سامنے ہر وقت ایک نہر چلتی ہے جس میں پانچ وقت تم نے طہارت کیلئے جانا ہے۔ اور وہ ہماری نماز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تسبیح فرمایا۔ ایک شخص جو پانچ وقت دن میں اس بات کا تکرار و تہنیت کرے۔ کہ میں نے بدیوں سے بچنا ہے۔ اور خوبی کو حاصل کرنا ہے پھر اسی امر کو اپنا نصب العین کر لے۔ تو پھر کیوں وہ ارفع و اعلیٰ نہ ہو جائے ؟

خوب یاد رکھو۔ یہ ہمارا نماز روزہ سب بیکار ہے۔ اور دیگر درد و ظائف کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ اگر ہم سب الحمد و تسبیح ان معنوں میں نہ کریں جن کو میں یہاں بیان کر رہا ہوں ؟

ترقی و تمدن کا یہ راز حضرت محمد عربی سے پہلے کسی پرنسکشف نہ ہوا۔ اسلام نے ہی سب سے پہلے مذہب کو تمدن اور ترقی کا ذریعہ ٹھہرایا۔ وہ ان چارہ باتوں میں جمع کر دیا یعنی تکبیر۔ تسبیح۔ حمد۔ اور استغفار۔ چنانچہ مصائب سے بچنے اور کامیاب ہونے کا راستہ جو قرآن کریم نے سورۃ المؤمن آیت ۵۵ میں فرمایا ہے وہاں بھی فرمایا اول تو مشکلات کے مقابل صبر کرو پھر استغفار کرو۔ اور اس کے بعد رات دن حمد و تسبیح کرو ہم سے خدا یہ نہیں چاہتا کہ یہ باتیں ہم اس کے لئے کریں۔ ہم اس کی عظمت و جلال کو بیان نہیں کرتے۔ بلکہ اسے بطور نمونہ اپنے سامنے لاتے ہیں۔ کہ ہم تے اسی عظمت و جلال کو اسی عزت و شان کو خود حاصل کرنا ہے یہی حقیقی تکبیر ہے۔ یہ عظمت اسی کو حاصل ہوگی۔ جو سب سے اول تسبیح کرے یعنی اپنے آپ کو ان تمام غلطیوں سے نقصوں سے اور بدیوں سے پاک کر لے جو مانع ترقی ہو۔ اس امر کو نہ بھولو کہ قرآن کریم نے کسی خاص مذہبی شعار کے توڑنے کا نام گناہ نہیں رکھا

ہر ایسا فعل یا قول جو انسان کی ترقی کا مانع ہو۔ وہی اصطلاح قرآنی میں گناہ عَصیان یا عدوان ہو جاتا ہے۔ اس تسبیح کے بعد حقیقی عظمت اُسے ہی نصیب ہوگی جو عملاً حمد کرے۔ خدا کی حمد یہ ہے کہ جو انکی خوبیاں ہیں۔ وہ حمد کر نیوالے میں پیدا ہو جائیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایک صاحبِ خلقِ عظیم کو مقامِ محمود تک پہنچایا۔ گو یا حمد انسان کا حق ہے۔ وہ اُسے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں وہ کام کرے جس سے دوسروں کی نگاہ میں قابلِ ستائش ہو جائے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ تم خدا کی حمد نہیں کرتے۔ بلکہ خدا تمہیں کہتا ہے۔ کہ تم میری خوبیوں کو پیدا کرو۔ کیونکہ تم میرے خلیفہ اور میرے رنگ میں رنگین ہو نیوالے ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ ہم میں کچھ نقص بھی ہیں۔ کچھ غلط میلان بھی ہے۔ ہمارا نقص بدیوں کے ارتکاب کی طرف جاتا ہے۔ ان میلانات بد کی روک تھام کی ہمیں ضرورت ہے۔ اسی کے لئے ہم خدا سے پناہ مانگ کر دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری ان بد استعدادوں کے ظہور کو روک دے۔ اسی کا نام استغفار ہے۔ یہی حقیقت تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عین فتح و نصرت کے وقت فسبح بحمد ربک واستغض کا حکم ہوتا ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے۔ کہ اس مقام بلند پر چو تو اور تیرے صحابہ پہنچے ہیں۔ تیری اُمت بھی یہی حاصل کرے گی۔ اگر تسبیح۔ حمد اور استغفار پر عامل رہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ یہ امر کیسے حاصل ہو۔ وہ کیا باتیں ہیں۔ کہ جن کی پیروی سے ہم موجودہ دلدل سے نکل کر اُن اُمور کو حاصل کر لیں +

(عدمِ نجاش کے باعث جیسے مضمون لکھا جا ماہ اپریل میں منع ہو گا)

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

آپ کا اخلاقی و مذہبی فرض ہے۔ کہ اس مفید رسالہ کی اپنے طبقہ اثر میں توسیع اشاعت فرمائیں۔ آپ کی عدم توجہی رسالہ زینتِ انہیں رہ سکتا۔ اس کو ضرورت ہے کہ معزز خریداران میں ہر ایک بزرگ انفرادی طور پر ایک ایک جلد خریدار اس ماہ میں پیدا کر کے فترتہ کو مطلع فرما کر مضمون فرمائے +

حنا دم۔ مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈر تھ روڈ۔ لاہور

آدم و شیطان

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ابتداء سے آدم کے ساتھ شیطان چلا آیا ہے۔ اگر انسان ترقی کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اُسے تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔ دُنیا شیطان کے دُجو کو قدیم سے مانتی چلی آئی ہے لیکن جب تعلیم جدید نے ایک وقت بعض انسانوں سے انکار خدا کر دیا۔ تو شیطان کا دُجو دامن لینا تو اُدھر بھی مشکل ہو گیا۔ آج اہل علم ہستی باریستعالیٰ سے انکار کرتے کسی وقت شیطان کے دُجو کو بھی تسلیم کر لینگے۔ لیکن مذہبی کُتب اور خصوصاً قرآن نے جو امور یا تاثرات شیطان کی طرف منسوب کئے ہیں۔ اُن سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یوں تو آٹھوں پہر لیکن بعض وقت بلا ارادہ اور بظاہر ماحول کی کسی تحریک خارجی کے ہوتے پر بھی ہم بدی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان تحریکات بد کے باعث ہمارے سمجھنس ہی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض وقت بدی کے محرک ہم کو نظر نہیں آتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اخیر سورہ میں ایک ہستی کا نام خناس رکھا گیا ہے۔ جو دلوں میں دسو سے ڈال کر ہمیں نیک امور سے روک دیتی ہے۔ اور بدی کی طرف مائل کرتی ہے۔ خناس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ بعض تو ان میں انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور بعض وہ جن ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس قسم کی ہستی کو کوئی بالارادہ ہستی مانے یا نہ مانے لیکن عمل خناس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بعض فلسفی مزاجوں نے شیطان سے مراد بدی کا ملکہ لیا ہے۔ عام طور سے نفس کا ہی نام شیطان رکھ دیا گیا ہے۔ بہر حال جو بھی تاویل کی جائے کسی ایسے دُجو سے انکار نہیں ہو سکتا جو داعی الے الشر ہو رہا ہو اور وہ ہمارے قریب قریب (بئس القرین) ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کا نام بئس القرین بھی رکھ دیا۔ اور ہمیں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے کُل افعال کا محرک ہمارا دل ہی ہے۔ جو طاقت دل کو بدی کی سطرت مائل کر سکتی ہے۔ اس سے بڑو کر بئس القرین اور کون ہو سکتا ہے علم النفس والقوئے والے

تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ دل جو محرکِ فاعل ہے۔ وہ دراصل ہمارے کل جسم اور قوتوں کا نمائندہ ہے۔ مثلاً جسم میں خون ایک ایسی چیز ہے۔ جس کی کمی بیشی تیز یا کمزور جذبات کی باعث ہوجاتی ہے۔ پھر اگر حدِ میث نے یہ کھد یا کہ شیطان تمہارے خون میں سرایت کر جاتا ہے۔ تمہارے رگ و ریشہ پر حکومت کرتا ہے تمہارے دل پر حکومت کرتا ہے۔ تمہارے برسرِ اذن کو تحریک میں لاتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تحریکاتِ بدن ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ تو بالفاظِ قرآن کریم شیطان کا یہ کھدینا کہ میں دائیں بائیں اور نیچے اوپر سے انسانوں کو پھسلاؤں گا۔ اور انہیں بعض وقت نظر بھی نہ آوے گا۔ یہ ایک صاف بات ہے جس دن سے انسان پیدا ہوا ہے۔ اس دن سے ہی ہم اسی حقیقی یا تخیلِ دماغی اے الشہر کے پنجہ سے نہیں بچ سکے۔ لہذا قرآن نے بالکل صحیح کہا ہے کہ شیطان تمہارا کھلا کھدا دشمن (خصیم معین) ہے۔ اور وہ ہمارے اجدادِ اول کے وقت سے دشمنی کرنا چلا آیا ہے۔ الغرض جب سے بری کی استعدادیں ہمارے اندر پیدا ہوئی ہیں اور جب تک وہ رہنگی۔ یہ بیس القرن ہمارے ساتھ لگا رہے گا۔ اور ہمیں تنگ کر سنے کی فکریں لگا رہیگا۔ یعنی جن اپنی بدیوں کو ہم ایک وقت چھپاتے ہیں شیطان ہمیں ایک دم اس مقام پر لے آتا ہے۔ کہ ہماری بدیاں اور شر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گویا ہم ننگے ہوجاتے ہیں۔ اصل اسکی توقع ہی ہے۔ وہ لباس پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر ہم بدایاتِ آئینہ پر کاربند رہیں اور خدا کے صفوں کے پورے پورے فرمانبردار ہوں۔ یا بالفاظِ دیگر حقیقی تہذیب کے حدود کی عورت کریں۔ تو شیطان کا ہم پر اثر نہ ہوگا۔ بلکہ بالفاظِ کتابِ حکیم خود شیطان نے تسلیم کیا ہے کہ میرے صحیح فرمانبرداروں پر میرا قبضہ نہیں ہو سکتا ۛ

ہم نیک فاعل کریں یا بد انہی تہ میں ایک ہی قسم کی استعداد ہوتی ہے۔ محلِ موقع عمل یا ان استعدادوں کا نیک بد استعمال ہی انہیں نیکی یا بدی بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر صحیح طریق پر چلیں۔ اور ہدایت کی پہنچی ہوئی پابندی کریں۔ تو ہماری کل کی کل استعدادیں ہمارے قبضہ میں کر نیک کام ہی کرتی ہیں ایسی کی

طرف حدیثی اشارہ کیا ہے کہ بعض حالات میں شیطان آخر کار مسلمان ہو جاتا ہے اور حضرت صلیم کا یہ فرمانا کہ شیطان میرا غلام ہو گیا ہے۔ اس کی بھی یہی حقیقت ہے۔ مثال کے طور پر میں قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ شیطان کس طرح مسلمان ہو جاتا ہے۔ غصہ پر قابو نہ پانا یا اس کے قبضہ میں آ جانا انسان سے جس کے ایسے افعال کرو دیتا ہے جنہیں ہم شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں غضب کو نہ دیا نہ والے آہستہ آہستہ مغضوب علیہم ہو جاتے ہیں۔ اب اس معاملہ میں اگر خدا کے حکم کو مان لیا جائے تو ہمارا شیطان مسلمان ہو جائیگا۔ حکم ہوتا ہے۔ کہ جب غصہ آئے اُسے دبا دو۔ پھر اُس شخص کو جو ہمارے غصے کا محرک ہو معاف کر دو۔ چونکہ احسان یافتہ کے ساتھ دشمن کو طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے معاف کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ تم ایسے خطاکاروں پر احسان کر دو۔ اُن کے ساتھ مروت کرو۔ نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ جو شخص مورد غضب تھا وہ ابی محل محبت ہو جائیگا۔

بد استعمالی استعداد کیوں پیدا ہوتی ہے

اصل سوال یہ ہے۔ کہ استعدادوں کی بد استعمالی کی قوت ہم میں کیوں رکھی گئی ہے اس کا وجود ہوتا۔ نہ کسی شیطان کا ہم پر قبضہ ہوتا۔ بدی کیا چیز ہے اور کس طرح بدی وہیں آتی ہے۔ اس سوال کے حل کرنے میں بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ زرتشتیوں نے تو ایزد اور اہرمن دو وجود مان لئے جن میں سے ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا ٹھکانہ اور انسان اُن کے ہاتھ میں اٹھ کر لیا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے بدی کو ہماری سرشت میں داخل کیا۔ تناسخ والے اُسے گزشتہ جنم کے آثار و اظلال سمجھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے ابند اسے ہی بدی رکھی گئی ہے۔ اسی قسم کے عفت اند انسان کے اندر احساس و ذمہ داری کو کمزور کر کے اُس پر بدی کا دروازہ کھول دیتے ہیں اسلام نے اگر اس گتھی کو سلجھایا ہے۔ اُس نے تعلیم دی۔ کہ بدی کیا چیز ہے۔ اُس نے بتلایا۔ کہ کسی استعداد کے بے محل و بے موقع استعمال ہونے سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ اور

لَعَدَاكَ طَلِيبُ النِّعَاطِ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ . وَاللّٰهُ يَجِبُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

جسمانیہ میں جو بقا فطریہ میں لاحق ہیں۔ وہ حیوانوں میں بھی ہیں۔ لیکن ان کا ذوق ایک فطری امر ہے۔ اور ہماری زندگی کا موجب ہے۔ لیکن اگر دفع تقاضات پر ہم حیوانوں کی پیروی کریں۔ تو اس کا نام بدی ہو جائیگا۔ مثلاً اگر عورت مرد اس طرح جمع ہوں جس طرح حیوانوں میں زود مادہ جمع ہو جاتے ہیں۔ تو نہ صرف صنفی استلاق ہی تباہ ہو جاتے ہیں بلکہ ہمارا حال کُتے گتیا کا سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اکل و شرب کے معاملہ میں اگر ہم وہ چیزیں استعمال کریں جو حیوان کرتے ہیں۔ یا حیوانوں کی مقدار میں استعمال کریں۔ تو ہمارا اصل توازن صحت کے لحاظ سے گننا غظیم ہو جائیگا۔ الغرض ہمارے اندر بعض جذبات تو وہ ہی ہیں۔ جو حیوانوں میں ہیں۔ کیونکہ انہی کے تقاضے کے پورا کرنے پر ہماری زندگی و تمدن منحصر ہے۔ لیکن ان امور میں حیوانوں کی پیروی کر کے ہم بدی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ یہ مثالیں تو مشتملیات طبعی کے متعلق ہیں۔ لیکن اور مد میں مثلاً دغا۔ فریب وغیرہم کر گزرتے ہیں۔ وہ بھی دراصل ادلے پیمانہ پر حیوانوں میں موجود ہیں۔ حیوان میں انفرادی حقوق کی تمیز نہیں ہوتی۔ ایک گائے کے سامنے جب گھاس آ جائے تو اُسے یہ پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ اس کے لئے ہے یا کسی اور جانور کیلئے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جو لوگ جرائم کر کے دوسروں کی جائیداد یا حقوق کو اپنے لئے شیر مادر سمجھتے ہیں۔ انکی نگاہ میں بھی حقوق انفرادی کا لحاظ نہیں ہوتا۔ مگر فریب۔ دغا تو کو مڑی اور بھیر یا پھوڑ ایک حد تک شیر تک میں موجود ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدی دراصل حیوانیت کی پیروی ہے۔ الغرض ان جذبات کی اصلاح کے لئے اور ان کو حدود کے اندر لانے کیلئے خدا کا الہام آتا ہے۔ چونکہ ہم مختلف منازل ارتقاء کو طے کرتے ہوئے موجودہ زندگی میں آئے ہیں۔ اور ہماری اس زندگی کے ماقبل حیوانیت ہے۔ تو اسلئے جسمانیات میں لامحالہ ہماری وہ ہی استعدادیں ہیں۔ جو حیوانوں کی ہیں۔ لیکن چونکہ ہم قوت اختیاری سے بھی آراستہ کئے گئے ہیں۔ اسلئے حیوان تو اپنے جذبات کو پورا کرنے میں حدود کا بھی لحاظ کر لیتے ہیں۔ مگر ہماری یہ قوت ہمیں دور تک لئے جاتی ہے۔ اور ہم حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم نے کہا۔ کہ ہم ان سے

بھی بہتر ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہمارے سامنے ایک ثابت نام ہو۔ ہر ایک استعداد کے استعمال کا محل و موقع مقرر ہو۔ اور ہمیں روکنا یا جانے کہ ہم مقررہ حدود کے آگے نہ جائیں۔ دراصل حدود سے متجاوز ہونا ہی تو بدی ہے۔ جیسے بسا اوقات قرآن نے فرمایا۔ لہذا جو کوئی بھی ان احکام پر چلیگا۔ اسی کا نام قرآن نے خدا کا بندہ رکھا ہے۔ اور اس پر شیطان کا کوئی قبضہ نہیں۔ جو دراصل ہمیں حیوان بنانا چاہتا ہے۔ اجالی رنگ میں قرآن کریم نے ان واقعات کو بصورت قصہ آدم بیان فرمایا ہے۔ جناب آدم کو کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے سامنے ایک قسم کا باغ ہے۔ جس کے درخت پھل پھول وغیرہ تمہارے راحت کا موجب ہونگے۔ اس باغ میں سے جو چیز بھی پسند آئے۔ اُسے بطیب خاطر استعمال کرو لیکن اسی باغ میں ایک درخت بھی ہے۔ اس کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ والا تکلیف ہوگی۔ اور جس راحت کی حالت میں تم ہو وہ نہ رہے گی۔ جناب آدم کو شیطان اسی درخت کی طرف بلاتا ہے۔ جس سے تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ یہ داستان آدم دراصل انسان ہے ہر ایک انسان پیدا ہونے پر بلوغت میں پہنچتا ہے۔ پھر شجر ممنوعہ کی طرف جا کر تکلیف پاتا ہے، حقائق و دقیقہ کی تشریح میں باغ کی مثال ایک بہترین مثال ہے۔ اس باغ کے درخت انسان کی اپنی قومیں اور استعدادیں ہیں۔ جو لاتعداد اور عظیم الشان ہیں۔ بلکہ ان میں ہر ایک درخت بھی انسان کی راحت کے لئے کافی ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

ان استعدادوں کو درختوں کے ساتھ تشبیہ دینا بھی ایک بہترین استعارہ ہے۔ جس طرح کوئی بیج زمین کو نکل کر آہستہ آہستہ پھیلتا پھولتا ہے۔ اسی طرح انسانی استعدادیں جو بیج کی طرح فطرت انسانی میں مرکوز ہیں۔ ان میں سے جس کی آبیاری کی جائے۔ وہ درخت کی طرح نشوونما پاتی ہے۔ انہی استعدادوں میں ایک استعداد وہ بھی ہے۔ جو انسان کو بہی کی طرح مائل کرتی ہے۔ جس کو انسانی راحت تباہ ہو جاتی ہے۔ سورب السالین نے جناب آدم کو اطلاع دیدی۔ کہ تم ایک قسم کے باغ میں تو رکھے گئے ہو جس کے نخل و ثمر تمہاری

بہترین راحت کا موجب ہونگے۔ ہاں اسی باغ میں ایک نذر تکلیف دہ بھی ہو جس کی طرف تمہیں شیطان لائینگا۔ اب اگر کل قرآن کریم کو سامنے رکھ کر یہ دیکھا جائے کہ خدایتان نسل انسانی کو کس درخت کے قریب لاتا ہے۔ تو وہ معصیت کا درخت ہے جس کا سرچشمہ بعض انسانی استعدادوں کا بیجا اور بے محل استعمال ہے۔ لہذا قرآن کریم نے ایک جگہ شجر ممنوعہ کا ذکر کیا۔ دوسری جگہ اس شجر کی تشبیہ فرمادی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ شیطان اور اس کی ڈریت کا کام یہ ہے کہ تمہارے بد میلانوں کو حرکت میں لائے تو پھر شجر ممنوعہ بد میلان نہیں تو اذریا ہیں۔ اسی طرح اس باغ کے باقی کے درخت نیک میلان ہیں جو لانا تھا ہیں۔ جن باتوں سے باغ جنت تیار ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی استعدادوں کا صحیح استعمال ہے۔ دراصل اعمال نیک کے جنت کے اشجار تیار ہوتے ہیں لہذا آدم کا باغ وہ ہے جس کے نخل انسانی استعدادیں ہیں۔ ان میں ایک درخت ایسا بھی ہے۔ جس کے نزدیک انسان کو نہ جانا چاہئے نہ اس حقیقت کو اس استعارہ کے ساتھ یوں بیان کیا۔ کہ جب آدم کو پائے ننگے ہونے کا احساس ہوا۔ تو اوراق جنت سے اُس نے اپنے آپ کو ڈھانپا۔ یہ ہرگز کا نظارہ ہے۔ جب انسان کی بدعلیاں برہنہ ہو جاتی ہیں تو جوں ہی ایسے شرم و حیا پیدا ہوتا ہے۔ وہ پھر انھیں چھوٹی چھوٹی نیک علیوں سے چھپاتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے نیک اعمال اُسی باغ کے پتے ہیں +

اگر انسان کی راحت و تکلیف کو دیکھا جائے تو نئے الفور سمجھ آ جائیگا۔ کہ اگر انسان اپنی استعدادوں کو صحیح طور پر استعمال کرے۔ تو اس کی راحت و سرور کے سامان اس قدر بیشمار ہیں۔ کہ ان کے مقابل میں تکلیف کے سامان بہت ہی تھوڑے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اگر باغ فطرت انسانی میں سرور و بخشش اور راحت افزا درخت یکھیں ہیں تو شجر تکلیف صرف ایک ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جو اس شجر ممنوعہ کے تلے آجاتا ہے۔ وہ اُسی کا ہور ہوتا ہے۔ اگرچہ اس شجر کے پھل انسان کو ایک تھوڑے وقت کے لئے مزے دیتے ہیں۔ اور پھر ایک عمر میں آکر یا تو وہ ان پھلوں کے استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ یا ان کا استعمال ہی اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے +

جیسے میں نے بیان کیا۔ کہ ہم عالم جمیات سے ترقی کرتے ہوئے عالم ادراکیات میں آتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ بطور درختہ مشہیات بانی بھی لائے ہیں۔ اور ان مشہیات کی تسکین بجا سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اب اگر تمام گنجاہ و جراثیم کی نثر اپنے سامنے رکھی جائے۔ تو ان کا شاید ۹ فیصدی تعلق ہونٹ اور لنگوٹ سے ہے۔ چنانچہ کسی آزاد مشرب نے کیسے سادہ لفظوں میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ ہونٹ بند لنگوٹ بند جہاں بند یعنی ہونٹ اور لنگوٹ کا صحیح استعمال دنیا کو سلام بنا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی پانچ فیصدی مجرم جو ہیں۔ وہ انہی دو اغراض فاسدہ کے پورا کرنے میں سرزد ہوتے ہیں۔ الغرض بدی کا صرف ایک ہی درخت ہے۔ جس کی دو شاخیں ہونٹ اور لنگوٹ ہیں۔ اور عمر طبعی پر پھینچنے کے وقت یہ خواہشات بھی مرجاتی ہیں۔ ایک ہونٹ بچاتی ہے۔ جو کبھی کبھی میں امور بد کی طرف مائل کرتی ہے لیکن سوائے حسرت کے ہم اور کچھ نہیں دیکھتے جب لذت پانے کے قواء ہی مضمحل مر گئے تو پھر باقی کیا رہا۔ بالمقابل اگر اس کام کا دروازہ کھولا جائے۔ جو انسانی استعدادوں کے صحیح استعمال سے بنتا ہے۔ اور جس کی زمین انسانی دل ہے۔ تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس باغ میں کس قدر باغیچے اور پھر کس قدر چمنستان۔ اور پھر ایک نہ ایک باغیچے ہیں۔ ایک چمن میں بیابان ہیں۔ ہنتم است اگر ہوست کش کہ سیر سوز و محن در آ تو ز غنچہ کم ندمیدہ در دل کشا بہ چمن در آ عجیب بات یہ ہے۔ کہ سارا باغ چھوڑ جو اس کے خیابانوں کی کسی ایک روش میں جا نکلتا ہے۔ وہ اس قدر سرور پاتا ہے۔ کہ اس کا وہاں سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور یہ سرور تا دم مرگ رہتا ہے +

اس اجمال کو میں کسی قدر وضاحت سے لکھ دیتا ہوں۔ ہم پیدا ہونے کے وقت عالم حیوانات میں سے نکل کر عالم ادراکیات میں داخل ہوتے ہیں محض بقا زندگی کیلئے ہم مشہیات حیوانی میں سے کسی قدر حصہ لے لیتے ہیں۔ اور انہی کی بد استعمالی کا نام شجر ممنوعہ ہے۔ لیکن ہماری حقیقی رحمتیں نفسِ مدرک کی رحمتیں ہیں۔

انسانی ادراک کو اگر دوس بریں کہا جائے۔ تو اس میں موٹے موٹے تین باغ ہیں۔
 (۱) باغ ذہنیاں (۲) باغ رُوحانیاں (۳) باغ باطنیاں +
 میں ان باغوں میں سے صرف ایک باغ کے مختلف چمنستانوں کا ذکر
 کر دیتا ہوں۔ اس باغیچے سے میری مراد ذہنیاں ہیں۔ اس میں موٹے موٹے
 چمنستان حسب ذیل ہیں :-

(۱) ادبیات جس کی ایک ممتاز روش شاعری ہے (۲) تاریخ (۳) اکھیاں -
 (۴) اخلاقیات (۵) نفسیات (۶) طبیعیات (۷) کیمیاوی علوم (۸) میکینیات
 لیکن ازم (۹) جرثقیل (۱۰) برقیات (۱۱) ہندسیات - حساب - الجبرا -
 اقلیدس - علم مخروط - علم مثلث (۱۲) نجوم (۱۳) جبر (۱۴) فلکیات (۱۵) فلسفہ
 (۱۶) اقتصادیات (۱۷) ہشیات (۱۸) طبابت (۱۹) علم نتیجہ الابدان (۲۰) علم
 طبقات الارض (۲۱) علم نباتات الغرض ذہنیاں کی سیکڑوں شاخیں ہیں اور
 پھر عجیب بات ہے کہ جو جس شاخ میں جا پڑتا ہے۔ وہ ساری عمر اس میں راحت و
 لذت پاتا ہے۔ اور یہ سرور دم آخر تک رہتا ہے۔ ان اشجار کے مقابل شجر
 ممنوعہ کی لذت کی کیا حقیقت ہے۔ اور ابھی رُوحانیاں و باطنیاں انسان
 کے سامنے وہ جنت المادئی لے آتی ہیں۔ کہ جن کے سامنے جہانیاں چھوڑ
 ذہنیاں کی بھی کوئی حقیقت نہیں +

کوڑیوں کے مول جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کے گزشتہ سالوں کے پرچے جولائی ۱۹۷۱ء
 سے ۱۹۷۴ء تک بہ قیمت ارنی پرچہ اور ۱۹۷۵ء کا مکمل جلد ایک
 پتہ ذیل سے منگوائیں +

دفتر رسالہ اشاعت اسلام
 عزیز منزل - برانڈر تھ روڈ - کراچی

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

میں صریح بالا پر حضرت خواجہ صاحب صوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی جو ہمیں آپ تفریقی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اسوقت ایسا زندہ جاوید مذہب نیا کے لیے ہو گیا۔ کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہو محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب مدنی نے گزشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح مطالعہ کیا جو ہمیں امید کامل ہو کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دلیں کھل جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک وادارہٴ مفضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ان کے دلیں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی پہچان ہے۔ اگر وہ جی جس سے انشاء اللہ حسبِ خواہ شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہو کہ کتاب مذکور کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلام کے یو یو میں شائع ہو رہے ہیں اور جب اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہو اہل مغرب دیگر متلاشیانِ مذہب سے کہ قابلِ گردنیکہ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے اشاعت ہو۔

اپنے تلخ تبلیغ میں دو بے بس نظیر کتابیں
جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینایع المسیحیت و نبوة کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب باخمس سہ ماہ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جنہیں سے اگر اقول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیلِ اسلام شروع کی۔ اگر ینایع المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مذہب عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت، الوہیت و کفار مسیح ان کی ایک بھی ایسی رقم نہیں

مثلاً عشاءے ربانی دیگر اجزائے سکرمنٹ ایسا ہی انکا ایک ہی تہوار مثلاً کرسمس۔ ایسٹر
گڈ فرائڈے وغیرہ سب کے سب سچ سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہوئے ہوئے جو
حتیٰ کہ جناب سچ کے میں ایک نام جو کلیسیا نے جو بنائے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویس نے جناب
سچ کی طرف منسوب کیے ہیں وہ سب کے سب قبل از سچ۔ کنواری اودہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی
ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گو یا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہو۔ یہ یاد رہے جو کہ
یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک جوابے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو
اپنے مذہب بیزار کر دینے کے کافی تھے چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ ارس اندامی کتاب کے بنیاض مصنف
نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ کو پیش کیا جائے چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب
ایڈیل پرنٹ لکھی جسے آنحضرت معلوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش بیان میں پیش کیا ہم
کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کیے وہ شاید ہی کسی اور کتاب کے مرتب ہو سکیں۔
وہ قلم سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو۔ دھیل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو
تعلیم قرآن پر ایک لکھنے کیلئے مجبور کیا جو اب تہذیب اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ تینوں کتابیں
اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھرانے سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالبات خود بخود اپنی علوشان ظاہر کرتے ہیں لیکن کیا ہیں
اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اردو کا ایک بہترین ٹرچر ہے۔ پھر یہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب
شروع کر کے چوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اسکا ثبوت اسی کتاب تہذیب اسلام
سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی قطعاً کاغذ حجم کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب کو
کے باوجود ان کتابوں اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے جو سب ذیل ہے۔

یہاں بیچ مسیحیت نبوت کا ظہور اتم تہذیب اسلام حصہ اول
عائزہ ایضاً

ذیل کے پتے سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں
مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈر ٹھکانہ لاہور

باب ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ آمْنَةً
رَّسَالَهُ
وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ آمْنَةً

اشاعہ اسلام

اردو ترجمہ

اسلام کی نونگیزی مجریہ مسجد و وکنگ (انگلستان)
نیرادارت

خواب الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے (۸/۳) سالانہ قیمت پانچ روپے سالانہ مالک غیر کیئے

انتباہ:- درخواست خریداری بنام منجر رسالہ اشاعہ اسلام
عزیز نزل برائے تھ روڈ - لاہور (منجبت)

۳۱ ۶۱۹
مکتبہ اسلامیہ لاہور
مکتبہ اسلامیہ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ محمد الدین حبیب اللہ صاحب سلام شاہ جہان مسجد و دارالعلوم

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۷	ام المومنین حضرت فاطمہؑ کا دل کا بیان جلد ۱۲	۷	توحید فی الاسلام جلد ۱
۷	برامین نیرہ جلد ۱۲	۷	سلسلہ اربعہ مرتبہ لکھنؤ کے کتب خانہ جلد ۱
۸	پیام اسلام	۷	ینایح المسیح جلد ۱
۳	مقصود مذہب	۷	ضرورت الہام جلد ۱۲
۷	خطبہ عربیہ جلد ۱۲	۷	راز حجاب و انجیل علی جلد ۱
۷	سیرتکار یار و حیات فی الاسلام جلد ۱۲	۷	مکالمہ ہفت آئینہ جلد ۱۲
۶	ہستہ باری تسکین جلد ۱	۷	مطالعہ اسلام جلد ۱۲
۷	لیسج کی اہمیت اور اس کی کامل اہمیت پر ایک نظر	۷	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جلد ۱۲
۷	اسلام اور علوم جدیدہ	۷	لمعت الانوار محمدیہ جلد ۶
۳	صلوات حضرت اہل بیت	۷	مذہب محبت
۱۲	حیات بعد الموت	۷	قدرات عالم کا مذہب
۷	حمد للہ تعالیٰ	۷	اسوہ حسنہ مرتبہ فاطمہؑ کا دل نبی جلد ۱

دیگر مصنفین

۱۲	سیرت نبوی - قیمت صرف	۴
۱۱	لندن میں طلبہ مولائی صلم	۲
۱۰	قرآن اور جنگ - قیمت صرف	۳
۹	پاؤں صاحب کیلئے حل طلب نمونہ	۱
۸	سیرۃ فخر المصطفیٰ بلا جلد ہر مقام مدنیہ بلا جلد	۵
۷	تصاریف نو مسلمہ کا دیوبندی درجہ اولیٰ درجہ	۱
۶	تصاریف غازیہ میں مسجد و دو کتب قیمت فی درجہ	۱۰
۵	۱۲	۱۱
۴	۱۰	۹
۳	۸	۷
۲	۶	۵
۱	۴	۳
	۲	۱
	۱۰	

تمام دروغ است بنام متبر مسلم بک ساسی عزیز منزل برانداز تهر و دلا بود و چایانی چای

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۷)	باب ماہ اکتوبر ۳۱ اعظمیٰ ماہ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ	نمبر شمار
مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱ شذرات - - -	از ترجمہ	۴۳۶
۲ اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد	از قلم تھریخ کمال الدین صاحب اسلام	۴۳۷
۳ امامتِ اسلام - - -	" - - -	۴۴۲
۴ در کلیسیا ابن آدم را بدار آویختند	از قلم الیف ایل سی - -	۴۴۳
۵ اسلام کی منزل مقصود - - -	از قلم فیض مسلم - - -	۴۵۱
ردس کا لائحہ عمل - - -	" - - -	۴۵۲
ہستائیت کی جبرکوشی - - -	" - - -	۴۵۳
اسلام کا کام - - -	" - - -	۴۵۴
مسادات کا دین اور چین - - -	" - - -	۴۵۵
حصولِ تعلیم کی ضرورت	" - - -	۴۵۵
۶ خوشوارہ آمد و خروج مشن دو گناہ و ایک نیکوئی	از نقل سکرٹری مسلم مشن دو گناہ	۴۵۶
۷ حق تعالیٰ پر علم پر بصیرت افزائی پر - - -	جنرل بلینسکی - - -	۴۵۹
۸ اسلام اور عالمِ نسب - - -	از جناب خواجہ نظام الدین صاحب	۴۶۱
۹ قرآن مجید اور تعمیرِ حلقہ فیض اور شہوت	ترجمہ مضمون خواجہ تہذیب صاحب پٹنہ	۴۷۵
۱۰ مسلم مشن انگلستان کا مکتوب - - -	اسٹنٹ امام مسجد دو گناہ	۴۸۰

اشاعہ اسلام

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ایک سرت افزا نوٹ سے زینت دی جاتی ہے جو ہر ہائیں آف جیہو (سٹیٹ) کی شادی پر مشتمل ۹۲۷ میں لیا گیا۔ یہ بارک تقی سیر اسلامی مراسم کے ساتھ مورقہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۱ء مسجد میں ٹی ٹی ایس تصویر میں ہر ہائیں سبیلان آف جیہو رہائیں طرف سے چوتھے نمبر پر پکڑے ہیں اور ہائیں طرف سے تیسرے نمبر پر ہائیں سبیلان آف جیہو رہائیں۔ اور نمبر ۵ پر جناب ابوی عبدالمجید ایم۔ ایم مسجد دوکنگ استادہ میں جنہوں نے اسلامی طریق پر کاح پڑھایا۔ ان کے علاوہ مسجد دوکنگ کے اور مسلم دوست بھی ہیں۔ جو اس سیر تقریب میں شامل ہوئے۔ جن میں کپتان عبداللہ عبدالحق خاں بی۔ بی۔ ہیں جنہوں نے شادی کے ٹریفلیٹ پر اپنے دستخط بطور شہادت ثبت کئے۔

مسجد دوکنگ میں اتوار کے جلسے | انگلستان میں موسم گرما ایک نعمت غیر متزق ہے۔ موسم چوٹا آجکل خوشگوار سی انتخانات کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے۔ اسلئے دوست احباب کی ہر اتوار مسجد دوکنگ میں خاصی چل پل رہتی ہے۔ اس بار بارانہ اجتماع کو مستفید بننے کیلئے اسقفورڈ اور کیمبرج کے طلباء ہر اتوار مسجد دوکنگ میں پہنچتے ہیں۔ ہفتہ بھر میں ایک دن خوشی و مسرت گزر جاتا ہے ایک لمبے ملک میں جہاں عیسائیت کا مادیت کا غلبہ ہو۔ اس قسم کے اجتماعات جو اسلامی روح پرور رنگین ہوں۔ جو صحرا سے اندر سرسبز نخلستان کے مصداق ہیں۔ انکی حقیقی قدر و منزلت صرف وہی جب اسکرین ہو سکتے ہیں۔ جو کبھی یورپ ہواٹے میں +

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مُسلّم اسلام

کوئی قوم جب غلط طاقی طرف جاتی ہے۔ تودہ حقائق سے مُنہ موڑ کر لفظ پرست ہو جاتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ لفظ پرستی بھی چھٹ جاتی ہے۔ جس کو ایک عظیم الشان حقیقت خاک میں مل جاتی ہے۔ یہی حالت درود شریف پڑھنے کی ہے۔ اصول کے لحاظ سے تو یہ مقدس شغل میرے نزدیک نماز سے کچھ ہی کم درجے پر ہے۔ لیکن لوگوں نے جو مُذت سے صرف بکار لفظی پر اکتفا کر رکھی تھی۔ آج نہ صرف ان الفاظ کو پھوڑنے ہی لگے ہیں۔ بلکہ ان مُقتبس الفاظ پر بھی مُتعرض ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب درود شریف ایک دُعا ہے جس میں ہم خدا تعالیٰ سے آنحضرت صلی علیہ وسلم کی از یاد ترقی چاہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دُنیا کو ایسی حالت میں چھوڑا جب آپ میں تمیل نفس نہ ہو چکی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کا مُتنبہ بالضرور آنحضرت سے زیادہ ہو گا۔ کیونکہ جس ترقی کی درخواست سرور کائنات کے مُتعلق کی جاتی ہے۔ وہ ترقی بطور مثال جناب ابراہیم کی طرف منسوب کی گئی ہے + اس اعتراض کا کسی آریہ کی زبان سے سُن نیستا تو ایک معمولی بات تھی لیکن آج اچھے طبقے کے مسلم بھی درود شریف کے متعلق اگر مُتعرض نہیں۔ تو مُت اقل ضرور ہو چکے ہیں۔ یہ ساری مصیبتیں لفظ پرستی کا نتیجہ ہیں۔ کوئی بھی تھوڑی دیر کیلئے تکلیف تحقیق کو گوارا نہیں کرتا +

یوں تو ہر زبان میں لفظوں کے کئی ایک معنی ہوتے ہیں۔ لیکن عربی الفاظ حقائق و معارف کا ترانہ ہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ مختلف حقائق کا حامل ہوتا ہے۔

لفظ کا محل و موقع ہی بتلاتا ہے۔ کہ کسی خاص مقام پر کسی لفظ کے کیا معنی ہوتے چاہئیں۔
اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا +

لفظ صلوات کا ماحضہ صلت ہے۔ اس کے ایک معنی تو خدا تعالیٰ سے رحمت ترقی کی دعا مانگنا ہے۔ دوسرے معنی بذات خود ترقی۔ کامیابی۔ رحمت اور مقصد کا پورا ہونا بھی ہوتا ہے۔ تیسرے معنی ان افعال و اسباب کا جمع کرنا ہے۔ جن کے ذریعہ ہم سرسبز اور کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ تینوں معانی مختلف کتب سنت میں موجود ہیں۔ اس پر صاحب تاج العروس یا زیاد کرتے ہیں۔ کہ جب یہ لفظ آنحضرت صلی علیہ وسلم کے متعلق استعمال ہو۔ تو اس کے معنی بالخصوص اچھے مرض زندگی یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام کی کامیابی ہے۔ یہ چاروں معانی مسلم ہیں۔ اب دیکھنا یہ کہ۔ کہ اس لفظ کے معنی کسی خاص مقام پر مہیا ہوتے ہیں۔ یہ ملاحظہ ہے۔ کہ درود شریف پڑھنے کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے:-
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا یعنی تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوات کا تحمید کرتے ہیں۔ اے مومنین! تم بھی صلوٰۃ و سلام پر عامل رہو! یہ توضیح ہے کہ صلی کے ایک معنی خدا تعالیٰ سے خاص دعا مانگنے کے ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ انسان و فرشتے ایسی دعا مانگتے ہیں۔ لیکن آیت تو کہتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی یہ امر کر رہا ہے۔ اب اس کے معنی اگر دعا کے سوا اے اور کوئی نہیں ہو سکتے تو پھر خدا کا اس دعا میں مخاطب کون ہے؟ لہذا اس لفظ کے معنی اس موقع پر دعا صلوات نہیں ہو سکتے۔ یہی معنی اول کو چھوڑ کر دوسرے معنوں کی طرف توجہ کرنی ہوگی۔ اور دو صاف ہیں۔ آیت شریف کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے فرشتے ہمیشہ اس سبب کے جُمیل کرنے یا پیدا کرنے میں مصروف ہیں جس کو آنحضرت صلی علیہ وسلم کا مقصد زندگی تکمیل کو پہنچے۔ اور آپ کا نام بلند ہو۔ اور آپ کے معنی کو ترقی ہو۔ اور اس موقع پر بھی دعا مانگئی ہو۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے یہ عمل کر رہے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی عمل کرو۔ تم بھی اُن کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ جن سے حسب تشریح صاحب

تاج العروس اشاعت اسلام کی تکمیل و ترقی ہو۔ تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ اول تو اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ لیکن وہ باتیں جنہیں ہم خدا اور اس کے مشنوں کے متعلق منسوب کر سکتے ہیں۔ وہ خود بخود لوگوں کا ان اصولوں کی طرف رجوع کرنا ہے جو نہ صرف اسلام کی ہی مروج رواں ہیں۔ بلکہ وہ وہ مرکب الٰہی باتیں ہیں۔ جنہوں نے مذاہب دیگرہ کو اسلام سے مجذبا کیا۔ اس امر کے ثبوت میں میں تاریخ کی اور اقی گردانی کرنا نہیں چاہتا۔ جو آج ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ وہ اس آیت شریف کی ایک کامل تشریح ہے۔ یوں تو آج دنیا نہ صرف بظاہر اسلام سے متاثر ہو رہی ہے۔ بلکہ مذہب کو ہی بنفسہ جواب دہ رہی ہے۔ لوگ نہ صرف علی الاعلان اپنے اپنے مذہب ہی الگ ہو رہے ہیں۔ بلکہ ضرورت مذہب کے ہی منکر ہیں۔ ہاں تعلیم مذہب کی جگہ انھوں نے چند اصول زندگی انضام کر رکھے ہیں۔ جن پر وہ بطور مذہب چلتا چاہتے ہیں۔ اب اگر ان اصولوں کو غور سے دیکھا جائے۔ تو وہ سب کے سب اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ ہمارا زمانہ کچھ اس قسم کا مبارک زمانہ واقع ہوا ہے۔ کہ ہمیں تبلیغ و اشاعت میں صرف اسی قدر کھانا دینا ہے۔ کہ جن جن مسائل کی خاطر دوسرے مذاہب؟ اول نے اپنے مذہب کو چھوڑ رکھا ہے۔ وہ خالصہ اسلامی نہیں۔ اور ہمیں ان دوستوں کو صرف اسی قدر بتلانا ہے۔ کہ جن اصولوں کے گم اس قدر دلدادہ ہو رہے ہو۔ قرآن نے اس کا نام اسلام رکھا ہے ۴

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ قلبی کیفیت اور مذہبی ذہنیت کس نے پیدا کی۔ ہماری حالت جمود تو ظاہر ہے۔ اور جس طرح ہم اس فریضہ حق سے الگ ہو چکے ہیں۔ وہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر کس نے امور سلطنت میں دنیا کو جمہوریت کا دلدادہ کر دیا ہے۔ کس نے مساوات انسانی کی روح پھونک دی ہے؟ کس نے ذات پات اور رسمی تفریق کو ملیا میٹ کر دیا ہے؟ وہ کون سے اسباب ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان جیسی قدیمت پرست اور چار دیواری میں رہنے والی قوم کو مسند صلی سنگھن جیسے مفید اصولوں پر عامل کر دیا ہے؟ کیوں ہندو صحاب

آج در ثہ نسوان پر زور سے رہے ہیں۔ از قیمل ازدواج بیوگان طلاق وغیرہ کے مسائل بھی ہیں۔ دوسری طرف فلسفہ رحمت کیلئے اگر کل دنیا منرب کو دیکھتی ہے۔ تو منرب میں ذیل کے مضبوط اصول کس مسلمان نے جا کر شائع کئے ہیں؟ توحید مسعود انسانیت۔ عالمگیر اخوت۔ انسان کی سرشت کا مکمل اور بے عیب ہونا۔ دنیا میں ہر ایک کا مادہ پر غالب رہنا وغیرہ وغیرہ۔ یا اصول اور بیسیوں اور مسائل۔ کل کے کل اسلامی ہیں۔ لیکن آج اگر یورپ ان پر زلفینہ ہے۔ تو یہ انقلاب ہماری کوششوں کا نتیجہ نہیں۔ یہ تو آیت زیر بحث کی ایک لفظاً اور عملاً تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زمانے ہیں۔ کہیں اور میرے فرشتے تو انسانی قلوب میں اصول اسلام کی طرف رغبت پیدا کر رہے ہیں۔ ہم (خدا) تو رات دن ”یصلون علی النبی“ کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمانو تم بھی کچھ کام کرو۔ ہم تو دنیا کے لوگوں کو قرآنی اصول کی طرف لا چکے ہیں۔ لیکن تم جا کر انھیں اطلاع دو۔ کہ ان اصولوں کا نام اسلام، معترض اب غور کر لے۔ کہ آیت کے یہ معنی کسی تکلف کے محتاج نہیں۔

ایک طرف ان معانی کی مؤید نص عربیہ، اور دوسری طرف واقعہ عالم اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جماعت ان امور کی کافر (منکر) ہے۔ تو وہ وہی ہیں۔ جن کا نام مسلمان ہے۔ جس قدر بھی آنحضرت کے اس ارشاد کی تریف ہو تھوڑی ہے۔ کہ تم مجھ پر آٹھوں پر درود بھیجو۔ ہم نے تعمیل ارشاد میں تو حد کر دی۔ جو نہی کسی زبان پر آنحضرت کا نام پاک آیا۔ چاروں طرف سے اللہ صلی علی محمد کا شور مچا دیا۔ لیکن ایک نے بھی اس پر غور نہیں کیا۔ کہ آنحضرت کا مقصد بیشورہ تھا۔ غرض تو یہ تھی۔ کہ جس وقت آپ کا نام زبان پر آئے۔ اسی وقت ہمیں آپ کے مشن کی اشاعت کا خیال ہو +

درویش لہجے کے اگر معنی دعا کے ہی ہو جائیں۔ تو پھر دعا کی حقیقت تو قرآن نے یہ بیان کی ہے۔ کہ جو بات خدا کی مانگی جائے۔ پہلے خود اس کے پور کرنے کے سبب پیدا کیے جائیں۔ یعنی ہم کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑیں۔ اور تکمیل کیلئے خدا کی طرف

دیکھیں۔ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ درود شریف میں تو ہم خدا کی ملتی ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو۔ مگر ہمارے روزمرہ کے افعال معاذ اللہ آپ کے لئے باعث ننگ ہوں۔ یہ دُعا نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مضحکہ اور مذاق کرنا ہے۔ شاعت اسلام کے سوال کو چھوڑ دیا جائے۔ درود شریف تو اس لحاظ سے صلاح اخلاق کا بہترین ذریعہ تھا۔ اگر درخت اپنے پھل کی پھانسی جاتا ہے۔ اور کسی شخص کی تعلیم کی کامیابی کا بڑا بھاری ثبوت یہ ہوتا ہے۔ کہ اس معلم کے پیرو اس تعلیم پر عامل ہوں۔ تو محمد عربی کی رفعت ذکر اور آپ کی کامیابی کا ثبوت اس زمانہ میں ہمارے افعال کی ہونا چاہئے۔ تو پھر درود شریف پڑھنے سے پہلے ہیں صلاح اعمال کی فکر کرنی چاہئے اور گویا ہم اپنے کے قابل ہو جائیں۔ کہ جہاں تک صلاح اعمال میں ہم کی جو کچھ ہونا تھا۔ وہ تو ہم کر گزرے۔ آگے خدا کا کام ہے۔ اسی طرح لفظ ”صلی“ کے باقی معانی پر غور کرنے سے اور تشریحات بھی ہو سکتی ہیں۔ رہا یہ کہ خدا تعالیٰ نے درود شریف میں کامیابی کا ایک نمونہ جتنا ابرہیم کو پیش کیا ہے۔ اور ہم اُسے نصیب بنانے کے لئے مستوجب کیا ہے۔ دراصل اس کو مراد بھی وہی ہے۔ جو میں لکھ چکا ہوں۔ جناب ابرہیم کو جو برکت و رحمت کا وعدہ تھا۔ وہ اُس کی اولاد کے ذریعہ ہونا تھا۔ اگر جناب اسمعیل بھی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی باغ کے ایک ٹکڑے ہیں۔ تو جس قدر اسلام کی اُمت ہوگی۔ وہ اُسی برکت کی افزائش ہے۔ جو جناب ابرہیم کو عطا ہوئی۔ جناب ابرہیم اپنی اولاد کیلئے برکت کی دُعا مانگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُس دُعا کو منظور فرماتے ہیں۔ اور حضرت نبی کریم اپنے آپ کو ابرہیم کی دُعا عطا کر رہے ہیں۔ ہم درود شریف میں اُن کی دُعا کو اس کا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ کہ تو نے جس طرح جناب ابرہیم کو برکت کا وعدہ کیا تھا۔ اُس کی اجراء جناب اسمعیل کی اولاد کو ہوتی ہے۔ اس برکت کے آج ہم وارث ہیں۔ لہذا ہم میں وہ توفیق پیدا کر دے۔ کہ جس کے ذریعے ہم اس برکت کے وارث ہو جائیں۔ جو تو نے جناب ابرہیم کو عطا فرمائی۔ آپ کی اسرائیلی نسل تو باغِ رُوحانیت سے کٹ چکی ہیں۔ سرِ شاخِ دریدہ وعدہ کردہ برکت جاری ہو سکا۔ لہذا آنحضرت کی دُعا آپ کو جس کے نام لیا آج ہم ہیں +

امامت فی الاسلام

مکرم مدیر صاحب بار مدینہ - السلام علیکم

عنوان بالا پر جو میں نے خیالات ظاہر کئے۔ اس سے آپ کے اختلافات کر کے سوال بالا پر مزید غور کرنے کے لئے مجھے ارشاد فرمایا ہے +

اقتدارِ امام کے متعلق جو میں نے اپنا مسلک لکھا کہ میں کسی کفر یا بدعت کے سوا ہر اہل قبلہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں۔ خواہ وہ کسی نام تھا و زکوۃ کی تعلق رکھتا ہو۔ کیونکہ میرے نزدیک اسلام میں کوئی فرق نہیں۔ میں نے اس مسلک کو فرتی خصوصیت سمجھ کر اختیار نہیں کیا۔ نہ میرے علم و عقین میں کسی فرق نے اقتدار نماز کو اپنی خصوصیت میں شامل کیا ہے اس طریق عمل نے تو میرے لئے میدان کو بہت زیادہ وسیع کر دیا ہوا ہے۔ میں ہر ایک غیر احمدی حنفی کے پیچھے بلا تامل نماز ادا کر لیتا ہوں۔ کیونکہ حضرت امام ہمام علیہ السلام کا حنفی پیر کسی اہل قبلہ کا کفر نہیں ہو سکتا۔ یہی صلت شافعی۔ مالکی اور حنبلی صحابی کی۔ ایسا ہی کثرت سے اہل حدیث میرے علم میں کلمہ گو کے کفر نہیں ہوتے۔ لہذا میرے طریق عمل نے تو اقتدار نماز میں مجھے بہت وسعت دے رکھی ہے۔

اور میں نے عملاً ایسا ہی پایا +

میں نے عرض کیا ہے۔ رہبرِ امت کوئی فرتی خصوصیت کی بنا پر نہیں نماز کی ادائیگی جس اطمینان قلب چاہتی ہے اسے میں اپنے اندر کسی کفر کی اقتدار میں نہیں پاتا۔ طاعتِ قلب کے سوتے ہوئے نماز کا ادا کرنا میری کفر کا باہر ہے۔ بالمقابل میں اتنا دیکھ اقلب نہیں کسی کلمہ گو کے کفر کو دیکھ کر خوش ہو جاؤں میں تکفیر کے فعل کو ایک کلمہ فعل سمجھتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرے اپنے اقلب بھی مجھ میں طبعاً اس قسم کی کراہت پیدا کرتے ہیں۔ یہ تو ممانعت غیر مسلموں کو اسلام میں اقل کرنے کی فکر میں ہے۔ تو آپ خود غور کر سکتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کا فعل جو کلمہ گو کو اس دائرہ کی نکات کی۔ میرے لئے کہاں تک باعثِ راحت قلب ہو سکتا ہے۔ ان حالات میں میں نہیں سمجھتا کہ میں کس طرح کسی کفر کے پیچھے نماز پڑھوں۔ میں نے سوال پر کسی شرعی پہلو پر بحث نہیں کی۔ میں نے اپنی کیفیت قلب کو بیان کیا ہے۔ جس کیلئے میں مجبور ہوں +

بد قسمی کریں پھر رہیں لبتہ ہوں۔ کوئی دس جہت سے نئی قسم کی تکالیف مجھے پکڑا ہوا ہے۔ کوئی دودن سے اتفاق ہوا۔ تو یہ بدعتیں لکھیں۔ آپ کے صحیفے کے دیکھنے والوں کو ہندو، عاقل، کمری صحت کے لڑکے عاری۔ والسلام

خواجہ کمال الدین

اگست ۱۹۳۱ء مانسیرا

در کلیسا ابنِ آدم را ابدار آوختند

لیفٹ - ایل - سی کے قد حقیقت رقم سے

میں نے اسلامک ریویو کے کسی سابقہ شمارے میں لکھا تھا کہ میں آئندہ کسی اشاعت میں اس حقیقت کو الم نشرح کرونگا کہ کس طرح نور ربانی نے مجھے ظلمات سے نجات بخشی۔ اور کس انداز سے صداقت نے مجھے قریب دیر سے مابون و مصنون رکھا۔ میں علی وجہ البعیرت کہتا ہوں کہ یہ دینی اُس مشہور عجازی زبان کی مسلسل اور پیہم تفسیر و تفسیل کا خوشگوار افریقہ تھا کہ طلب کرو گئے تو بالو گئے۔ تو گو ہر مراد کو حاصل کرو گئے بھٹکھٹاؤ گئے تو دروازے کو کھولا جائیگا۔ یہ زمین اس لحاظ سے زیادہ تر دیکھنے والوں کے لیے عجیب و غریب تھی جس کی تلاش تھی مجھے اس کا سراغ مل گیا۔ بلکہ جاذبِ نظر وہ غیر متوقعہ وہ تعجبناک اطرین ہے کہ جس نے حق کی راہیں مجھ پر کھول دیں۔

نور کے دین کا مجھے پوچھنے والے کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

آپ جی

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیشا نتیجہ کو دیکھ کر پتہ چلے کہ غروبِ تر بنانے والے واقعات حیرت کو قلمبند کر دوں۔

میں ہندوستان زادہ ہوں۔ میرے ماں باپ انگریز ہیں۔ میں اُس وقت پرسیہ اٹھوا۔ جب میرا باپ ہندوستان میں سرکاری ملازم تھا۔ مجھے یہ عظیم الشان فخر اور سعادت حاصل ہو کہ میں نے اکیس سال تک ہندوستان کے طول و عرض کی سیاحت کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے سفر کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا اور میں ایک وقت میں چند ہفتوں سے زیادہ کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرا۔ یہ ہے کہ ان سیاحتوں نے مجھے ہر حیثیت اور ہر قسَم کے انسانوں کو ملاقات

کاشت بخشنا۔ میں پوجنیہ برائہمنوں سے ملا اور اچھوتوں سے ملا۔ مختصر یہ کہ مجھے ان حضرات سے نیاز حاصل ہوا۔ جو اختلافات قوم۔ مذہب اور رنگ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے اتنے الگ واقع ہوئے ہیں۔ جتنا کہ قطب شمالی قطب جنوبی سے متفاوت ہے۔ میں اپنی سیاحتوں اور ملاقاتوں کے باعث ہندوستان اور اہل ہند کے باب میں بہ وثوق غامہ فرسائی کرنے کا جائز حق رکھتا ہوں۔ جب میں صوبہ مدراس میں تھا۔ جہاں میں زیادہ عرصہ مقیم رہا۔ تو میں نے وقتاً فوقتاً متعدد دیہات کی سیر کی۔ دیہاتیوں نے بڑی گرجوشتی اور محبت دلی سے میرا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے ہمانداری کی حد کردی۔ میں جس مقام سے بھی واپس آیا۔ اپنی مرضی اور حسب ضرورت واپس آیا۔ دہے میرے میزبان ایسے تھے۔ کہ ان کی زیادہ خوشی مجھے الوداع کہنے کی بجائے میری خاطر مدارات میں تھی۔ میں صرف ایک مقام پر ہفتوں مقیم رہا۔ مجھے وہاں کے باغات میں آزادانہ سیر کرنے اور ان پھلوں سے جن سے وہاں کے درخت لہے ہوئے تھے۔ اپنے کام و دہن کی تواضع کرنے کی عام اجازت تھی۔ میں ان کی زبانوں میں اپنے خیالات کو ظاہر کرنے پر پورے طور پر قادر تھا۔ اس نعمت نے مجھے ان کے دلوں کے مطالعہ کرنے کا زریعہ موفقہ بخشنا۔ اور ان سادہ لوح دوستوں کی باتوں اور مہربانیوں نے میرے دل کی گہرائیوں میں اپنی محبتوں کے دریا بہا دیئے۔ ان کی سادگی۔ صداقت کیشی سہل و گفتگو۔ ایمان اور پیار نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا۔ ان کا اخلاص۔ نمودے سے گریز ایسی خوبیاں تھیں۔ کہ کوئی شخص ان کا اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں ان انسانوں کو فطرت کے پہلو ٹھے نرند تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ لوگ فطرت کی گود میں کھیل رہے تھے۔ اور صاحب بہادر والی تہذیب کے اثرات سے نا آشنا تھے۔ ہم۔ یہاں تہذیب حاضرہ سے کالے کوسوں دور تھے۔ ہوتے ہوئے میں پنجاب میں آیا ہر مقام کی یاد میں لڑل پر کسرت پاتا ہوں۔ یہ یاد میری زندگی کا سرمایہ ہے میں نے

دہلی۔ کانپور۔ لکھنؤ اور لاہور کی سیر کی نہیں راولپنڈی گیا۔ افسوس ہر کس میں ان مقامات کی بولیوں کو آگاہ نہ تھا۔ اور میں جن زبانوں کو خوب سمجھتا تھا وہ میرے گریہاں کسی مصرت کی نہ تھیں۔ میں پندرہ سال کا فوجی تھا۔ جب مجھے تلاش معاش میں اپنے والد کے گھر سے فرصت مل گئی براہ کلکتہ راولپنڈی جانا پڑا۔ جہاز اور ریل کے سفر میں میرے فوجی صرف ہوئے۔ اس تمام سفر میں مجھے ایسے ہی شخص سے ملنے کا موقع ملا جن کی زبانیں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف۔ رسم و رواج یکسر متباہن تھے۔ تاہم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو میرے ساتھ کسی لحاظ سے ناشائستگی کو پیش آیا ہو۔ بلکہ میں ان کامنٹوں ہوں۔ کہ انہوں نے میری نسبت اعلیٰ درجہ کی محبت اور مروت کا سلوک کیا۔ اور یہ کہ ان کی عنایت کسی معاذ فیہا میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کے تصور سے بھی پاک تھی +

فوجیوں سے ملاقات

مجھے یاد ہے کہ پنجابی رسالہ کی ایک جماعت بمقام سہارنپور ٹرین میں سوار ہوئی۔ جو لوگ میرے کمرے میں تھے۔ مجھ سے بغلیں ہوئے۔ ان میں ہر ایک یہ مقابلہ کر رہا تھا۔ کہ مجھے اسکے باعث زیادہ آرام میسر ہو۔ وہ مجھ سے کہہ پہنچانے کیلئے مضطرب ہوئے تھے۔ ان کی سپاہیانہ گفتگو۔ خوبیانہ بولی میری آزادی میں غل نہ ہوئی میں ان کی زبان سمجھنے سے قاصر تھا لیکن ان کی حرکات و سکنات ان کے پُر خلقت اعمال ان کے جذبات کا فوٹو ایسی خوبصورتی سے کھینچ رہے تھے۔ کہ نہ قلم اس کو عیاں کر سکتا ہے اور نہ زبان ان کی ترجمانی کا حق ادا کر سکتی ہے۔ یہ عجیب و غریب قسم کے انسان تھے ان میں ہر ایک بلند قامت (۶ فٹ) مضبوط اور قوی ہیکل فوجی تھا۔ جب میں اپنی منزل مقصود پر پہنچا۔ یہ فوجی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اس لئے کہ میٹروں پر چڑھنا۔ اس قدر شدید الاثر تھا۔ کہ ایسا تباہ کن خطرہ ملک کے اس حصہ کو کبھی بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ کسی ایک۔ اموات ہو چکی تھیں۔ اور لوگوں پر موت کا خوف طاری تھا۔ میں نے چہاہ کے عرصہ میں اپنے آپ کو بمبئی میں دیکھا۔ یہاں کورن کی راہ لی اور گلشن ان کی طرف روانہ ہوا +

بوستان انگلستان

میں نے سہل پہنچ کر یہ ملاحظہ کیا۔ کہ انگلستان میں نئی دنیا آباد ہے۔ جب میں یہاں جو میرا گھر ہے۔ گھر تھا اور گھر رہیگا۔ پہلے پہل رخصت ہوا۔ اس کا رنگ اور تھا اس وقت اس کی ہیئت اور تھی۔ میں نے دو دفعہ پہلے سمندر کی طرف چل دینا کا غم کیا تھا۔ مگر میں اپنے اردو میں بڑی طرح مایوس رہا۔ اس لئے میں انگلستان کی خاطر فوج میں شامل ہو گیا۔ جب اتوار کو سچ کے گھر گئے وقت بندر گاہ سے مجھے انگلستان دکھائی دیا۔ گرجے کا گھڑیال سنائی دیا۔ جو میری آمد کی خوشخبری سنار ہا تھا۔ کیا کہوں کہ یہ جنتِ نظیر منظر۔ اور یہ زرد و سبز گولہ نظر کیا تھا۔ یوں سمجھئے کہ اسے گڑوں کی باسکٹاب۔ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث سز دل داند و بس زبان دلبازں محرم نباشند

عود الے المقصود

اس محمد مقرر ضہ یا آپ بیتی کے بعد میں بار بار یہ اس راز کو بیان کرتا ہوں۔ کہ کس طرح مجھے نور سہری اور صداقت ربانی کی نعمت ملی از دانی ہوئی۔ مجھے مدت سے یہ بات کھٹکتی تھی۔ کہ کلیسا کی تعلیم کردہ عیسائیت یسینزم (صنم پرستی) کی مختلف اشکال پر مبنی ہے۔ اس کے عقاید اساسی اس سے مانع اور مشاہدہ معلوم ہوتے ہیں۔ کنواری مریم۔ کفارہ صلیب۔ مسیح۔ مردوں سے جی اٹھنا۔ احیک سوئی وغیرہ عقاید اسی کے عکس۔ اسے ثنائی ہیں۔ عیسائی قیس (پر لیسٹ) یا "پیشوا" ایک متبائن نے الذات مطلق ہے عہد نامہ عتیق کے نمونہ کی پیش کردہ دلائل۔ براہین۔ غم و موثیق۔ اور پیشگوئیوں کے باوجود جن کے رو سے کفارہ کو ایک سچی حقیقت ثابت کیا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ کہ خداوند کریم کو کدوڑا اسبک آدم کے انکنت جرائم و معاصی کے کفارہ کے لئے کسب معصوم کو قربان کر دینے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر کفارہ بالفرض محال ایک صحیح عقیدہ ہے۔ تو اس دعوے کو کوئی

دلیل نہیں بٹھلا سکتی۔ کہ جن کے لئے کھانا دیا گیا۔ انہیں کھلی اجازت ہے۔ کہ جو چاہیں کھائیں پیئیں اور عیش اڑائیں۔ اور اگر یہ گناہ مجازی رنگ میں باصطلاح منکرین کیسا وہ کھیل ہیں جو صلیب میں ٹھونکنے گئے ہیں۔ اور اگر تفرغہ ایک دفعہ ادا کیا جا چکا ہے۔ تو پھر مزید اقساط کا مطالبہ کرنا نہ صرف غیر معقول اور ناممکن الحصول شے ہے۔ بلکہ اس کی اصلیت تحصیل حاصل کی زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ ایسے ہی حلال۔ ادمتار۔ تحسیم اور تثلیث کو بھی گونا گوں دلائل کی پنا پر ماننے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ پادریت نے کیا گل کھلائے اور کیسے کانٹے بکھرے ہیں۔ ہر طالب کا فرض ہے۔ کہ ان القدمات کو پیش نظر رکھے جو انگلیکن۔ رومن کیتھولک۔ یا دیگر کسی شاخ کلیسیا کی صورت میں جملہ پذیر ہوئے۔ تنازعات۔ مجادلانہ مناقشات۔ حسد و نفقہ۔ قانون شکنیاں۔ بے اصولیاں۔ رقابتیں افتراق۔ اشتقاق۔ بے راہ روی۔ وسوسوں و توہمتا اس کا نتیجہ ہیں۔ رُوحانیت سوز رسوم اور لائسنی عبادتیں جن کے بغیر پادریت کے نزدیک خدا خوش نہیں ہو سکتا۔ نماز قبول نہیں ہو سکتی۔ میرے دل کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ مسیح کے خون اور گوشت کا شراب اور روٹی کی ہیئت میں تبدیل ہو جانے کا نظریہ جسے سرخوہ خاطر نہیں معلوم ہوتا۔ کلیسیائے انگلستان کی اس شاخ نے جو اپنے آپ کو انیگلو کیتھولک کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ پڑوسٹوں پر ایسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں۔ کہ طبیعت کو ان کا تصور بھی ناگوار دکھائی دیتا ہے۔ حال ہی میں کنٹربری کے اسقف اعظم فلسطین گئے۔ تاکہ وہاں ایک مجلس پورا درمنقد کریں۔ اور اس امر کی تحقیقات کریں۔ کہ کس طرح اس چیز کو جسے سینٹ پال عقیدہ مسیح سے تعبیر کرتا ہے۔ اختلاف الاحزاب یا فرقہ بازی کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے +

ووکنگ کا آوازہ توجید

۱۲ ماہ حال کا ذکر ہے۔ کہ اتوار کی ایک ہنگامہ خیز دوپہر کو جب مجھے کوئی کام

نہیں تھا۔ میں اپنے خندان سے ملاقات کیلئے چل نکلا۔ ہم ملک کے صرف اس حصہ تک آئے تھے۔ کہ دو کنگ کی مسجد پر نظر پڑی۔ نظارہ باصرہ افروز تھا۔ ایک شیعہ مسلمان نے جس سے آئندہ چل کر میرا تعارف ہو گیا۔ اور جس کی عقیدت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ اور جسے میں اگر اجازت ہو تو اکثر حسب کہنا چاہتا ہوں مجھے کمال محبت اور مسخو رکن احسناق سے مسجد کا اندر و بی حصہ دکھلایا۔ اور میرے متعدد سوالات کے جوابات دیئے۔ آپ ہندوستان گئے ہوئے ہیں۔ اور میری دعا ہے کہ

بِسْمِ رَقِنتِ مُبَارِکِیادِ بسلامتِ رومی و باز آئی
آپنے ہیں دوہر کے بعد جو لیچر امام مسجد حب قبول دیا کہ ہے۔ اُسے سننے کے لئے مدعو کیا۔ ہم نے اس دعوت کو قبول کیا۔ لیکن ہمارا یہ قبول کرنا اس غرض سے نہ تھا۔ کہ ہمیں کوئی عجیب یا دلچسپ سُننا مطلوب تھا۔ یا یہ کہ ہم کل جسدِ لذیذ کے ماتحت کسی جدت کے جویاں تھے۔ ہمارا مدعا یہ تھا۔ کہ اسلام کا پیام امام دو کنگ کی زبان سے سنیں۔

بشنو احکام محمدؐ از خدامِ نبیؐ غایاں آشفتہ تر گویند ایں قنادرا
امام نے قرآن اس زبان میں پڑھا جس میں وہ نازل ہوا۔ اور پھر اس کا ترجمہ کیا۔ آیت کا مضمون رالیا المین کی جملہ غیر بوبیت اور بنی آدم کی اخوت پر مبنی تھا ایمان بوا کے اسلام یا دیت یا براہمنیت کا مرادف تصور کرتا ہے اسلام کا پیش کردہ خدا رب العالمین ہے۔ جس سے فرقہ کارب ہمیں اسلام اس امر کا قائل نہیں کیا انسان فطرۃً گنہگار۔ یا معصیت انسان کی جبلت میں داخل کر اسلام کسی منہجی کا معترف نہیں مختصر یہ کہ متعدد ملاقاتوں اور ملاقات کے جوابات کے بعد میں اس حقیقت سے آگاہ ہو گیا کہ میں اس وقت تک عملی اعتبار سے ایک مسلم کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اگرچہ میں واقف نہ تھا کہ میں ایسا ہوں یا نہیں محسوس کیا۔ کہ جس ملک میں آکر وہ مسلمان آباد ہیں۔ اور جہاں میں نے وہ سال بسر کئے ہیں میرا مذہب وہی ہے۔ جو ان کا ہے۔ میں یہ سمجھا۔ کہ خدا نے مجھے اس

راز سے آشنا کر کے اس چھوٹی سی مسلم جماعت کو آسمان سے فرشتوں کی صورت میں مسجد و کنگ میں نازل کر دیا ہے۔ میرے دل میں ان حقائق نے بیحد اثر کیا۔ کہ اسلام کی بنیاد توحید کی مستحکم چٹان پر ہے۔ اسلام بخلاف عیسائیت کسی ہستی کو خدا کا بیٹا نہ کہہ کر نہیں پکارتا۔ بلکہ خالص اور پاک توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ فاطر کائنات علیم نہیر۔ خالق کل شئی۔ اور وہی ہمارا محبوب و مہربان ہے۔ اسی کی عبادت کی ہدایت یسوع مسیح نے فرمائی ہے۔

ان عظیم الشان صد اقتوں کے مقابلے میں پادریٹ یا قیسیت ایک برابر ایک دھوکا اور رب العزت کی شان میں ایک گستاخی کا حکم رکھتی ہے۔

یوم آخر پر ایمان

میں نے یوم آخر پر ایمان لانے کے فلسفہ کو ہمیشہ ہی کھلے دل سے قبول کیا ہے۔ البتہ میرے اس تصور میں سوفسطائیت کا ثائب ضرور شامل ہے۔ میں تیس سترے سکول کے ایام میں جو غلط تعلیم حاصل کی۔ اس نے میرے دل کو اس طرح مقفل کیا۔ کہ یوم آخر کے عقیدہ کے باب میں ہمیں کوئی جگہ نہ رہی۔ انجیل کے چند ایسے فقرات جن کو میرے معلموں نے میرے لوح دل پر کا نقش نئے الحجر کرنے کی کوشش کی انہوں نے مجھے وحشت اور خوف سے بھر پور کر دیا۔ مثلاً یہ فقرات کہ وہاں کی آگ بجھنے والی نہیں وہاں ہمیشہ ہی رہتا۔ چیختا چلاتا اور دانت پینتا ہوگا۔ میرے دل پہ بید خوف طاری کر نیا لے ہوئے۔ اس ابدی انجام پر میں نے بہت غور کیا۔ عالم طفولیت میں مجھ ان کا آخر بہتر معلوم ہوا۔ آگے چل کر مجھے یہ ایک خواب معلوم ہوا۔ اور میں سترے سکول کی تعلیم کو قابل نفرت تصور کرنے لگ گیا۔ یہ دن رات کا عذاب ہر وقت کا عذاب یہ کبھی نہ ختم ہونے والا عذاب ایک سخت ہولناک شے ہے۔ کہیں سوچتا رہا کہ کیا یہ کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔ میں نے ایک دفعہ یہ سوال اپنے استاد سے کیا۔ اس نے فرمایا۔ اور بڑے زور سے فرمایا۔ اور اس انداز میں فرمایا۔ جیسے کوئی اپنے عقیدہ

کہ کامل صفائی اور جوش سے بیان کرتا ہے۔ کہ نہیں۔ یہ عذاب ابدی ہے۔ اکی
 انتہا نہیں۔ اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہو گا۔ اور یہ کہ اس حقیقت کو مسیح نے
 مثالوں کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ میں نے کہا۔ مثال کچھ جی کیوں نہ ہو
 آخر مثال ہے۔ اسلام کا عقیدہ ہوم آخر میرے دل کی پس من بھائیو الا شابت
 ہوا میں نے اپنی سپا ہیا نہ زندگی میں جب کبھی سخت پس کے بعد ٹھنڈا
 پانی پیا ہے تو جو اثر اس سے میری طبیعت پر ہوا۔ اس عقیدہ کا اثر بھی وہی
 اسی تھا۔ نہ وہاں شعلہ زن تنور ہیں۔ نہ ناقابل انقطاع ابدی عذاب۔ نہ کلیسا
 کی تجویز کردہ طبی اذیتیں ہیں۔ بلکہ وہاں صرف چند فطری قوانین کے اثرات عمل پیر
 ہیں۔ پتے ہی اعمال کی اشکال ہیں۔ اس میں اس خصوص میں اسلام نے عقیدہ
 کو بلا تامل تسلیم کرتا ہوں۔ کلیسا کا عقیدہ خلاف عقل اور خلاف منطق ہے
 مزید برآں عقلی اور منطقی اعتبار سے یہ عقیدہ کفارہ سے گھلیتہ متبائن متناقض
 ہے۔ جس پر عیسائیت کی مبنی قائم ہے +

اسلام اور مسیح علیہ السلام

اسلام میں حضرت مسیح کا دیا ہی احترام ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ دیگر مرسلین اور انبیاء
 کو محترم و معظم بیان کیا گیا ہے۔ اسلام مسیح کی محبت سمجھتا ہے۔ اسلام تمام نبیوں کو
 محبوب ٹھہراتا ہے۔ لیکن میں حیران ہوں۔ کہ جس کی طرف مندرجہ ذیل قول
 منسوب کیا جاتا ہے۔ اُسے کیا تصور کیا جائے :-

”نور دیوں کیلئے بھٹ موجود ہیں۔ طیارے کے گھوٹے ہیں۔ نیلین ابن آدم کے پاس
 سر بٹھپانے کو ٹھکانہ نہیں۔ ہاں میں خوش ہوں اور بچہ خوش ہوں۔ کہ مسیح سے محبت
 کرنا بتایا جاتا ہے لیکن اس کا صرف احترام کرنا کافی ہے۔ اسکی محبت پیدا کرنی چاہئے +

اسلام علیکم

میں نے دیکھا۔ کہ مسجد شاہجاں میں ہر ایک شخص کا بلا اختلاف مذہب۔ رنگ۔
 نسل۔ قوم۔ فرقہ۔ حیثیت پوری محبت۔ کامل گرمجوشی اور فراخوصلی کی خیمہ قدم

کیا جاتا ہے۔ اس وسعت قلبی پر تپاک مہانداری نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ سرسار جنگ ”میو ریل ہاؤس“ کا دوسرا ہر شخص کیلئے کھلا ہوا ہے۔ جو وہاں کی مہانداری متبول کرنے کو طیارہ ہو۔ اس مقام میں اخوت انسانی زندہ اور متحرک میکر کی ہیئت میں جلوہ فگن ہے۔ یہاں نہ تصنع ہے نہ ہنگامہ آرائی۔ نہ کسی رسم کی پابندی کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہاں کا دستور یہ ہے کہ آپ ہمیں جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی خیال کریں۔ اس جگہ برادرانہ محبت اپنی پوری شانِ خلوص سے ضیاء پذیر ہے میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اتوار کی ہر دو پہر اور شام یہاں گزاریں۔ کیونکہ میں اس مقام کے نظارہ (اخلاق، اسلام سے بے حد شاد کام اور خائز المرام ہوتا ہوں) میں آخر میں اسلامک ریویو کے مدیر اور تمام ادارہ کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اپنے زریں صفحات میری اس تحریر کی نذر کر دینے کو ارادہ کر لیا اور میں انہیں پڑھتے ہی دل سے اسلام علیکم کہتا ہوں۔ جس کا درس انہوں نے مجھے دو گنگ مسجد میں دیا +

اسلام کی منزل مقصود

{ اس تفصیل آئینِ مضمون کی تصریحات از بس جاذبِ التفات ہیں۔ اس کے راقم ایک غیر مسلم فاضل ہیں۔ }
 { آپ چاہتے ہیں کہ سرِ دست آپ کا ایم گرامی ظاہر کیا جائے۔ ایڈیٹر }
 اس وقت دنیا میں تین اہلئے نظام ہائے سیاسی۔ مذہبی و اخلاقی علی الترتیب اپنے اثرات سے خیالات میں انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ انہیں تہذیبِ مغرب۔ کیونکہ نظم (استقامت) اور اسلام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں اسلام اپنے ان دو حریفوں کی اثر آفرینی کو بنگاہِ غور و فکر دیکھ رہا ہے۔ اس لئے کہ زمانے کے رجحانات طبعی کو اپنے اثر سے متاثر کرنے کا کام اسلام ہی سر انجام دے سکتا ہے۔ سب سے پہلے مغربی تہذیب کو لیجئے۔ مغربی تہذیب علوم و فنونِ حاضرہ کی عام ترویج اور اہل مغرب کے جذبات و ذوق کی

ہیں منت ہے۔ یہ تہذیب ۱۴۰۰ء میں اپنے عروج کے اقلتائی عروج پر پہنچ کر آج روزِ زوال پر۔ ۱۴۰۰ء کے قیامت خیز ایام میں اگرچہ اقوامِ مغرب عیسائیت کی کم و بیش معتقد تھیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ اس کا ان اقوام کے مہرجانات طبعی رقطاع کوئی اثر نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وطنیت و قومیت کے غاصبانہ جذبات اور تاجرانہ رقابت کے طمع آلود احساسات کو ایک دوسرے کے خلاف اپنی قوت آزمائی کا پورا موقع ملا۔ اس کی وجہ سے ایک قیامت خیز جنگ چھڑ گئی جس نے تہذیبِ مغرب کی ہلاکت و تباہی کی کوئی کسر اٹھانہ رکھی سلطنتیں ٹٹ گئیں۔ اُن محنت خزانہ ہا دولت و ثروت تباہ و برباد ہو گئے۔ لیکن اس کی تباہ کاری صرت انہی اشیاء تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اس نے خیالات کی سلطنت اور تسلیم تہذیب کو درہم برہم کر ڈالا۔ ان برباد کن عناصر کے ہاتھوں آج یورپ کی حالت یہ ہے۔ کہ

ہو مخالف و مشب نار و برق طوقاں خیز گستہ لنگر کشتی و ناخذ اخفیت

یورپ کے ہر گوشہ میں اضطراب برپا ہے۔ عدم اعتمادی۔ اور عام بچینی کا دور دورہ ہے تجارت کی کساد بازاری ہے۔ اور یہ خطرہ عام ہے۔ کہ اگر حالات نہ بدلے تو ایسے عمارتِ عظیمہ کا چھڑ جانا یقینی ہے۔ جس کے سامنے پچھلی جنگ سرد ہو کر رہ جائیگی +

روس کا بیج سالہ لائحہ عمل

یورپ کے متفق پر پایہ کہ مغربی اقوام کے پراز کینہہ اضطراب سنیہ پر روس کے پنجسالہ لائحہ عمل کا بوس سوار ہے پراسرار۔ اور بزرگ قوت روس کے مستزکرہ پروگرام کی کامیابی کیلئے کھوکھلے نفوس پرلے مہیے کی جانکاری میں مبتلا ہیں۔ اس سکیم کی کال کامیابی یا مجبوری کامیابی۔ اس کا اقتصادی ردِ عمل مغربی تہذیب کا تار و پود بھیر کر رکھ دیگا۔ اور اُن کی دھچکیاں فضائی آسمانی میں اڑتی ہوئی دکھائی دیگی۔ یورپ کی

جنگ کے لہجے کو سنا دے میں کیونرم (اشتمالیت) کی تولید ہوئی کیونرم صرف ایک بل نہیں بلکہ دنیا کی عظیم المثل سیاسی قوت تباہ ہو۔ کیونرم تہذیب مغربی اور عیسائیت کے خلاف روس کے جذبہ نفرت و بددلت کا جاذب التفات انگہار ہو۔ اس تحریک کے صرف چند نفوس کے دل دفاع میں جنم حاصل کیا لیکن آج یہ چیز سب سے زیادہ مہتم بالشان اور موثر طریق سیاسی عنصر کا حکم رکھتی ہو۔ زار کی حکومت کا تختہ اس نے الٹا دیا۔ اس کے بعد جو صوبائی حکومتیں برپا ہوئیں اس کا ٹھکانہ بھی اسی نے کیا۔ اس تحریک کے بانی روح رواں۔ یا اس کی کل کے پرزے صرف چند یودی تھے۔ آج ان یوڈ کا وجود بھی بالکل نابود ہے۔ اور ان کی جگہ ایسی اشتمالیت جلوہ فگن ہو۔ جو جس کی روایتی جذبات قومیت۔ وطنیت اور متشددانہ اور حکم کی حامل ہے زار روس کے مظالم کی جگہ زیادہ تر گھناؤنے مظالم نے لے لی ہو۔ اس اشتمالیت (کیونرم) کے اجزائے ترکیبی۔ روحانیت کشی۔ انسانیت کشی۔ مادیت اور دہریت کی صورت میں کار فرمایں۔ اس کار مجاہد خاطر انسانوں کو کھوکھلی کی شکل میں تبدیل کرنا ہو۔ جیسے گزشتہ زمانہ میں والے کیو اور میٹر اعظم نے عیسائیت اور تہذیب مغرب کو بستی روس میں بحیر و خل کیا۔ ایسے ہی آج جمہور میٹروپولیٹن روس اپنے ملک کے مذہب کو جلا وطن کر دینے کا عزم کئے ہوئے ہے اور ان کی تباہی میں کوشاں ہے۔

اشتمالیت کی جبر کوشی

جس ملک میں جابر تباہ تر جم نا آشنا اور تم کیش حکومت ہو۔ اس کی محبتو نابہ اور جابرانہ طاقت کے مقابلے میں رائے عامہ دم نہیں مار سکتی۔ بلکہ وہاں صحیح رائے عامہ کا پیدا ہو سکن محال ہو جیو یہ شورائیت روس کی جبر کوشی جنوں کی حد تک پہنچی ہوئی ہو۔ اس کو وہاں کی رائے عامہ مغرب اور مغرب ہے۔ ایک نظم و نسق نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے سبب خاص فوج متعین کر رکھی ہو۔ ان دستہ ہائے خصوصی نے عوام پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہو۔ ہر فوجی پکا کیو فٹ ہے۔ یہ فوجی صرف شہروں کا ہی انتظام نہیں کرتے۔ بلکہ تمام مقامات آمد و رفت۔ اور کاشتکاروں کے لشکر بھی انہی کا تسلط ہے۔ ان کا اقتدار ہمہ گیر ہو۔ انسانیت کے حق میں اشتمالیت کے لمبا و ماداروں کی روزا خروں قوت باعث فتنہ ہو۔ کل کاروں بڑا بڑا دست ہوگا۔ اس کا مسلک خالص دہریت ہوگا۔

روں کے زقبہ وحدودالجبہ پر غور کرو۔ اس کے زقبہ جات پولینڈ سے لے کر چین اور انڈیا سے لے کر آرکٹک تک مسحت پذیر ہیں۔ اس کے قدرتی ذرائع لانا تھا ہیں۔ اس کے خزانہ ہائے معدنیات ہیں۔ انکی پوتی خالی پڑی اور بن جتی اراضیت میں ترقیت کی غیر محدود گنجائش موجود ہے۔ انکی آبادی پورے دنیا میں بڑی تعداد میں ہے۔ انکی نگہ نظر اور طبیعت ایسے عناصر ہیں۔ جو جدید روں کی تعمیر میں کام آسکتے ہیں +

اسلام کا کام

اس وقت جبکہ آدمیت و انسانیت کا مستقبل ایسا تاریک اور مخدوش دکھائی دے رہا ہے۔ اسلام کیلئے موقع ہے۔ کہ اپنا نور پھیلائے۔ اور دنیا کے قوائے فکری پر اپنا تصرف جائے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت زوال پذیر ہے۔ ان میں انتشار و تفریق برپا ہے۔ ان میں صحیحہ قاعدین کا فتنہ ان ہے۔ ان کی بصارت و بصیرت میں پہلی سی دُور بینی نہیں ہے۔ ان میں اسلحہ اس ہے۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ عرب۔ ترکی۔ مصر اور ایران میں تسلیم کی گئی ہے۔ باایں ہمارے اسلام کے خمیر میں ایسی مہتم بالشان قوت موجود ہے۔ اس راہ میں الہی چنگاریاں بلی پڑی ہیں۔ جو تاریک دنیا کو مٹا کر سکتی ہیں۔ اسلام حیرت انگیز نشوونما حاصل کر سکتا۔ اور تمام اقوام کی نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس وقت اسلام کا کام یہی ہے۔ کہ دنیا کی رستگاری و مخلصی کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔

مسادات کا دین اور چین

چین میں کرور ہا باشندگان خدا آباد ہیں۔ ساکنان چین جتنی بڑے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ ان کی تعداد سو چھٹا ہیں۔ مگر اختلافات باہمی جانے جنگوں۔ ٹوٹ کھسوٹ اور جنگ جہال نے انکی زندگی اجیرن کر رکھی ہے چین کی تمام گجھلوں کو فقط اسلام کا ناخن تدبیر ہی سلجھا سکتا ہے۔ اور اسلام پر فتنہ چین دنیا کے عظمیٰ قوت کی بائبل کیلئے ایک کشیدہ حکم کا کام دے سکتا ہے چین میں دہلیت یا قومیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ چین کسی مرکزی حکومت سے عقیدت رکھنے کا قائل نہیں۔ اس کے انتشار کو اسلام کی اخوت۔ پاسادات کا دین ہی دُور کر سکتا ہے۔ اخوت اسلام کا نظریہ بے چین چین میں امن۔ اتحاد اور طمانیت پیدا کر سکتا ہے۔ آج عظیم الشان نظام ہائے کار۔ اور اعلیٰ پیمانوں پر کام کرنے کا وقت ہے۔ مسلمان دیوانہ منہ کی اشاعت کا خلیفہ گذشتہ زمانے کی مانند صرف شخصی مساعی تک محدود نہیں

رہنا چاہئے۔ جدوجہد کے غیر منقطع تسلسل اور منور الفکر جماعتوں کی بے حد ضرورت ہے اسلام میں اتنی قوت موجود ہے۔ کہ وہ چین کو اپنے ظل عافیت میں لینے کے کام میں ناکام ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ چین میں اشاعت اسلام کا ایک وسیع جال بچھا دیا جائے۔ اور جب مسلمانوں کی متحدہ و متفقہ مساعی سے وہاں ایک مسلم حکومت ارتقا پذیر ہوگی۔ تو یہ ایک برقی قوت ثابت ہوگی۔ جس کی لہر دنیا کے اسلام کی حیات جدید کی راہیں ہموار کر دیگی۔ اور مسلمان اس راز سے بار دیگر آگاہ ہو جائیں گے۔ کہ ان میں تسخیر عالم کی غیر محدود طاقت موجود ہے +

حصول تعلیم کی ضرورت

یہ امر اور عجیب حیرت انگیز ہے۔ کہ اسلام جس کے فوری اثرات کے ماتحت یورپ میں علم و فن کی بنیاد پڑی۔ آج اس کے کروڑ ہا نام لیاویسے ہیں۔ جو علوم کی ابجد سے بھی نا آشنا ہیں۔ اسلام کی عظمت کا سگہ بٹھانے کے لئے تحصیل علوم ہر مسلمان کا فرض ہے۔ علم کسی چیز ہے۔ لیکن فراست ایک عطیہ ہے۔ یہ عطیہ دولت اور طاقت کی طرح یا باعث جنت ہو سکتا ہے۔ یا باعث جہنم۔ کاہلی گناہ ہے ضرورت ہے۔ کہ ہر مسلم اپنی فراست۔ دولت اور قوت کا ہر ذرہ اسلام کو مخالف قوتوں سے مائون و مصئون نہ کھنے کے لئے صرف کرے۔ جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الامام کے ذریعہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کے دین کی حکومت قائم تھی ایسے مسلمان بھی اپنے ہادی کی راہوں پر گامزن ہو کر اپنی دولت اور قوت اور تنظیم سے اپنے مذہب کا تفوق ظاہر کر سکتے ہیں۔ چین کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے مسلمان اپنے لئے ایک عظیم الشان سیاسی امکان کا دروازہ کشادہ کر سکتے ہیں۔ روسی مرکزی ایشیا کے مسلمان ہو جانے سے کل سلافی اقوام کے تصورات تخیلات اور نہنیات کو توحید کے رنگ میں رنگا جاتا۔ آسان ہو جائیگا۔ اور ان کی سیاسی کے تصدیق میں ایک اتنی عظیم الشان جلیل القدر اور عظیم خلافت کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے۔ کہ جس کی گہرائی اور پستی نگاہ عالم کو خیرہ کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ

منزل صداقت کیلئے صراطِ مستقیم اسلام ہی ہے۔ اہم ترین چیز یا احساس ہے کہ دہریت مابہشتا لیت (کینوزم) کے پسہ کردہ خطرات و مناقشات کے باعث اسلام اور کفر میں ایک جنگ برپا ہے۔ اور اسلام کو مادی آلات حرب سے زیادہ مؤثر اور دُور رس آلات کے ذریعہ سے ہشتا لیت کو نیچا دکھانا ہے۔ جب تک دُنیا اسلام کا تفوق قبول نہ کرے۔ ایک ایسا سین اور ملی نظام قائم نہ ہو جائے۔ جو دوسروں کیلئے اُسوۂ حسنہ کا کام دے سکتا ہو۔ اور جس کی حدود کے اندر اپنا بے آدم ذات۔ رنگ اور عقیدہ کے امتیازات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اللہ کا جلالِ ظاہر کرتے ہوئے نئے حُجّت اور اخوت سے زندگی بسر کرنے کے قاب نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک فرزندِ انِ توحید کا فرض ہے۔ کہ متناظرہ جنگ کو برپا جاری رکھیں۔

ہفت کشور جس سے ہو۔ خیر بے تیغ و تفنگ
لے تغافل پیشہ تیرے پاس وہ سال بھی ہے

گوشوارہ و خرچِ میمنگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر میسنٹری ٹرورنگن سستان یا ماہ اگست ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	پان	آند	روپیہ	تفصیل حسیج	پان	آند	روپیہ	تفصیل آمد	پان	آند	روپیہ
آمریشن ریلووی و کتب خانہ درہنستان انگلستان	۵	۳	۵۶۵۷	چشمی ریلووی و کتب خانہ درہنستان انگلستان	۵	۱۰	۵۶۱۶	میزبان	۵	۱۰	۵۶۱۶
آمریشن ریلووی و کتب خانہ درہنستان انگلستان	۵	۸	۱۳۰۱								

دستخط: فاضل سکریٹری مدد گنگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر میسنٹری ٹرورنگن سستان یا ماہ اگست ۱۹۳۱ء

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن اینڈ لٹریچر میسنٹری ٹرورنگن سستان یا ماہ اگست ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر	پان	آند	روپیہ	تفصیل آمد	پان	آند	روپیہ	تفصیل آمد	پان	آند	روپیہ
۱۹۳۱ء	۱	۵	۳	۵۶۵۷	چشمی ریلووی و کتب خانہ درہنستان انگلستان	۵	۱۰	۵۶۱۶	میزبان	۵	۱۰	۵۶۱۶
۱۹۳۱ء	۲	۵	۸	۱۳۰۱								

نقشہ تفصیل از مسلم مشر و کنگد اندامک یو یو قریب در ہندوان انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء

[illegible]

نقشہ ۱ تفصیل آمدن و رفتہ دو گنگ مسلم مشن اینڈ ٹریڈریزی ٹرسٹ عزیز مندرل - لاہور

[illegible]

نقشہ تفصیل خرچہ و منگ مسلم مشن اینڈ لٹریچر ٹرسٹ ہندوستان انگلینڈ بابت ماہ۔ اگست ۱۹۳۱ء

تاریخ	جل نمبر	تفصیل	جل نمبر	آند	روپیہ
۱۵/۳	۳۹	مخواہ عمل لایو	۰	۶	۸۶۸
۳۰		امیر لیٹ دفتر لایو تفصیل دی :- محصول ڈاک خزانہ ۸۹-۱ تا ۱۸۷۷ رجسٹر ڈاک بھج میسر زبے۔ لی ایڈوائیٹ کو۔ ایک ایم۔ بابت سرکار لائبریری عسکام محمد زبیری بابت بندھوائی رجسٹر سلف اسلامک ریلوئی	۹	آند	روپیہ
			۰	۱۲	۵۱
			۰	۸	۶
			۰	۱۳	۶

نقشہ تفصیل خرچہ گنگ مسلم مشن اینڈ ٹریڈیٹ سٹوڈنٹوں انگلستان بابت اگست ۱۹۳۱ء

[illegible]

جنوبی کنگنٹن چین ان بلکنی کا حضرت نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بصیرت افروز سیکچر

سرکارِ دو عالم کے مخلص عاشق و مداح - نوجواں جنرل بلکنی کو روزہ ۱۹۳۱
بروز جمعرات - اتحادِ روحانیوں کے اجلاس میں بمقام کویت و لے جنوبی کنگنٹن
تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ جنرل موصوف نے رحمۃ اللعالمین کی سیرت
مطہرہ کو پیش کرنے کا اسے بہترین و سنہری موقع سمجھا فصیح و بلیغ تقریر کے دوران میں
آپ نے اس واقعی رفعتِ اہلِ طوافِ سامعین کی توبہ بند دل کی - جس کی طرف نسل
جاری ہو - ادبتلایا - کہ جہاں تک ہماری موجبِ سلی رہی ہیں - آئیو لے دانعشا
کی تنظیم جدیدیں ان سب کی تحقیق و تدوین ضروری ہے - اس آئیو لے عہدِ جدید کی آمد کا
پتہ بولستویک ایسی قیامت نیز دنیاہ کن تحریکات اور سرادیمو راج ایسے
روحانی ماہرینِ علمِ جدیدہ دے رہے ہیں - ان جگہوں پر ہونے والی حالات
کی اصلاح کسی ٹھوس و منہجی ہونی چرک کے سوا نہیں ہو سکتی - یہ بھی ہونی
تحریکِ اعظمِ اسلام ہی ہے +

آپ نے ظاہر فرمایا - کہ اتر حالت کو سمجھانے کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
اُسوۃ حسنہ پیش نظر رکھنا ازلیں ضروری ہے - مادیت کی گھٹا ٹوپ تاریکی
میں اس بادی راہ کو مشعل راہ بنانا ازلیں ضروری ہے - آپ کی تاریخی حیثیت آپ کا عالی نسب
ہونا - فطری تقسیم - دنیا کی مذہبی تاریخ میں تاریک ترین زمانہ میں آپ کی ولادت
و کرم و کرم کیلئے آپ کی مسلسل خلوت - مذہبی ریاضت - سچھی امورِ ظاہر کرتے ہیں
کہ آپ کے تمام روحانی مجاہدات منشاءِ ایزدی کے ماتحت ظہور پذیر ہوئے انھیں
محض انتفاع کے دین - پہلے درجے کی نادانی ہے +

روحانی نقطہ نگاہ سے آپ نے سامعین پر واضح فرمایا - کہ حضرت رسالت مآب

نبی کریم صلم کا خلوت میں ذکر و فکر اور ازیں قبیل دیگر مجاہدات طبقہ علیین پر فزہ کاٹھنے کی مساعی تھیں۔ اور بلا مشبہ وہ بھی اصول پر مبنی ہیں +

حضرت نبی کریم صلم نے تمام مخفی لغتوں اور ایذا رسانیوں کا جس جو انمردی کو مقابلہ کیا۔ اور جفتح و کامرانی آپ کو حاصل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ملوکی تائید حاصل تھی حضرت نبی کریم صلم کی زندگی کا وہ پہلو جس سے سپاہ گری اور قیادت ظاہر ہوتی ہے۔ جنل مقرر کے نزدیک زیادہ دلکش و دلربا ہے۔ عجز مقرر نے جو عجائبات پیش کیا۔ کہ کس طرح حضرت خواجہ دو جہاں صلم نے سود کی بیخ کنی فرمائی۔ اور کس طرح غلبہ دیوتا کے عین و غلبہ کو فرو کرنے کے وحشیانہ خیال کا آپ نے قلع قمع کیا۔ اور کس طرح آپ نے غور بھنکر کی بنیاد ڈالی۔ پھر جنل لیکچرار نے نہایت علمی طریقیانہ زبردست و متفہمی اثر والے خیالات کی توضیح فرمائی۔ جو مقررہ قاتحہ کی تین جہاں ہیں۔ پھر روائیں کے مسلمات کے مطابق پنچنگا نہ نماز کے ارتقا کی تشبیہ کی گئی۔ جنل مقرر نے تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر سامعین کو پُر زور استدعا کی کہ چونکہ عہد حاضر میں کفر و الحاد و زوروں پر ہے مہریت ماریت چاروں طرف ڈھیسے جمارہی ہے۔ تہذیب و تمدن و معاشرت حاضرہ کو ملہا میٹ کرنے کے مساویانہ خیالات کا استیلا کر۔ اسلئے ان تاریک حالات میں کبھی مشعل ہدایت کی اشد ضرورت ہے اور ضرورت عقدہ کو حضرت نبی کریم صلم کی سوانح حیات کا ایمان نظر مٹا لو ہی پورا کر سکتے ہیں +

اس پیکر کے بعد ان غلط فہمیوں و دروغ بانیوں کی بنا پر جو مغربی دنیا میں دائر و سائیں جنل مقرر نے مختلف سوالات کئے گئے۔ اور جنرل موصوف نے ایسی متنازعہ نگہ کی سوائے جو ابادیجے

خود پیروان نبوی کو عرقِ تجالہ میں شراہ کر دینا ہے۔ کارکنانِ مشن دو کنگ بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ جناب صدر کے استفسار اور جنرل موصوف و سامعین کی استدعا پر جناب ام صاحبہ کنگ نے روحانی مجاہدات و ریاضت پر خیریت تقریر فرمائی اور جب کو اس عملی قدم کی طرف متوجہ کیا جو مذہب اسلام نے انسانی سوانح کے اندر حقیقی میں راحت پیدا کرنے کے لئے اٹھایا +

آفتاب الدین۔ نائب امام مسجد و کنگ انگلستان

اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے سبب اور ان کے ازالہ کی صورت

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ماہ مئی ۱۹۳۱ء)

اسلام اور ممالک مغرب

اب موقع ہے کہ ہم ان حالات اور رجحانات کی طرف توجہ کریں جو اسلام کی ابتداء کے وقت یورپ کے مغربی ممالک میں پائے جاتے تھے۔

اس زمانہ میں روم اور یونان کے مذاہب قدیمہ اور دیگر متعدد مذاہب جو بحیرہ روم کے ارد گرد پائے جاتے تھے۔ سب اپنی قوت کھو چکے تھے۔ اور ان کی جگہ قیصر پرستی کا رواج ہو گیا تھا۔ سلطنت روم کا مذہب یہ تھا کہ حکومت کی پرستش کی جائے۔^۱ دوسرے مذاہب بھی موجود تھے مگر انھیں مجبوراً اس نئے مذہب کا تیر مقدم کرنا تھا۔ لیکن انہیں کہ قیصر پرستی کو انگوٹھوں کو، طینان نہ ہو سکا۔ مشرقی مذاہب اور انہام پرستی کے پیرو رومی سلطنت کے ہر گوشہ میں پھیل جاتے تھے۔ لیکن ان مذاہب میں یہ عقیدہ تھا کہ یہ سب غیر شرعیانہ تھے۔ تمہارا مذہب بیشک نسبتاً اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور اس کے خلاف کہی جاسکتی تھی کہ وہ رومنہ العبر کے نزدیک سلطنت ایران میں پیدا ہوا تھا۔ یہ کیفیت یہ مذہب ان رومیوں کے نزدیک ناقابل قبول تھا۔ جو یہ سمجھتے تھے کہ مذہب میں سمیائے کے علاوہ بھی کچھ پایا جاتا ہے۔ لیکن روحانیات کے لحاظ سے کوئی مذہب مسیحیت کا مد مقابل نہیں تھا۔ یہودیت قیصر پرستی کے ساتھ مفاہمت رکھتی تھی لیکن مسیحیت ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ جو مقابلہ ان دونوں میں ہوا ہمیں بظاہر بڑی قیصر پرستی کو حاصل تھی۔ لیکن وقت اور ضمیر یہ دو چیزیں مسیحیت کے تھیں قیصر پرستی تو خدا کی شان میں گستاخی اور کٹر گوئی کی مراد تھی۔ اس امر کے انبات میں سلطنت کے ہر گوشہ میں عیسائیوں نے خوشی خوشی موت گوارا کی۔ اور ہر جگہ شہیدوں کا خون گرجوں کی بنیاد قرار پایا۔ لیکن جب چوتھی صدی کے شروع میں مسیحیت بسمراقتدار ہوئی، تو وہ خود قیصر پرستی میں مستحکم ہو گئی۔ اب ہمیں وہ خصوص اور پاکیزگی باقی نہیں رہی تھی۔ جتنی سو سال پہلے

پائی جاتی تھی۔ اب ہمیں مادیت رسمیت اور دنیاوی امور کی آمیزش ہو گئی تھی۔ کانسٹنٹینولس کی صدر قسطنطنینہ کو چینے کا مطلب ہی تھا کہ اب مسیحیت میں بنیادی رنگ شامل ہو گیا تھا۔ پہلے اداری دھماکی گئی پھر تفریق اور اس کے بعد جو ردِ استنباد پر کرنا نہ ملے گی مسیحیت کا عظیم دستم صرف دیکھنا سب سے تک محدود نہ تھا بلکہ اہل بدعت اور مبت پرست یکساں سمجھے جاتے تھے۔ ہائی پشیا جو سکندر میں فلسفہ انطاطوں کا درس دیتی تھی نہ ہی مجوزوں کے ظلم و ستم کا شکار ہو گئی۔ لیکن اس سے قبل فرقہ اُمریمن اور فرقہ ڈائیسک دونوں کے خلاف مسیحیت کی توار نیام کر رکھی تھی۔ تمام سلطنت میں اہل بدعت کو کسی جگہ امن نصیب نہ تھا۔ لہذا اہل بیت لوگ ہجرت کر گئے۔ ایران میں فرقہ نصطوری پناہ گزین ہو گیا۔ اور ڈائیسک ازینڈ کے شمالی ساحل کی طرف چلے گئے۔ اور فرقہ ایرین ایک جنگجو قوم کا تہ نامی کے زیر سایہ چلا گیا۔ اور جہاں جہاں اہل بدعت رہ گئے یہاں تا شام اور مصر نوچو نکدہ لوگ خود غیر مطمئن تھے۔ سب سے دور فریقے جنوب میں بھی سطسے تھلاں ضربات پسپا کرتے رہتے تھے۔ لہذا جب عربوں نے ان ممالک پر حملہ کیا تو سپاہیوں نے تھلا کر کیا لیکن مایا عربوں کی مطیع ہو گئی۔ اور یہ تمام لوگ من کیتھولک مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے۔

اس کے بالمقابل قسطنطنیہ

کے مسیحی حکمران خبر گیریوں پر نہ صرف دلکشا تے تھے۔ بلکہ جبراً مسیحیت کے دائرہ میں بل کرتے تھے۔ آریزہ ایرسین کی فتوحات کا بھی ہی نتیجہ برآمد ہوا۔ فرقہ ایرین اور پانچین وغیرہ کے لوگ جو عرصہ دراز مسیحیوں کے ظلم و ستم کا شکار تھے ہلای حکومت میں امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھو کہ جن یہود نے بانی اسلام کو نکال لیت چنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا ان کی اولاد کو مسلمانوں نے اپنے من عافیت میں پناہ دی مسیحی ممالک میں انھیں ہر قسم کی تکلیف دینی تھی لیکن مسلمانوں نے ان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔

اسلامی اصول طلاق ہر فرد کے محیط اقتدار میں پس پس سما کر مزب میں ہی اسی طرح پھیلا جس طرح مشرق میں پھیلا تھا اپنی باطنی خلاق خوبیوں کے روبرو۔ نہ تو کسی مبت کی کوشش اور نہ کسی بادشاہ کی توجہ اسلام کی اشاعت کے لئے کار ہوئی۔ اگرچہ خلافت کے بعد مسلمانوں میں مونیادی حرص کی بنا پر جنگوں کا سلسلہ شروع

ہو گئی۔ لیکن ہمیں وہ غرور اور فخر شامل نہ تھا۔ جو مشرق میں نمایاں تھا۔ اس کے بلقابل پین کھٹا نے ان جنگوں میں جن کو دنیا مردِ صلیبی کے نام سے یاد کرتی ہے، کافق وحشت اور جہالت کا بڑا ہوا دیا۔ ڈاکٹر اکیو ہارٹ لکھتا ہے: مسیحیوں کیلئے اختلاف مذہب بیشک لڑائی کا سبب تھا۔ اور اور نہ صرف ازمنہ مظلم میں اور نہ صرف مذہبی مجنوں کے لئے اور یہ بات اس امر کا ظاہر ہے کہ انھیں اسلام کے خلاف ہنوز شکایت موجود ہے۔ کیونکہ ان کی نظروں میں مسیحیت ایک سیاسی عنصر تھا نہ کہ مذہبی۔ ناصرہ کا نبی آیا۔ اور اُس نے بنی نوع آدم کے ایک طبقہ کو جو کبیرہ کھیل کے ارد گرد آباد تھے مذہب کی تلقین کی۔ اور چلا گیا۔ لیکن اسکے مذہب کو بت پرست آدمی سلطنت نے اختیار کر لیا جس کا ابتدائی مذہب ہونا چاہتا تھا۔ اور سلطنت میں اس وجہ کی بڑی پھیلی۔ یعنی بہت جلد مسیح کے مذہب کو قدیمی مشرکانہ عقاید کے مطابق بنا لیا گیا۔ اور یہ بات سیاسی پروپاگنڈا کا ایک جزو تھی +

”اعلیٰ جذبات پر سمیت غالب آگئی۔ اور محبت علم، نرمی اور اطاعت خداوندی کھٹا اتیوالا مذہب جو رستم اور مردم آزادی تلقین کرنے والا مذہب نہ گیا۔ ازمنہ مظلم کے یہ کارکن طاقہ کے خواہاں تھے۔ لہذا انھوں نے ذاتی خیالات کو بانی مذہب سے منسوب کر دیا۔ اور ان کی کارروائیوں میں ان کا مقولہ یہ تھا کہ جو کوئی ایمان لائے گا وہ برباد ہو گا۔“ کلیسیاء کے کارکن ان لوگوں کو جو ان سے اتفاق رائے نہ کر سکتے تھے کافر بتانے لگے +

لیکن اسلام کی فوری کامیابی نے جو اسے سمیت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی مسیحوں کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے کیونکہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پس ان کی تعجب نہیں اگر ان لوگوں نے اسلام اور اسکے بانی کے خلاف غلط بیانیوں کو اپنا شعار بنایا۔ اپنے ممالک اور اس مذہب کو محفوظ رکھنے کیلئے جس کی بدولت انھیں اس قدر طاقت حاصل تھی۔ مسیحیوں نے اسلام کے خلاف قلمی اور زبانی جنگوں کا آغاز کر دیا۔ یہ تحریک ہنوز جاری ہے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ناپاک اور غلط باتیں شائع کر کے مسیحیوں کو اسلام کے خلاف نفرت پیدا کر دی۔ اور بڑی برائیت کے مادے کر کے آج تک یہ جو زہانت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے۔ کہ اسلام کے خلاف بیخمار کتا بن لکھی جا چکی ہیں صدیوں تک بقول سرای ڈی راس عیسائیوں کو اسلام کے متعلق جو کچھ معلومات تھیں وہ جنوبی عیسائیوں کی تحریرات پر مبنی تھیں۔ اور اس کی

وجہ کہ اسلام کے خلاف بہت کچھ غلط باتیں مشہور ہوئیں۔ اسلام کی خوبیوں کو کبیر نظر انداز کر دیا گیا۔ اور جو باتیں یورپ کی نظریں اچھی ہیں۔ وہ اسلام سے منسوب کر دی گئیں +
 علاوہ بی صدیوں تک یہ طریقہ رائج رہا کہ اسلام کی خوبیوں کو مسیحیت سے منسوب کیا گیا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ نظریہ یا مآخذ محققین کی تحقیقات سے مطابقت نہیں رکھتا اور آنحضرت صلیم کی بعثت کے وقت عرب میں مسیحیت کا جو حال تھا، اس کا ذکر تو جس قدر کم کیا جائے۔ اسی قدر اچھا ہے +

ایک نئی نوع لکھتا ہے:۔ "اسلام کے خلاف حقیقت باتیں وضع کی گئیں۔ یورپ نے سب کو دل جان کر قبول کر لیا ہے۔ اور اسلام کی جو تصویر ہمارے آباؤ اجداد کے دماغوں میں جا گری تھی۔ وہ سراسر غلط اور قابل مضحکہ تھی۔ جو علماء کسی مذہب کے خلاف کچھ کہنے سے پیشتر اس مذہب کا مطالعہ کرنا پسند کرتے تھے۔ اب کی بات کوئی شخص نہیں سنتا تھا۔ ہاں اُن کی کوششیں آج ہائے زمانہ میں پسندیدہ لگا ہوں مگر بھی جاتی ہیں۔ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص اسلام کے متعلق کوئی نئی بات کہہ دیتا تھا تو اس کی وہی دُرگت بنائی جاتی تھی۔ جو آج سپردِ رہ سال پہلے اس شخص کی جتنی تھی جو یوروپ کے قریب کی سچی بات کہہ دیتا تھا" +

اسلام کے متعلق لکھتے وقت مسیحی مصنفین کا تعصب انھیں عجیب و غریب بیانی اور تناقض میں مبتلا کر دیتا تھا۔ یا ان کی ذہنی جس اُن کی عقل پر غالب آ جاتی تھی۔۔۔۔۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اسلام کے خلاف جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ غلط اور غیر معتبر ہے +

اب بہت صرف جہالت بلکہ غلط بیانی اور کتمان حق کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ زیرِ کار یہی عرصہ دراز کتمانِ قائم نہیں ہو سکتی۔ وہ دن گئے۔ جبکہ ایک شخص کسی معاملہ میں کوئی بات کہہ دیتا تھا اور دوسرا شخص اس کی خبر دہرائیں ہوتا تھا اب تو تمام دنیا بسترِ "ایک کان" کے ہے +

بقولِ پروفیسرِ محمد اسحاق علی: اشاعت کے ساتھ آج تعلیمیافتہ طبقہ میں بھی قدیم روایات کے ماتحت یہی نئی تعلیم کے زیرِ اثر عربوں نے مسیحوں پر جو جھجکی کی اور بدزشتیں انھیں مسلمان بنالیا۔ قدیم تمدن برباد کر دیا گیا اور مسیحی تمدن کے عوض اسلامی تمدن قائم کر دیا گیا مشرقی اور مغربی ممالک الیکڑ کے خلاف ہیں اور ان اختلافات کا نمونہ صلیبی جنگوں میں بھی ظاہر ہو گیا +

ایک غیر متعصب مؤرخ لکھتا ہے: ”اسلام کی ابتدائی چند صدیوں تک مسیحیت نے باطنِ عترت میں کھول سکتی تھی۔۔۔ ورنہ سراطِ اعتدال پر کبستہ تھی۔ لیکن جب عربوں کو وسطِ فرانس میں پہلی بار سامنا پڑا۔ تو مسیحی اقوام اس طرح باہم متحد ہو گئیں۔ جیسے کہ کسی دھند بھڑیئے کے مقابلہ کے لئے گائیوں کا گھد۔ اور اگرچہ وہ اس وقت تک مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ہاں انہیں بدگولی کی جرات حاصل ہو گئی +

ہنری ڈی کا سٹری لکھتا ہے: ہم نہیں جانتے کہ مسلمان لوگ ان نظموں اور روایات کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ جو اسلام کے متعلق ازمنہ دہلیٰ میں یورپ میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ساری باتیں ’تخصّص اور دشمنی پر مبنی تھیں۔ اور آج بھی غلط بیانیوں کا ماخذ ہیں۔ بر عیسائی مسلمانوں کو کافر یقین کرتا تھا۔ اور وہ سمجھتا تھا۔ کہ آنحضرت صلیم نے دعائے خدائی کیا ہے۔ اور آپ نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ میرے زریں محبتوں کی پرستش کیا کریں +

شارلی مان کی تب ہی اورسپاہی کو عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ایک بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ اسی زمانہ کے ایک قصہ میں شارلی مان کو مسجدوں میں بُت توڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور ایک لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ اور منکروں کو زندہ آگ میں جھلایا۔ آنحضرت صلیم کو ایک بڑے سونے کے بُت کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا نام ’ماسٹ‘ تھا۔ فرانس کے قومی گیتوں میں آنحضرت صلیم کو ایک بُت بیان کیا گیا ہے۔ اسکا مذکورہ وحشی اقوام کا مذہب بتایا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلیم کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ آپ کو (نعوذ باللہ) کوئی دماغی مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اور آپ کا جسد مبارک بقول ایشان ہوا میں مُعلق رکھا ہوا ہے بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ (محمدؐ) تو کعبہ میں ایک بُت کا نام ہے۔ جس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور اس بُت کے سامنے انسان کی قربانی کی جاتی ہے۔“ یہ سب کچھ سرسرا غلط ہے۔ اور سو اُن سچی لوگوں کے مانعوں کے اور کسی جگہ ان باتوں کا وجود نہیں ہے + پندرہویں صدی میں جبکہ اسپین کے عربوں کا اخراج عمل میں آیا تو مسیحیوں نے اُسے خداتالی کی ایک بڑی نعمت تصور کیا تھا۔ چارلس پنجم مؤرخ نے لکھا ہے۔ کہ یہ جگہ اس کو وقوع

میں آئی۔ کہ ان زیادتیوں کا بدلہ لیا جائے۔ جو مسلمانوں نے مسیحیوں پر کی تھیں اور مسیحیت کے نام کو دنیا میں بلند کیا جلتے۔ دوسرا مؤرخ اس جنگ کو مسلمانوں کے لئے ایک برکت قرار دیتا ہے۔ کہ اس بنا پر ان کو مسیحیت کے زمرہ میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔ پادری مرینا جو اسپین کا سب سے بڑا مؤرخ ہے۔ اس جنگ کو تائید ایزدی قرار دیتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت و حقیقت خدا کا عذاب تھا۔ جو مسیحیوں پر مسلط رہا۔ لیکن جب مسیحیوں نے غرناطہ فتح کیا تو گویا خدا نے ان کی سزا موقوف کر دی۔ اور انھیں فتح مند کیا۔ اس خوشی میں مسیحیوں نے عظیم احتساب قائم کیا۔ اور جب اس مقدس محکمہ کا قیام ہوا تو عیسائیت کی روشنی دور و نزدیک پھیل گئی۔ اس کی بدولت قوم کو عرب حاصل ہوا۔ اور وہ اس قابل ہوئی۔ کہ عربوں کے اقتدار کا خاتمہ کر سکے۔ +

ایک مسیحی مؤرخ نے جزیرہ سسلی کے تعلق لکھا ہے۔ کہ جب تک ہاں عربوں کا تسلط رہا تب پرستی کا زور رہا۔ اور راجہ نے اتنی بُت پرست مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی۔ اس پر باسور تھ ائمہ لکھتا ہے۔ کہ اس بات کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے دراصل بُت پرست کون تھا؟ مسلمان یا عیسائی؟ یہ امر دلچسپی کے خالی نہ ہوگا کہ انگریزی اور فرینچ دونوں زبانوں میں ابھی تک ان خیالات کا اثر باقی ہے۔ "عمری" جو محمدیّت کے لئے انگریزی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ادا پرستی۔ اور "میسٹری" کسی غلط عقیدے کو کہتے ہیں۔ اور "ماسٹ" کے معنی بُت کے آتے ہیں۔ "ٹائمز" جو اصل آنحضرت کے مُحبّہ کا انگریزی نام ہے۔ ایک جنگجو عورت کو کہتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں +

زمانہ اصلاح میں عیسائیوں کو اسلام سے جس قدر نفرت تھی۔ وہ سب ان کی لہجہ اور عدم واقفیت پر مبنی تھی۔ لو تھور اور میلنگٹن دو لوگوں نے اسلام کے خلاف عجیب و غریب باتیں منسوب کی ہیں۔ آخر الذکر لکھتا ہے۔ کہ محمدؐ کا مذہب سراسر غیروں کے خالی ہے۔ اور اس میں بُرائیوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن میں کوئی عمدہ اور

قابل قبول بات نہیں ہوا کی اصلی وجہ یہ کہ قرآن کا اس نے مطالعہ ہی نہیں کیا تھا +
اسلام کے متعلق کلیسیاء کی طرز نگارش اس کی بہتر نہ تھی اور مبلغ علم بھی اس قدر تھا۔ ایک کتب خانہ کی طرف
نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیا کہ اپنے قرآن عربی میں کیوں لکھا؟ لاطینی یا یونانی میں کیوں نہ لکھا؟ اس نے
لو تھو ذریعہ پر بھی اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا۔ وہ اسلام کے زیر اثر آکر کیا +
مرا کی لکھتا کہ اسلام اور پرنسٹن فرقہ یا ہمدرد مت مطابقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ دونوں مثبت نگرانی کی
تعلیم دیتے ہیں یا رینس دیوالتس نے تیرہ ہویں اسلام اور پرنسٹن فرقہ کی مماثلت ثابت کر کے دکھائی ہے +
اس کے بعد یہ روایت وضع کی گئی کہ آنحضرتؐ (صلعم) نے ایک فاختہ کو یہ لکھا یا تھا۔ کہ وہ ان کے
کنہ سے پراکر میچ جایا کرے اور کان میں رکھانے لگا کر کھائے۔ تاکہ لوگ سمجھیں محمد (صلعم) اسے پاس رکھتے
بشکل فاختہ آتی رہے حالانکہ اپنے تئیں شیش کے ہل قنوم ثالث کی بوضاحت تمام تریز زبانی کی محض یہ کہ سوسا
ایک یہودی مصنف میمون نامی کے باقی جس قدر یہودی اور مسیحی مصنفین گزرے ہیں۔ یہی اسلام اور بائبل اسلام
کے خلاف اسی قسم کی غلط بیانیوں کو کام لیا ہے +

اگرچہ پٹھارھویں صدی میں ہی آزادی کی ہوا یورپ میں چلنے لگی تھی۔ لیکن حالات بہت بدتر قائم رہے کیونکہ
کے مختلف فرقے خواہ اسپسین کتہ ہی اختلاف کیوں کرتے تھے لیکن اس امر میں متفق تھے کہ مسیحیت کے دائرے میں بچاوت
نہیں مل سکتی جس سے پہلے رابرٹس ٹینیسس نے پطیر کی درخواست پر کنگلی کا ایسا تھا ہر تیس کی اعانت سے لے لے
تین قرآن شریف کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کی اطالی زبان میں ترجمہ کیا گیا لیکن ترجمہ کی یہی غلط تھا جیسا کہ اصل ترجمہ
پندرھویں صدی میں جان انڈریاس نے قرآن شریف اور صحاح ستہ کا ترجمہ عربی کی اطالی زبان میں کیا تھا اور اس
انڈریاس نے جو مصر میں پرتو قنصل کی حیثیت میں عرصہ مکہ ہلاہلہ کی اور عربی زبانوں کے واقف تھا۔ قرآن شریف کا ترجمہ
عربی کی زبان میں کیا۔ جیسا کہ انگریز ڈائریکٹر راسل نے اس ترجمہ کو انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ تو ہلکے بڑی ہی گئی۔
لیکن ڈاکٹر بیچر نے جون ۱۸۷۷ء کو کیمبرجی ریویو میں لکھا کہ اگرچہ گذشتہ دو صدیوں میں انگریزی طرز نگارش
میں بہت کچھ اصلاح ہو چکی لیکن اسلام اور بائبل اسلام کے متعلق آج کل بھی ہماری قوم میں ہی غلط خیالات
مانگے ہیں جو اس ترجمہ کے زماں میں تھے +

۱۹۷۹ء میں اکی نے لاطینی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک ضخیم حجم بطور زبیر

نفاذ کیا ایک جگہ لکھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے اسلام قبول کر لینے کی اصلی وجہ یہ کہ قرآن میں ان شرعاً

وہ قصہ سنا پائی جاتی ہیں۔ جو بائبل پر مستعار یا ماخذ ہیں۔ ان لوگوں کے تراجم میں جو تلفظ لکھا ہے جاتے تھے انہوں نے جاچ سہیل کو جو عربی زبان کا قاضی تھا۔ اس امر پر افسوس کیا یہ قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کیا جائے؟ تاکہ بقول مترجم لوگوں کو اصل حق کا پتہ مل سکے۔ سہیل کا ترجمہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد عوامی کانپنچ ترجمہ شائع ہوا +

اگرچہ سہیل نے اپنے ترجمہ کے مقدمہ میں اس امر کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ میں نے اسلام اور بائبل کے احکام و دوز کے ساتھ دیانتداری ملحوظ رکھی ہے۔ تاہم اسلام کے خلاف غلط بیانیوں کا بازار بہتر ہو رہا۔ جو لوگ مذہبی جوق و آزاد تھے۔ وہ بھی اسلام اور بائبل کے احکام و دوز کو بہت بُرے الفاظ سے یاد کرتے تھے +

انگریزی پریس تو یہ کبھی اسلام کے متعلق کچھ لکھتا تھا۔ تو وہ حمایت دلی آزاد ہوتا تھا پادریوں اور مذہبی آدمیوں کا دستور تھا۔ کہ اسلام کے خلاف نظمیں شائع کرتے تھے۔ اور پیغمبر کو انہیں سچ سمجھ کر حرز جان بنایا کرتے تھے۔ ایک نظم کا آخری ٹکڑا یہ ہے :-
کے تئیں فیض خدا اپنے بڑے فضل سے توحید کا استیصال کر +

نئے مجذمانہ وسطیٰ میں یورپ کے خیالات اسلام کے متعلق یہ تھے جو ادب مذکور ہوئے لیکن جب یہاں کی سیاسی قوت و بڑوال ہوئی تو رفتہ رفتہ وہ نفرت اور خوف جو مسلمانوں کی طرف سے مسیحیوں کے قلوب میں جاگزیں تھا کم ہونا شروع ہوا۔ اور جب یورپ کی قوت زوال ہوتی شروع ہوئی۔ تو علمائے یورپ نے دلی زبان سے اسلام کے اُن احسانات کا اعتراف شروع کیا جو اُس نے یورپ پر کئے ہیں یہی زمانہ مابعد صلیب کے علمائے یورپ نے عربوں کی تاریخ میں کچھ نئی شے کی اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں اس قسم کے علمی مرکز قائم ہو گئے۔ اور ان لوگوں کو مشرقین کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ مشرقی موصافیاں قائم ہوئیں۔ اور مشرقی مذاہب کے مطالعہ کے لئے کتب خانے قائم ہو گئے۔ اور مشرقی مکتبوں کی افاعت کے لئے فستہ مہیا کئے گئے۔

۱۸۷۷ء میں ایل ہالینڈ نے جزیرہ شمالی ایشیا میں قلعہ ایشیا ایک موصافیا قائم کی
۱۸۷۷ء میں انگلیزوں نے ہی ۱۸۷۷ء میں رائل ایشیا ایک موصافیا اور ۱۸۷۷ء میں جنگل ایشیا ایک موصافیا قائم کی۔ ۱۸۷۷ء میں فرانس میں مشرقی زبانوں کا کالج قائم ہوا۔ اور فرانس کی

تقلید میں یورپ کے دیگر ممالک بھی اپنے اپنے مרכזوں میں ایسی قسم کے کالج قائم کیئے +

اسکالہ مرپر اور خصوصاً جابئے اسکالہ مرپر اور بیجا اعتراضات کا جو طومار یورپین باؤں میں موجود ہے۔ وہ بقول آرنلڈ برمن کیتھولک پادریوں کی تصانیف پر مشتمل ہے جو انہوں نے اسلام اور پٹنٹنٹ زرقہ کے خلاف لکھی ہیں۔ آخر الذکر زرقہ نے، محض اپنی برأت کے لئے اسکالہ مرپر دل بھول کر العلامات لگائے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ اسے اسلام کو کوئی سرکار نہیں ہے بلکہ یہیں اور مغربیوں صدی کا خیراء اگرچہ بہت کچھ تلف ہو گیا ہے لیکن ابھی تک بہت کچھ باقی ہے۔ اور چونکہ سراسر غیبت اور عداوت پر مبنی ہے اسلئے مسلمانوں کو قدرتی طور پر اس کے پڑھنے کی ضرورت اور مانع ہوتا ہے +

بہر حال مستشرقین میں ہائنگر ہلاچال ہے۔ جس نے ۱۸۷۶ء میں اسلامی تعلیمات پر ایک کتاب لکھی اور تہمید میں لوگوں کو اس کی کہ وہ اسلام کا مطالعہ خالی الذہن ہو کر کریں۔ اور یورپین تصانیف پر اعتماد نہ کریں کیونکہ وہ سراسر اپانوا اور مہمل ہیں۔ مصنف مذکور نے کیتھولک پادریوں کی اس بات کے خلاف بھی کہہ کر اسٹنٹنڈ سبب اسلام سے مافوق ہے۔ ایک کتاب لکھی ہے۔ اور جو اعتراضات اول الذکر کرنے آخر الذکر پر لگائے ہیں۔ ان کا ازالہ کیا ہے۔ باوجود ان باتوں کے ہائنگر بھی خالی الذہن نہ ہو سکا۔ اور باقی اسلام کے حق میں کوئی کلمہ خیر اس کی زبان نہ نکل سکا +

۱۹۰۹ء میں ڈاکٹر پرائیڈ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف لکھی لیکن تصعب کا پردہ اپنی آنکھوں کو ڈور نہ کر سکا۔ ۱۹۱۷ء میں فرج سکار ریلیڈ نے اسلامی تعلیمات پر ایک ضخیم کتاب لکھی اور تہمید میں اس پر زور دیا۔ کہ نہ ہی مطالعہ کیلئے خالی الذہن ہو جائے، کیونکہ انسان کو غلطی ہونی بالکل قرین قیاس ہے خصوصاً مذہبی معاملات میں اسلام کو زیادہ کسی مذہب کے ساتھ نا انصافی نہیں کی گئی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اگر اسلام کا صحیح طریق پر مطالعہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں تو عینت کیلئے عداوت کا باعث ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں کسی ترک کو دوسرے ترک کر دینے کا موقع نہ مل سکیگا۔ کیا تم مجھے بھی عیسائی سمجھتے ہو؟ جس کو اس کی مراد ایک کاذب اور بد انسان سمجھتی ہے +

۱۹۲۳ء میں کاؤنٹ ڈی بویس لیس کی "حیت محمد" شائع ہوئی جس میں اس فضل و افضال نے صاف طور پر یہ بات کا اعتراف کیا ہے کہ عقاب کے ستمگن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ تعلیم دی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور دراصل اسلام اور عیسائیت میں بجا اختلاف ہی بات ہے۔ اس کے بعد نواب جو صوفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

حکایت میں ایک نقاب اور بھی لکھی جس پر پادریوں کے حلقہ میں بہت کچھ کھلبلی مچی اور ۱۷۷۱ء میں
 چین کی گلیگیر نے "میت محمد" لکھی جس میں خوب اپنے مول کا عجیب رنگ کالا۔ والٹیر نے اسلام اور ماننے اسلام دونوں
 کے خلاف لکھا ہے لیکن شخص فریبی محض نہ تھا۔ اس نے جو کچھ لکھا وہ سچی خیالات پر مبنی ہے اور اسے عربی زبان
 سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اسلام کے متعلق اس کی معلومات سراسر پادریوں کی تصانیف پر مبنی تھیں +

عین پہلا موقع ہے جس نے "مختصر صلح" کی خوبیاں اہل مذہب کے سامنے پیش کیں لیکن کچھ تک
 پادریوں نے اسے اس حق پرستی کی پادشاهی کا ترادوسر کر کا لقب عنایت کیا انیسویں صدی میں کارلائل نے ان
 تمام اعتراضات کا ازالہ کیا۔ جوگزشتہ زمانوں میں پادریوں کی طرف سے عاید کئے گئے تھے، اور حقائق الفاظ میں
 لکھا ہے کہ اسلام ہر لحاظ سے بڑا حکمت آئینہ ہے۔ اور اس کا ضابطہ اخلاق سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ بات
 مشہور چین شاعر گو یٹے نے بھی کہی۔ جلد وہ اسلام اور قرآن کے مطالعہ کو فارغ ہو کر انگریزی اسلام ہے تو
 کیا ہم مسلمان نہیں؟ کا رمانل اور گوٹے دونوں کو کلیسیائے کاتر کا خطاب عطا کیا +

۱۸۷۲ء میں پروفیسر ریل نے محمد کی حیات اور تعلیمات کے نام کا ایک لکھی اس سے جتنے المقدّر
 ایمانداری کا کام لیا۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔ "جہاں تک قرآن میں انجیل کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اس حد تک وہ لوگ بھی
 محمد صلح کو پیغمبر خدا تسلیم کر سکتے ہیں۔ جو مسلمان نہیں ہیں۔"

۱۸۷۳ء میں کارن دی پرسول نے تاریخ عرب میں مختصر مسلم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ کہنا کہ
 محمد صلح ایک دنیا دار آدمی تھا اور انہوں نے ذاتی اغراض کو مد نظر رکھ کر مذہب کا کارخانہ قائم کیا بالکل غلط
 ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے آیت خدائی کی طرف سے ایک قوم کو راہ راست پر لانے کیلئے معین فرمایا ہے +

۱۸۷۴ء میں بریتانیہ کے مسیحوں نے بڑی قی ہوئی۔ کیونکہ میور اسپرنگ اور رنگ اور زلاطینی وغیرہ نے
 اسلام کے متعلق بہت بڑی غلط فہمیاں کی اور بڑی حد تک پرانے اعتراضات کا دفعہ کیا +

ایمونسٹیل ڈوون لکھتا ہے کہ شرعی میں پیغمبر اسلام کو سب الفاظ کی یاد کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد
 دشنام طرازی میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ سمجھدار لوگ نبی اسلام کو مذہب الفاظ کی یاد کرنے لگے
 اس کے لیے تحقیق کا ایک کردہ سپریمو جیمس کارلائل گوٹے اسپرنگ ورتزی لفظ کی قابل تذکرہ ہیں
 انہوں نے دعویٰ کو تباہ کیا کہ اسلام بقول پادریاں یورپ مجموعہ باطل نہیں ہے بلکہ اپنے اندر زندگی
 رکھتا ہے، یہی سہی فیصلہ جو مسیح دہریہ اور مسیحی (صلح) خواہ یورپ ان کے

کچھ ہی راسے کیوں نہ قائم کرے۔ واقعی ایک محسن انسانیت گزرے ہیں۔ اور لازوال عزت اور شہرت کے مالک ہیں +

اگرچہ ان لوگوں نے اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ نسبتاً بہتر ہے۔ اور انہوں نے خود بھی اس امر کا اعلان کیا ہے کہ وہ تصحیح بالآخر ہو کر لکھینگے۔ لیکن پھر بھی ان کی تصانیف میں بہت سی باتیں حقیقت اور صداقت سے دور ہیں۔ اور یہ سمجھتا ہوں۔ کہ دشمنوں کی کھلی ہوئی بدزبانی سوشل مسٹرٹرائی نہیں ہیں۔ اور دہشت گردانہ اعلان کیا ہے کہ میں بالکل غیر جانبدار ہو کر مکتونگہ لیکن نیشنلٹی سے باز نہیں آیا۔ ہاں ضرور ہے کہ اس نے فتح غناطہ اور قصص محرمین مسلمانوں کی خوبیاں لکھا کہ اہل اسلام کو ضرور ممنون مسلمان کہی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ عربوں نے اسپین میں تہذیب اور تمدن کی شمع روشن کی مائیک میں امن وامان قائم کیا۔ اور جو عمارات آج موجود ہیں ان کی عظیم کائناتی ثبوت مل سکتے ہیں +

نوٹ لکھی، منیور اور سپرنگ سے زیادہ محتاط ہے۔ اور اسی چیز کی تصنیف تاریخ قرآن نصف صری گزر جانے کے بعد آج بھی طلبائے اسلام کیلئے ضروری ہے۔

نوٹ لکھی کے بعد چند اور بھی محتاط اور دیا نترار مصنفین پیدا ہوئے مثلاً گنس ڈیون پورٹ باسورجہ کرپس جیمینس کیٹنی وغیرہ لیکن ان کی تصانیف میں کامل صحت کا التزام نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصد صرف اپنے دعویٰ کا ثبوت تھا۔ پرنس کیٹنی نے ضخیم تصانیف لکھ کرنے الواقعہ بہت سے قدیم اعتراضات کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دیا۔ اور اسی کو یاد دہیں نے اُسے کا خر اور ملحد کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ص ہے۔ کہ مسٹر بیچ نے بھی سمیرج میڈیون سٹری میں پرنس کو سہرا لازم بنا یا ہے۔ شاہزادہ کا مقصد اس تصنیف کو دھل یہ تھا کہ وہ اپنے ہونٹوں اور ہم قوموں کو خواب غفلت سے بیدار کرے۔ جب طرح ٹیمس ٹس نے جرمن اقوام کا موازنہ اپنے غفلت شعار اور رو بہ نازل ہونٹوں کے ساتھ کیا تھا +

مہر کیف ان باتوں کو ممانعت اسلام کے توازن مانگی میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ اس قسم کے اعتراضات بڑی بڑی لائبریریوں میں مخفی پڑے ہیں۔ اور صرف چند افراد کو معلوم ہو سکے۔ جب اسلام کی اصلی خوبی اور کپے سامنے ظاہر ہوئی۔ اور اس کی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو مزید کے دل میں اسلام کی اہمیت کا احساس پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے یاد دہیں اور منی لایم اسلام کو بڑی تشریف پیدا

پہنچی۔ اور انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے کی مشق دوبارہ شروع کر دیں ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں وہ بہت شاق واقع ہوئے ہیں +

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تصویر سمجھتی ہے وہ انقدر غریب ہے کہ مسلمانان اسلام کو اس پر کوئی اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ پس انہوں نے مجبور ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے دوسرے اشخاص کی خرمیاں اپنے نبی سے منسوب کر دی ہیں۔ گویا ہمارے دشمنوں کا استدلال یہ ہے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بیان کیا گیا ہے وہ نہایت اعلیٰ اور قابل قدر ہے چونکہ اسکا صریح کوئی ثبوت نہیں۔ اسلئے یہ غلطی لاجوالہ غیر بنیاد میں کسی مذہب سے اخذ کی گئی ہے اس دلیل پر انہوں نے اپنے دل محدود کی نسلی کا سامان پیدا کر لیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ہارتے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے ایک نئی ٹال پٹی وہ یہ کہ وہ ہم صلی اللہ علیہ وسلم اور صیدیتی کی ربط لگا رہے ہیں۔ ہمیں شک نہیں کہ اس سڑک پر وہ ہمارے کام کی تحسین کو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے +

جب ہم پادری کش اور انہی کی وضع و تلاش کے دوسرے بزرگوں کی یہ تحریرات پڑھتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کو مسیحیت کے اصولوں اور خوبیوں کو آہستہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ تو ہمیں زیادہ حیرت نہیں ہوتی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ پادریوں نے ہمارے خلاف وہی پُرانا جریہ استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسیحیوں نے ایک کتاب لکھی ہے "نسائیت کا مقصود حقیقت" اس میں اسلام کے متعلق بھی چند اشارات ہیں۔ اور یہ کتاب نسب آت لندن کی زیر حمایت شائع ہوئی ہے چنانچہ وہ اپنے مقصد میں ہر ایک قابل توجہ کتاب اور کلیسیا کے ارکان کی قدرانی کے لائق تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب سے چند حوالے اور اقتباسات ہر یہ مآثرین کرتے ہیں +

"اب یہ خوف کی منتظر دیکھو ابی عربی (کاذب اکا ہلال بائیس کروڑ انسانوں پر چمک رہا ہے اور مسیح کی صلیب سے مقابلہ کر رہا ہے۔ تاکہ اس پر غالب جائے۔ یہ ہلال شمشیر نما ہے۔ اور اسلام کی دنیاوی فوج کا صحیح نمائندہ ہے کیونکہ اسلام نے تواری کے زور کو لوگوں کو اپنے اندر مضرب کیا ہے۔ یہ مذہب لوگوں کو دنیا کی طرف بلاتا ہے۔ اور اگرچہ ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے لیکن اس خدا کو نہ تو حلقی طور پر پاکیزہ اور تعجب اہم کام کا قہر اطمینان دیتا ہے۔ اور کفارہ کی کشت تو میں کہتا ہے۔ اس مذہب میں جہاں کی فوج کام کر رہی ہے +

محمد ہی ایک ایسا نبی ہے جس نے مسیح کی خدائی اور اس کی اُورہیت کا انکار کیا ہے۔ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے

جو تمام کتب سابقہ کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور مسیحی مسیح کے فضل و کرم کا انکار کرتی ہے۔
پس اندریں حالات کوئی تعجب نہیں اگر پادریوں نے مسٹر پیچہ جی ولیز کو اسلام کے حق میں چند مضامین
لکھ دینے کی پادشہی کا ذکر کا لقب عنایت کر دیا۔

باسور تھ سمجھنے نہ کہا کہ مسیحیت اور یو دیت کے باہمی رشتہ نے بھی اسلام کو مسیحیوں کے ناروا الزامات سے محفوظ
نہیں رکھا۔ حالانکہ یہودیت اور اسلام میں خود ایک رشتہ موجود ہے۔ کارلائل لکھتے ہیں: ”اگر ہم خدا کے عطا کردہ صحیح علم
کو چھل رہا ہے ہیں تو ہمیں ان خیالات سے بالکل پاک ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ خیالات تو لا ادریت کے
دور کی پیداوار ہیں۔ اور لوگوں کی روحانی موت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کو زیادہ
لانڈھیت کا نظریہ مٹا سکیں بھی خالص نہیں کیا گیا۔“

افسوس تو یہ بات، کا کہ عیسائیت کو ایسے کیل ملے ہیں جو دوسرے مذاہب کو برا کہہ کر اپنے مذہب کی
خوبیاں بیان کرتا چاہتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب لکھتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے مذاہب کو برا کہہ کر اپنے
مذہب کو اچھا ثابت کرتا چاہتے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین کر کے اپنے ہادی کو خدا بنانا چاہتے ہیں چونکہ
وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ تاریخی واقعات کو اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے

انہوں نے اوقات کے بیان کرنے کا زلا طریقہ اختیار کیا کہ حقائق کی چشم پوشی کر کے بعض امور کو اگر بار بار پیش
کیا جائے تو لوگوں کے دلوں میں خواہ مخواہ یقین پیدا ہونے لگتا ہے۔ ان مسندین نے ایسی عمل کو ملحوظ خاطر
رکھا کہ یہ لوگ عوام الناس کی ذہنیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور خاطر خواہ نتائج پیدا کرتے ہیں
دوسرے مذاہب کے متعلق لکھتے وقت ان لوگوں کا اصول یہ کہ پہلے ایک شخص کسی بات کو بطور قیاس
پیش کرتا ہے۔ دوسرا اس قیاس کو گمان غالب قرار دیتا ہے۔ تیسرا اس گمان
کو بطور نظریہ پیش کر دیتا ہے اور پھر اس نظریہ کو ایک حقیقت قرار دیتا ہے، گویا چار پانچ تہیلوں کے بعد
ایک قیاس ایک حقیقت ثابت کی شکل اختیار لیتا ہے، خصوصاً جبکہ دوسرے مذاہب زیر تنقید ہوں۔

خواجہ صاحب نے اس دعوے پر پروفیسر مارکولیتھ کا طرز عمل بطور دلیل پیش کیا کہ وہ لکھتے ہیں
کہ پروفیسر مذکور کی تحریر دیکھ کر مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے، اور میں حیران رہا ہوں۔ کہ اس شخص کی تحریر
کو جمالت سے منسوب کروں یا دلستہ نثرات سے مثلاً اپنی بات ثابت کرے جیسے ”وہ قریش“ کو ”قریش“
پڑھتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سو قلم ہو لیکن چونکہ اس تہیل کی وجہ سے تمام واقعات تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے

خطی مورد ہستہ شہادت میں، منیاد کرنا دشواری ۲: قتل آگیا۔ کہ پر و فیر نہ کر کو دنیا کے سامنے اس کے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے۔ اس جگہ میں صرف یہ کھانا چاہتا ہوں کہ اس نے اسلام کے خلاف پروپاگنڈا کرنے میں کن مصلوٹوں کو کام لیا۔ چند ماہ گزریں ڈاکٹر منگانا نے قرآن شریف کا ایک سریانی ترجمہ دریافت کیا جس میں موجودہ قرآن کے بعض جملوں کا ترجمہ نہیں ملتا۔ اور اس بنا پر اس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن میں خورج ہو گئی ہو۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف کو اپنی پہلی ناکامی یاد تھی اس لئے اس کو کسی نظریہ کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ تاہم میں یہ کھانا چاہتا ہوں کہ یہ وہ کس طرح رائی کا پہاڑ بنالیتے ہیں۔ ایک شخص ایک تجویز یا ذاتی رائے پیش کرے گا۔ دوسرا شخص اس سے کہے گا توڑ مڑ کر ایک نظریہ کی شکل میں پیش کر دیتا ہے، مثلاً ڈاکٹر منگانا اس ترجمہ کی قدامت کے متعلق مذہب سے بہت توجہ نہ دیکھتا ہے۔

ہم زیادہ کوئی شخص سبب کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس ترجمہ کی قدامت کے متعلق کچھ کہیں کس قدر ذمہ داری کا کام کر۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان ہماری تحریر کو کوئی نتیجہ غلط کے ساتھ بنا نہیں کرے گا۔ ہم اس قدر کہتے ہیں کہ ہمیں قرآن کا ایک سریانی ترجمہ ملا ہے جس کے فصاحت اور نوعیت کے متعلق وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ ہم اس امر پر دلائل نہیں دیتے ہیں۔ کہ یہ ترجمہ بارہا صلیبیوں سے ماخوذ نہیں ہے۔ لیکن ہم اس کی کتابت کی کوئی تباہی نہیں کر سکتے۔

اب اس خبر کے ساتھ پر و فیر نہ کر کوئی خبر ملا خط کیجئے وہ لکھتا ہے کہ اس سال کی جنوری تک قرآنی تنقید کے سلسلہ میں کوئی قدیم نسخہ پیش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر منگانا جس نے بہت قدیم نسخہ سریانی زبان میں دیا۔ کیا کہیں ممال میں پیش ہو ہے۔ اسی عالم نے قرآن کے تین اوراق قدیم دریافت کر کے لوگوں کی توجہ اختلافات قرآنی کی ذہن متبدل کی تھی (مسلم ورلڈ جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۲۳۴)

ناظرین ان دونوں عبارتوں کو پڑھیں اور پر و فیر نہ کر کی چالاک کی داد دیں ڈاکٹر تو لکھتا ہے کہ ہم اس نسخہ کی تلامس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے لیکن پر و فیر نہ کر بہت قدیم نسخہ قرار دیتا ہے، اس قدر ڈھٹائی ہو چو کہ ”اوراق“ والے ممال میں ان لوگوں کو ناکامی ہوئی تھی۔ انہوں نے اب علانیہ طور پر اس نسخہ کو بہت قدیم قرار دیا۔ اور اب آگے چل کر لوگ آزادی کے ساتھ لکھنے لگے۔ کہ قرآن کے قدیم نسخوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور سنیں سچا منگانا کے مارگو لیتھ کا نام پیش کر دینگے۔ لہذا پر و فیر نہ کر کو مسوچنا چاہئے کہ اس نے کتنی جلدی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے، ممکن ہے ڈاکٹر منگانا کی تحریر ناجوہر جاسے۔ لیکن لوگ اس کا نام

بطور محقق پیش کر سکیں گے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ مارگو لیچ نے تنقید قرآنی میں ٹوٹو کو غلط رہتے پرستار کے مجرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اُسے کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس نسخہ کو بہت قدیم نسخہ قرار دے۔ جبکہ خود اکثر متلگانا اسی قدامت کے متعلق کچھ نہیں کہتا؟

ہمارے زمانہ میں مسیحیت کے رجحان کا خلاصہ ڈاکٹر زومیر کے الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے وہ لکھتا ہے کہ تمام مسیحی دنیا علانیہ طور پر مسلمان بنیادی سرسپر کیا ہے۔ اب غیور لٹریچر وہ ہیں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ عیسائی اور مسلمان دونوں جانتے ہیں کہ مسیحیت اور اسلام بزرگ ہیں۔ چونکہ مسلمان دنیا اپنا سیاسی کار کھینچ کر لے لے اقداری طور پر وہ دستی اور روحانی پہلو پر اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب تو ایک سوال یہ اوردہ کہ قرآن موجودہ تنقید پر پورا اتر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اسلام کے پیغمبر کے خلاق مسیحی خلاق کی کسویں پڑے اترتے ہیں یا نہیں؟

قرآن مجید اور تعمیری اخلاق و غضب اور شہوت

ترجمہ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب برسر ایش لاہور

غضب اور شہوت یہ دو جذبات گویا جامہ اخلاق کے تار و پود ہیں۔ نیز یہ دیگر تمام جذبات انسانی کا فائدہ اور منفع ہیں۔ انھیں تمام جذبات متفرع سمجھتے ہیں۔ اپنی اصلیت کے لحاظ سے یہ جذبات حیوانی اور انسانی ہیں۔ اسی کڑن کو منجلی کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ جائیگا مثلاً اگر غضب قتل عمدہ نہ رہتا یہ ازالہ حیثیت، نعمت طرازی و غیرہ کی صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ تو شہوت سے رتھ تصال بالجبر جل فریب زنا کاری وغیرہ برائیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور ان دونوں کے اجتماع کو بھی مختلف برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً رشک و حسد اور رقابت وغیرہ لیکن انہی جذبات کو مناسب طریق پر ترک کرنے سے بہترین اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر غضب جوڑت شجاعت اور ہمت کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ تو شہوت رمدہ لی ہمدردی اور ثبات کی صورتوں میں بلوہ کر سکتی ہے صحیح اخلاق انہی دو جذبات کی مناسب تعبیر سے پیدا ہوتے ہیں اور انسانی جماعتوں کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے کسی سوسائٹی کا تمدن، ثروت حیوانی کے استعمال پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ ثروت جنسانی کے صحیح استعمال پر منحصر ہے۔ قانون سازی کا مقصد انہی جذبات کی بخواسی ہوئی شکلوں کو روک کر ختم کر لینا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے متعلق ہیں۔ جو قانون کے حیطہ اقتدار کو باہر ہیں پس جو مذہب بجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس

معا میں انسان کی رہنمائی کرے +

تمام کتاب میں جو الہامی کلمات کی مدد سے ہمیں ہدایت کی تعلیم دتی ہیں اور نگاہِ مبارک سے
کی تعلیم کی ہیں لیکن قرآن مجید اس موضوع پر جو حقائق پر روشنی ڈالی کر رہا ہے وہ ہماری باضابطہ اور سائنسی فک ہے
بلکہ وہ ان جذبات کی ابتائی شکوک کی مدت میں بند آہستہ ہے لیکن ان کا قلع قمع کرنے کا حکم
نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ان کو ایوانِ حسنِ سلاقی کا رُخِ بنیاد قرار دیتا ہے اور ایسے اصول پیش کرتا ہے جن کی مدد سے
ہم ان کو قابو میں رکھ سکتے ہیں اور صحیح طور پر استعمال کر سکتے ہیں +

واقع ہو کہ بہترین تمدن انسانی جن باتوں پر فخر کر سکتا ہے وہ اسی جذبات کی ممنون احسان ہیں۔
وہ ہمارے افعال و حرکت میں لاتے ہیں۔ شہوت اس کے پہلے خواہش پیدا کرتی ہے اور پھر ان خواہشات
کی تکمیل کیلئے ہم ان کے اور وسائل تلاش کرتے ہیں پس انسانی جذبات اس علمی جذبات پر پرجوش ہیں۔
ہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکیں۔ اور وہ علم جو ہم حاصل کرتے ہیں ہمارے افعال
کیلئے محرک ہو جاتا ہے +

تمام مضمون دیکھنا کہ دار و مدار جذباتِ شہوت پر ہے لیکن ہمارے ان کوئی جذبات ایسا بھی ہوتا ہے جو ہم کو
اپنے مقبوضات کے محفوظ رکھنے میں مدد کرے اور یہ جذباتِ غضب ہے۔ اگر "شہوت" ہم کو اکتساب پر مائل
کرتی ہے تو غضب ہم کو اس ملک کے محفوظ رکھنے میں مدد دیتا ہے پس یہ دونوں جذبات نہ صرف میلان
فطری ہیں بلکہ انسانی تکمیل کے آلات ہیں۔ لہذا ہم ان کے قتل قمع نہیں کر سکتے بلکہ ان میں توازن قائم
کر کے ان کا صحیح استعمال کرنا چاہیے +

ایسی ہی قرآن کی فوقیت کا ردِ مسترد ہے۔ قرآن بظاہر جذباتِ مذہب کی خدمت ہی نہیں کرتا۔ صریح
دوسری الہامی کتابیں کی ہیں۔ بلکہ وہ ایسے اصول تعلیم کرتا ہے۔ جن کی بدولت یہ جذبات کو صحیح سے قوی
ایک مفید شے بن جاتے ہیں +

قرآن مجید ابتداء ہی میں انسانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کرتا ہے
اولاً وہ لوگ جو صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور انہیں سے مصداق ہیں۔

ثانیاً وہ لوگ جو غضب کے جذبہ کا شکار ہیں اور انہیں غضب کے مورد ہونے کے خطرہ میں ہیں +
ثالثاً وہ لوگ جو صراطِ مستقیم پر ہند گئے ہیں اور ہم کو وہ ہیں جو "ضالین" کے زمرہ میں

شامل ہیں۔ قرآن مجید میں گم کردہ کیلئے جو لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ ”ضال“ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ وہ شخص جس پر غواہنات مذکورہ کا تسلط ہو۔

”ایسے شخص ممدت اور مدد دیتی ہے کہ تمام خاص کو کھو بیٹھ جائے۔ لہذا اس کے گمراہ ہو جانا ناگزیر ہے۔“

فدا کے بکرت یا قہ بننے پر بقول قرآن وہ ہیں جو اپنے اندر اخلاقِ اہلبیہ پیدا کر لیتے ہیں یا دیر

اخلاق کی انہیں محرومی دونوں ذنابات میں جو آپ بہترین صورت میں جلوہ لگاتے ہیں۔ غرض کہ غضب اور

شہوت کے جذبات ہیں جو نسل انسانی میں تقسیم اور تفریق کا موجب بنے ہیں۔ اس صورت میں تین تہیں لگی گئی ہے

کہ ہم ان لوگوں کے طریق زندگی پر غور کیا اور ہمہ گاہ شہوت میں اور ان لوگوں کے بہتیر ہیں جو صراط

مستقیم پر گامزن ہیں۔ اور اخلاق حسنہ کیلئے۔ اسی میں باقی خدا کے لئے جو یہ ہے کہ وہ میں جنہوں نے

اپنے جذبات نفسی کو قابو میں کر لیا۔ اور ان کو اخلاق حسنہ میں تبدیل کر لیا۔ ان کے برخلاف

جو لوگ ہیں وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہیں۔ اور ان تہیں نے ان جذبات کی تربیت کا تہیہ

کیا کہ تو بالکل مناسب اور ہی کیونکہ انہی جذبات پر پاکیزہ سناٹائی کا دار و مدار ہے +

غضب جبکہ وہ بہترین صورت میں ہو تو خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اسی بناء پر اس کو

حفاظت نصیب ہوئی ہے۔ اور دنیا میں بڑائیوں کو سامان کھنکھاتی ہیں۔ لیکن اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے

تو پھر ہی نعمت بزرگ نشت ہو جاتی ہے۔ قرآن شریف اس کا بیان نفسیاتی اور سائنٹیفک طریق

پر کیا ہے۔ جس کی بدولت دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ”تیکر اور بری دونوں کو یا

نہیں ہیں (یعنی فضل ہے) بری کا دقتیہ بہترین طریق پر دلو۔ اور یہ کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ تم اور وہ جس کے دل میں

دشمنی تھی۔ دوڑ آپس میں دوست ہو جاؤ گے (قرآن مجید ۴۱: ۱۲۷)

غضب بہت اندر اسلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ ہم قرآن کی بری کا ازالہ کر سکیں۔ لیکن بہ کار کی اصلاح

بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ یہ مسئلہ شروع کر انسانوں کے سامنے رہا ہے۔ اور مختلف تہذیبوں نے

اس مقصد کے حصول کیلئے مختلف قوانین اختیار کئے ہیں۔ ہوسوی سیتے میں قصاص کی تعلیم دی گئی ہے

اور عیسوی سیتے میں بدوں کے ساتھ نیکی کی بہایت لگی ہے۔ یہ دونوں اعمال دقتی تہذیبوں کیلئے ان کا

اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پہلی تعلیم کی انتقام اور غصہ کا جذبہ سپاہ برپا کیا۔ اور دوسری سے مردانگی مفقود ہو جاتی ہے لیکن جبکہ تعلیم و تہذیب نہیں۔ تو اس وقت حوصلہ نہیں۔ بنی اسرائیل مصر میں کی غلامی کی وجہ سے غضب کے جذبات کھو بیٹھے تھے۔ لہذا قانون دیکھنا کے اجراء کی ضرورت تھی لیکن وقت حضرت موسیٰ کے پیرو رحم اور مروت سے بالکل ماری ہو گئے۔ اور حضرت موسیٰ کے نام میں وہ لوگ انتقام کے علاوہ اور کسی بات سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے اسکی اصلاح کی لیکن اس سلسلہ میں یہ تغلیط پر عامل ہو گئے +

بڑی کامیابی تھی کہ ان ایک اچھی بات سے یقین ہمیشہ اس اصول پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ مسوئی کو نقصان پہنچا یعنی بڑے اچھے بدولت لوگوں کو، بدی کی طرف رغبت ہوگی۔ اگر بعضوں کی اصلاح ہوگی تو بعضوں کی تخریب بھی یقیناً ہوگی۔ جو قانون قرآن شریعت کے بیان فرمایا ہے۔ وہ ہر حالت میں مقبہ ہو سکتا ہے۔ وہ قذوٰں ہے :-
”بدی کو دقتیہ بہترین طریق پر کر دو۔ قرآن کا مقصد اصلاح ہے۔ اگر یہ مقصد نئی کرنے سے جس طرح تصور ہی کا بدلہ نہ لگے۔ لیکن اگر کسی جاہل یا قاصرانہ اقدام کی ضرورت ہو۔ تو اس کو بھی درپن نہ کر دو۔ گویا ہمیں موقع کو دیکھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بالیسویں صورت میں مومنوں کی نشان دہی بیان کی گئی ہے (۳۷) اور جو لوگ گت ہوں اور دشنام سے بچتے ہیں، اور جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو صاف کر دیتے ہیں (۳۸) اور ان کا اصول یہ ہے کہ وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں (۳۹) اور وہ لوگ جبکہ دلی بدی ان کے ساتھ کی جاتی ہے تو اپنی حفاظت کرتے ہیں (۴۰) اور بدی کا بدلہ دینی ہی ہے لیکن جو شخص صاف کر دے اور اصلاح کرے تو اسے اللہ کی طرف سے ان کی ملکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نامتصفوں کو دوست نہیں رکھتا +

غور فرمائیے کہ یہ قدر حیا اور ولہز تعلیم کی ہمیں نہ صرف موسوی اور عیسوی شرائع شامل ہیں بلکہ ان کے استعمال کے مواقع بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وہ صورت حال کا مجموعی رنگ سیما نہ کر کے ایسا اصول بتاتی ہے کہ برائی کا دقتیہ بھی ہو جائے اور اصلاح بھی ہو جائے جو برائی کا تو بہر حال دقتیہ کرنا ہوگا۔ لیکن ہمیں غضب کرنا نہ چاہئے۔ جبکہ ہم ختم ہو رہے ہیں تو ہمیں اپنی رائے پر عمل کرنا نہیں بلکہ دوسروں کی مشورہ لیں، چاہئے۔ قرآن نے معافی اور سزا دونوں بتادی ہیں جیسا موقع ہو دیکھا کرنا چاہئے۔ اگر صاف کر دینے کی صلاح ہو سکے تو صاف کر دو۔ اور اگر سزا کا موقع ہو تو سزا دو لیکن سزا کے سرشار کسی صورت میں ہاتھ نہ بھرنا چاہئے +

کمزوروں کے مقابلہ میں بہت جلد غصہ آجاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسے لوگ کوئی غلطی کرتے ہیں تو انہیں سزا دینا بہت آسان ہے۔ پس یہاں جذبات کو ضبط کرنے کا موقع ہے اور اکت ب ہمیں بایں الفاظ نصیحت کرتی ہے۔ ”وہ لوگ معاف کرنے میں جلدی کرتے ہیں جو ازراہ کرم خج کرتے ہیں۔ اور اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“

غرض کہ کمزوروں کے مقابلہ میں غصہ کو ضبط کرنے کی بہت ضرورت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ انہیں معاف کریں۔ اور ان پر مہربانی کریں۔ اس طرز عمل کی بدولت وہ سہما سہما دست ہو جائیں گے۔ اور انکی اصلاح بھی ہو جائیگی۔ ایک ایسی بات اور بھی ہے جو غضب اور شہوت کے خج ہستہال کی تفتین کرتی ہے۔ وہ ہمیں زندگی کا بہترین اصول ٹپاتا کرتی ہے۔ اور ہسکی بدولت امن و امان حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ہر مسلم ہر جمہ کے خطبہ میں اسے سننے کا اور یقیناً وہ مجلہ تذہیب کی تعلیمات سے فضل ہے۔

ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربى وينهى عن الغشاء والمنكر والنبغى، اللہ تمہیں انصاف کرنے، احسان کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور عیالی کی باتوں اور دوسروں کے حقوق کا انکار کرنے اور بغاوت کرنے کو دکتا ہے (۱۶: ۹۰) اس آیت کے پہلے حصہ میں نیکی کے تین مراتب کا ذکر ہے ”شہوت“ کی مختلف شکلیں ہیں اور دوسرے حصہ میں ”غضب“ کے تین مراتب بیان ہوئے ہیں۔ پہلی بات انصاف ہے یہیں دوسروں کے حقوق کی عزت کرنا چاہئے، نیکی کی پہلی صورت ہے جس کے بغیر کوئی سوسٹی قائم نہیں ہو سکتی یہیں سروسا ساتھ سخاوت کا برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے معاملہ میں کرتے ہیں۔ اور انہیں استحقاق سے زیادہ دیتے ہیں یہیں ان کے ساتھ از خود نیکی کرنا چاہئے۔ نہ صرف ان کے استحقاق کے مطابق بلکہ اپنی طرف سے بھی سلوک کرنا چاہئے۔ اور اس قسم کی فیاضی تو رحمت ایزدی سے مشابہ ہو جاتی ہے۔ جس کی برکت اور نعمت ہمیں مفت حاصل ہوتی ہے۔

اور دوسرے حصہ میں جرائم کے کثیر حصہ کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ ہر وہ بات جو زندگی

مال و سبب اور عزت یا شہرت کو نقصان پہنچائے "فحش" قرار دیتی ہے لیکن اگر نقصان دوسروں پر اترے تو
 ہتھوڑ گویا ان کے حقوق کا انکار کرے۔ اسی لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہیں ہر شخص کی عزت و دولت
 زندگی وغیرہ کا احترام کرنا چاہئے۔ اور جو بات تمام سوسائٹی پر اثر انداز ہو یا جماعتی قانون شکنی کا باعث
 ہو اُسے قرآن نے بے گناہت قرار دیا ہے۔ گویا جموعہ کے خطبہ میں مسلمانوں کو بہترین تعلیم دینی ہے
 اور یہ تعلیم ان کو بہترین شہری بنا سکتی ہے یہیں لازم کر دوسروں کے ساتھ انصاف کریں۔ نہ اپنے حق میں
 جبرائی کریں نہ دوسروں کے ساتھ نہ جماعت کے ساتھ اور ان اصولوں کی پابندی کی بدولت ہمیں یہ حق
 حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم "غضب" اور "ثبوت" کو بہترین حشر و مناقب میں تبدیل کر سکتے ہیں ۴

مسلم مشن ووکننگ (انگلستان) مکتوب

برطانیہ میں اسلام کے شاندار مستقبل کے متعلق پروفیسر کیا کیا اور اُن کے خیالات

۲۸ جون ۱۹۶۱ء کی اتوار کو جناب پروفیسر کیا کیا کو اسٹے جوہر منزیل، انڈیپنڈنٹ سٹریٹ
 سوداگر ہیں۔ اور کہ جنہوں نے آج سے دس سال پیشتر اسلام قبول کیا۔ ہمارے
 ہفتہ واری جلسوں میں تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے منزیل دُنیا میں اسلام کے
 شاندار مستقبل کے موضوع پر اظہارِ خیالات کیا۔ انہوں نے انگلستان میں اسلام
 کی بہت بڑی نشوونما کی تمام تبلیغ پر روشنی ڈالی۔ اور بتلایا کہ جب اول ہی اول
 اسلام اس ملک میں رُوئے نما ہوا۔ تو اسے ایک خوشگوار میدان عمل میسر آیا۔ کیونکہ
 انگلستان کا اُلی مذہب درحقیقت تومبہ تھا۔ عیسائیت کی ظاہری رسومات
 تو بعد ازاں کا اعنہ ہے۔ جو مذہب ہم پرستی کا چرہ ہیں۔ عیسائیت کی ظاہری چھان

اور اس کی نام نہاد تہذیب و تمدن عیسائی تفوق گندہ نائراش دماغوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ یہ ظاہری عیسوی سراب نا اصلاح شدہ احباب کو بھانے لگا۔ شونے قسم سے عیسائیت جب اس پیام صلیب کو زیادہ سرگرمی اور رُجوشی سے لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل تھی۔ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں اشرفیہ داخل نہ رہا۔ وہ اس تبلیغی جنگ و دو میں ٹھنڈے پڑ گئے۔ حالانکہ تبلیغ دین میں ہی ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا امتیازی نشان رہا ہے۔ تبلیغ دین ہی نے انہیں عزت و ثروت بخشی۔ اور آئندہ بھی تبلیغ اسلام ہی انہیں بام رخت تک پہنچائے گی۔ العرض مسلمانوں کی اس تعاقب شکاری و مجاہد کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اسلام حالت سکون میں جہاں تھا وہیں رہا۔ لیکن اُس کے مقابل عیسائیت نے عمرت انگریز ترقی کی + مود پر و فیض موصوف نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ یہ امر ایک گوت موجب مسرت ہے۔ کہ حال ہی میں اب ردِ عمل شروع ہو گیا ہے۔ ذہنی تادیب۔ قومی یونی اور اقتصادی مسائل حاضرہ عیسوی تعلیمات کے کھوکھلا پن کو اب اس لئے بے نقاب کر رہے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کے لئے شرح صدر حاصل ہو۔ اور اسلام پھر ایک خود چلنے والی محاسن و اوصاف کی وجہ سے ان لوگوں کو اپیل کرے۔ جو نہ صرف جدی مسلمان تھے۔ بلکہ وہ بھی جن کے خاندان کو ذرہ بھر بھی اسلام سے تعلق دنگاؤں رہے۔ ان اُمید افزا حالات کے ماتحت ایک عزم و ارادے کی تنظیم کی ضرورت ہے۔ جناب پروفیسر صاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ اسلام کے متعلق اس بڑھتی ہوئی روح قبولیت و خوشگوار فضا سے مستفید ہونے کیلئے میں خود افریقہ میں ایک افریقی مشرقی مسلم لیگ قائم کرنا چاہوں۔ جس کے پس پشت عربی کا ایک زبردست مطبع ہو گا۔ جس سے ان خیالات کی کثرت سے نشہ و اشاعت ہو۔ پروفیسر موصوف کے لیکچر کے بعد اس موضوع پر ایک طویل مباحثہ ہوا۔ اور انہوں نے پھر اسی موضوع پر مستقبل قریب میں وضاحت کے ساتھ مزید خیالات کے اظہار کا وعدہ فرمایا +

مسلم مشن دو گنگا ننگا انگلستان کا مکتوب

ایک اور نو مسلم بھائی کا اضافہ جناب سٹراچی بالڈین کا قبولِ سلام

خدمت جناب امام صاحب مسجد دو گنگا ننگا انگلستان
مُعزز جناب عالی! آپ کے مورخہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۵۷ء کے گرامی نامہ کا میں دل سے
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس خط کے ساتھ میں اپنا اعلان اسلام منسلک کرتا ہوں
قبولیتِ اسلام کے معاملہ میں کسی قسم کی الجھن محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ میں سالہا سال قرآنی تعلیم
کی تبلیغ عملاً کر رہا ہوں۔ ذہنی و روحانی مشکلات کی کٹھنوں کے بلجھانے کیلئے جب اہل
کا آپ کے مدد فرمایا ہے۔ اس کے لئے ممنون ہوں۔ لیکن کیا قرآن مجید بنفسہ اس کیسے
کافی نہیں۔ جو کہ واضح منطقی و معقول۔ قابلِ گروہاں ہدایت نامہ ہے +

سنتِ میری مرادِ اسلامی خدمت ہے۔ میں نے علومِ اسلامی کو کچھ تو قرآنِ کریم سے حاصل کیا ہے
اور کچھ میرے علوم کا منبعِ ترکِ سرچشمہ علم اُسکا ہے۔ میرے نزدیک بچوں کیلئے توفیق
ہمیشہ ضروری ہونا چاہئے لیکن چھتہ کا عمر کے نوجوانوں کیلئے یہ عملِ جراحی خطرناک ثابت ہو گا۔ او
در اصل خدمت کرنا کوئی قرآنی تعلیم یا حکم نہیں ہے۔ ہاں یہ آپس میں مل کر تحقیق ہوں کہ حفظِ صحیح کے
نقطہ نظر خدمت نہایت ضروری اور قابلِ قدر فعل ہے۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ کئی بڑے

سے مرتد ہو رہے ہوں کیونکہ بچپن سے ہی میں نے سکول میں کوئی خاص نہ ہی تعلیم حاصل نہیں کی کیت
مفسد اور اناجیل روزانہ وہی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی تھیں۔ مذہبی رنگ میں
اُن کی تعلیم نہ دی جاتی تھی۔ اور میں اُن امور کا اسلئے اظہار کر رہا ہوں۔ کیونکہ
میں جانتا ہوں۔ کہ نو مسلمین کو وہ کثیر حقارت و اشتباہ کی نظر سے دیکھتے

تمدن اسلام

مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدنی

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنی شروع فرمادی کہ جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس کو ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے۔
 دنیا کو مصائب طعمہ کر سکا کرتا ہے۔ محترم و مکرم حضرت خواجہ صاحب مدنی نے گزشتہ بہتوں سالوں میں مزی ربی رجحان طبع کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ یہیں اسید کمال ہے کہ یہ قوت اہل مغرب کے دل میں کھج جائیگی۔ اور اس کو اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک رد و اراغ نصیبا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل اسلام کو محو ہو جائیگی۔
 یہ کتاب کچھ دل میں مطالعہ قرآن کی ایک قیمتی پوچی توب پیدا کر دیگی۔ جس کو انشاء اللہ حسب خواہ شانہ انسان مرتب ہوں۔ یہیں تعین کمال کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک یونیورسٹی کے مدرس ہیں۔ اور جن کے مترجم رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مذہب و دیگر تلامذہ ان مرتبہ کو قیاد کر سکیں گے کہ اسلام کی بنیادیں ایک پتھر پر پتھر ہیں۔ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دستخط کرتا ہوں

جن خانہ امتیاز نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر آمادہ کیا

یعنی میں اس مسیحیت و بتوت کا ظہور اتم

مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدنی

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں کو اول الذکر کتاب نے جیسال مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تمدن مسیحیت نے
 مغربی قلوب میں اس انہدام کے جو ثمرات شریعت کی۔ اگر نتائج مسیحیت نے تباہ کر دیے۔ اور بتوت
 کا ایک ہی ایسا مقصد نہیں تھا۔ انبتیت۔ انبتیت و کفارہ مسیح ان پر ایک بجا ایسی رسم نہیں
 تھا۔ اے اسے ربانی دیو اور آئے سکواحت ایسا ہی تھا ایک بھی تھا۔ اسکا کرشمہ

گڈ فرائنڈ کے دغیرہ جو کہ سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب نبیات میں ہو ہو موجود تھے
 تھے کہ جنہو مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا تے تجویز کیئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمت جو انجیل
 نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سب کے قبل از مسیح کنواری زاوہ دیوتاؤں کے نام
 تھے۔ اور وہ الفاظ بھی ان ہی کے مُنز سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت کفریات کا ایک کامل
 حربہ ہے۔ یہ بدیہہ ہے کہ یہ اوقات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ جو آج سات برس تک
 لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مذہب میں ایسا شروع ہو گیا
 اس انہدامی کتاب کے بعد داخل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو
 پیش کیا جائے۔ چنانچہ اپنے انگریزی میں ایک کتاب تائیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرتؐ مسلم کی زندگی کے
 مختلف پہلوؤں کو نہایت خوبصورت پیرامین میں پیش کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو
 نتائج پیدا کئے ہیں۔ وہ شاید یہی کسی اور کتاب سے قریب ہوئے ہوں۔ ۲۔ وصد کہ اوپر نفوس ان کتا پوں
 کو چھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور
 کیا۔ جواب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھران
 سے خالی نہ ہو۔ یہی مطالب کو موجود اپنی علوشان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں آپنی زبان کے لحاظ کو بھی
 انگریزی، اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر یہ بیان کچھ اچھا دیکھ ہے۔ کہ فرغ کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا
 یہ شہتارہی لغافلی نہیں اس کا ثبوت ہی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔ لکھائی
 چھاپائی تقطیع۔ کاغذ۔ جم کے مصکبات کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان
 کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسبِ قیل ہے۔

بنا مسیحیت نبوت کا ظہور تمام تمدن اسلام
 عمار

ایں کے پتہ سے کتبیں مل سکتی ہیں۔
 سوسائٹی عزیز منزل بے اندر تھر روڈ۔ لاہور

لکھنؤ میں ۱۲۰۷ھ

مکتبہ اہل سنت، لاہور

الحمد لله

(الف) فیہ (۱) - ۱۶۹۷ھ - ۱۲۸۰ھ

[illegible]

ضلع وادی قلعہ :- یہ قلعہ درہ اسماعیل خان میں واقع ہے۔

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

۱۹۱۷

+ ترجمہ: "میں نے اپنے

سہ اجزاء میں بکھریں گے، لیکن، جیسے جیسے ان کے

[illegible]

سے آتی ہے۔ اس وقت بھی، اسی وقت

۱- سید محمد علی قزوینی

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے دوستوں کو دیکھا تو انہوں نے اسے گھیر لیا اور اسے گھر لے گئے۔

وہی ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کو پالیا اور ان کو مرانا چاہتا ہے۔

وَأَمَّا الْفُلُ فَأُرْسِلَتْ بِرَحْمَةٍ مِنَّا لِيُبَيِّنَ مَا بَيْنَ أَيْمَانِهِ هَذِهِ وَأَيْمَانِ ذُو الْأُنْثَىٰ هَذِهِ ۚ فَيَقْبِضُوا عَلَىٰ الْأُتْرَاقِ فَكَانَ مِثْقَ الْجَبَلِ لَئِيْلَ الْبِغْثَةِ لَا يَتَخَفَتُهُ الْبُغْتُ ۚ

وَأَمَّا الْفُلُ فَأُرْسِلَتْ بِرَحْمَةٍ مِنَّا لِيُبَيِّنَ لَكُمْ آيَاتِنَا فَتَدَارَكُوا أَلَمًا لَّيِّنًا

۱۔ اس کا تعلق ہے۔

۲۔ اس کا تعلق ہے۔

۳۔ اس کا تعلق ہے۔

۴۔ اس کا تعلق ہے۔

۵۔ اس کا تعلق ہے۔

۶۔ اس کا تعلق ہے۔

۷۔ اس کا تعلق ہے۔

۸۔ اس کا تعلق ہے۔

۹۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۰۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۱۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۲۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۳۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۴۔ اس کا تعلق ہے۔

۱۵۔ اس کا تعلق ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

- : یقیناً، حقیقتاً، چنانچہ اس کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا

[illegible]

+ نہ سستی ہے خواہ کچھ کہیں

میں نے اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے تم سے کبھی نہیں ملے گا۔
میں نے اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے تم سے کبھی نہیں ملے گا۔

استنباط

۴۔ یہی چیز ہے غیبتہ؟ غیبتہ یعنی غیبت و غیبتہ کہ جس سے ہمارے

[illegible]

+ جو کہ تیرے لیے ہے

(۱) اگرچہ یہودیوں نے مسیح کو اپنے نبی کے طور پر تسلیم کیا تھا، مگر ان کی فہم اس قدر محدود تھی کہ ان کو مسیح کی شخصیت کی حقیقت سمجھنے میں ناکام رہی۔ ان کی فہم میں مسیح کی شخصیت کی حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہی۔ ان کی فہم میں مسیح کی شخصیت کی حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہی۔

۱۰۔ عیسیٰ کے مہاجرین کے لئے

[illegible][illegible][illegible]

۱- فی الجمله ایضا

[illegible]

✱ تہذیب و تمدن ✱

[illegible]

١٠٠٠

میں نے خود کو خوار و خوار کیا۔
 اگرچہ میں نے یہ سب کیا ہے تو میں نے یہ نہیں کیا ہے کہ میں نے
 اور اگرچہ میں نے یہ سب کیا ہے تو میں نے یہ نہیں کیا ہے کہ میں نے
 بھی تم کو یہ سب کیا ہے تو میں نے یہ نہیں کیا ہے کہ میں نے
 دیتی ہے۔ اور اگرچہ میں نے یہ سب کیا ہے تو میں نے یہ نہیں کیا ہے کہ میں نے

مذہب پرستی اور استغناء

[illegible]

+ تہذیب و تمدن کے فروغ کے لئے

۱۔ میری کج خلقی اثر ادا نہیں ہے۔ سو کوئی شخص اگر حقیقتہً تہذیبیہ - تہذیبیہ - انصاف
 سے دلکش اور اراکتہ - تہذیبیہ - دل کو بغیر تہذیب سے ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے میری کج خلقی کو
 یہ تہذیبیہ اثرات جو میری کج خلقی سے پیدا ہوئے ہیں کہ جو میری کج خلقی سے پیدا ہوئے ہیں (۱۵)

۴۰۲۱، جو عمر و جا کسواتیہ میں

[illegible]

+ تہذیب

ہے۔ یہ بھی محض اکرار کی بنا پر ہے۔ کہ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس میں نظر میں ہے۔ ”

(۷۶: تہنوں کی کٹی ہوئی، اتر چکی اور کھجور کے پتے سے بنی ہوئی ہے۔)

[illegible]

۱۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۲۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۳۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۴۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۵۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۶۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۷۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۸۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۹۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔
 ۱۰۔ اے اللہ! میری زندگی میں جو کچھ ہو گیا ہے، وہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔

[illegible]

۱۹۳۱

ਮੁਕਤੀ

१-५-२०

محمود شاہ

[illegible]

[illegible]

۱۔ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا و مرضی کا حصول ہے۔
 ۲۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۳۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۴۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۵۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۶۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۷۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۸۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۹۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔
 ۱۰۔ انسان کی زندگی کا مقصد دنیاوی کامیابیوں کا حصول ہے۔

۱۰۰
 + متین و متین
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰

[illegible]

۱۳۸۵ هجری قمری
در روز پنجشنبه ۲۷ بهمن ماه
سال ۱۳۸۵

پیشہ و تجارتی امور

[illegible]

۱۱۸۱ هجری قمری

۱۴۱۵ هجری قمری

و الله اعلم بالصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

حنا دم - خواص و عیبت

[illegible]

مختصر التلخيص

[illegible]

میں نے ان کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا اور ان کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا۔

جستہ قرآن کریم نے اس نوح خیر سلالہ طہین کہا ہے۔

၁၆၆၅ ခု - ၁၆၆၆ ခု

لا اله الا انت سبحانك اني كنت من الظالمين

[illegible]

ذکر اس وحی میں کسا گیا ہے۔

+ سے ہے اس کی، یہ بھی ہے، اور یہ ہے، اور یہ ہے

[illegible]

۱۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے
 دل سے اس کو نکال دیا ہے۔
 ۲۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۳۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۴۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۵۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۶۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۷۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۸۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۹۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔
 ۱۰۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 اس کو اپنے دل سے نکال دیا ہے۔

(۶۴) نہ کیجئے کہ انہیں سزا دے۔ یہ وہی مذہب ہے جو

[illegible]

شیخ کا یہ کہنا ہے کہ جب تک کہ جو شخص اس قدر
 اہل انوار کے لئے ضرورت نہیں۔ لیکن آج کل کے لوگ اس قدر
 اس لحاظ سے کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے
 تاکہ اسے دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 انسانی دنیا میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 ہے۔ اور یہ کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے
 کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 انسانی دنیا میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو

انسانی امتداد کے حقیقی نقطہ نظر سے

یہاں تک کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے

انسانی امتداد کا ارتقاء

پہلی سیر

آج کل کے لوگ اس قدر اہل انوار کے لئے ضرورت نہیں۔ لیکن آج کل کے لوگ اس قدر
 اس لحاظ سے کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے تاکہ اسے دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 انسانی دنیا میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 ہے۔ اور یہ کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 کہ جو شخص کو دنیاوی کام میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو
 انسانی دنیا میں لگایا جائے۔ اور یہ کہ جو شخص کو

پہلی سیر

اسلام اور اسلام

مسلمین کے لئے اسلام

۱۹۹۸ - نومبر - خواجه محمد امین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں۔

میں نے یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں۔

میں نے یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں۔

میں نے یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں صحیح و درست ہوں۔

١٠٠

[illegible]

+ عزم کرنا، تہمید، نتیجہ آنا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ سچا خوشی ہے جو کہ اس کے ساتھ ہوتا ہے

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

جاءه في يومه من كركي في يومه من كركي (ب)

4. (و) (ف) متعلقہ کتب کی تصدیق و تصحیح کے لئے جرائد و رسائل کے ذریعہ

+ یہی فرق ہے جو مذہب و دنیا میں ہے۔ (۸)

(ب) + شکر ہے۔
 (ج) + ہے۔
 (د) + ہے۔

4 (تذکرہ احمدیہ، ج ۱، صفحہ ۱۷۱، ایک ذکر فقہی)

یہودی مذہب میں کہتے ہیں :-

[illegible][illegible]

توضیح :- ۱- در - ۲- ۳- ۴- ۵- ۶- ۷- ۸- ۹- ۱۰-

[illegible]

ایک روز سلطان حسن نے

۱۹۰۰

لحم الحامض

[illegible]

سید محمد رفیع

Deep down in the human soul there lurks the consciousness of the fact that there does exist the Almighty God. It is more or less dependent upon the circumstances of education and up bringing under which one is born that our definite religious views are shaped. It was exactly so in my case. My parents were strict Catholics and they brought me up a staunch Catholic, making me out for the priesthood. But fate would have it otherwise and my footsteps took me to the country of Java, in the first, to observe with my own eyes how deeply and faithfully Muslims held their faith.

WHY I BECAME A MUSLIM

J. L. CHAN BEEHAY, alias MOHAMMAD ALI
Born 1897. Served in the Army and Navy and retired a
first lieutenant in 1919.



This was an eye-opener to me; for I learnt that the Muslims, as dinned, by the Christian priesthood, into our ears, are anything but heathens, and Islam which they misrepresented so much is not a religion with hateful practices. . . .

Being a lover of truth, I took up the cudgels for Islam some six years ago, to secure for it its rightful place against untrue and unjust suspicions. I had with this aim in view to call in the help of some distinguished and good-hearted friends for the purpose of building a mosque in Holland in the same way as in London, Berlin, and Paris. Gradually it dawned upon me that it was imperative the fight for Islam should be maintained. In the meantime I had learned about Islam from some of my true Muslim friends, and after thoroughly studying the Holy Qur'an I came to the knowledge that Islam had always been my religion.

The only difference which the present declaration (which I herewith enclose) makes is that I am now openly going over to Islam and in this I feel very happy. Now I realize that my place is among my Muslim brothers to glorify Allah for bringing salvation to mankind.

It does me immense pain to realize why I had not accepted Islam as my faith earlier. I close with the promise that my life from now onwards will be dedicated to the service of the best religion of the world - Al-Islam.

Yours sincerely,

J. L. 'U. VAN BREEDEM

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ
 وَخَلِّ عَلَى الْبَاقِيْنَ

این نسخه از کتابخانه آستان قدس
 شماره ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰
 در سال ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰
 در شهر ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

این نسخه از کتابخانه آستان قدس
 شماره ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۰

